﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

جلسہ سالانہ نمبر

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 14

جمعۃ المبارک 27/جولائی اور 03/اگست 2007ء

12/20/رجب 1428ہجری قمری 27/وفا اور 03/ظہور 1386 ہجری شمسی

شمارہ 30-31

حقوق اللہ بھی ادا کرو اور حقوق العباد بھی

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے تمہارے متعلق بتایا گیا ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور تمہارا دل تھک جائے گا۔ دیکھو تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور آرام بھی کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل حدیث نمبر 1085)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

مَیں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ مَیں اس کا مظہر ہوں۔ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔

یہ طریق اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ روحوں اور ذرات عالم کو غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وید کی اصل تعلیم یہ ہرگز نہیں ہوگی۔

’’مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن روڈّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ سومَیں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ مَیں اس کا مظہر ہوں۔ اور اس جگہ ایک اَور راز درمیان میں ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں (یعنی پاپ کا نشٹ کرنے والا اور غریبوں کی دلجوئی کرنے والا اور ان کو پالنے والا) یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔ صرف قومی اصطلاح میں تغایر ہے۔ اب میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریہ صاحبوں کو اُن کی چند غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو وہی ہے جس کا ذکر میں پہلے بھی کر آیا ہوں کہ یہ طریق اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ روحوں اور ذرات عالم کو جن کو پرکرتی یا پرمانو بھی کہتے ہیں غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے۔ غیر مخلوق بجز اس پرمیشر کے کوئی بھی نہیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ نہیں۔ لیکن وہ چیزیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ ہیں وہ غیر مخلوق نہیں ہوسکتیں۔ کیا روحوں کے گن خود بخود ہیں اُن کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں؟ اگر یہی صحیح ہے تو روحوں کا جسموں میں داخل ہونا بھی خود بخود ہوسکتا ہے اور ذرات کا اکٹھے ہونا اور متفرق ہونا بھی خود بخود ہوسکتا ہے۔ اس طریق سے پرمیشر کا وجود ماننے کے لئے کوئی عقلی دلیل آپ کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ کیونکہ اگر عقل اِس بات کو قبول کرسکتی ہے کہ تمام ارواح مع اپنے تمام گنوں کے جواُن کے اندر پائے جاتے ہیں خود بخود ہیں تو اس دوسری بات کو بھی بہت خوشی سے قبول کرلے گی کہ روحوں اور اجسام کا باہم اتصال یا انفصال بھی خود بخود ہے اور جب کہ خود بخود ہونے کی بھی راہ کھلی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک راہ کھلی رکھی جاوے اور دوسری بند کی جاوے۔ یہ طریق کسی منطق سے سدھ نہیں ہوسکتا۔

پھر اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے جس میں ان کا خود نقصان ہے جیسا کہ پہلی غلطی میں پرمیشر کا نقصان ہے۔ اور وہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرا دیا ہے اور تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا گیا ہے جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگ دلی خدائے رحیم و کریم کی طرف منسوب کرنا عقل سلیم تجویز نہیں کرسکتی۔ جس حالت میں پرمیشر کو ابدی نجات دینے کی قدرت تھی اور وہ سرب شکتی مان تھا تو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ایسا بخل اُس نے کیوں کیا کہ اپنی قدرت کے فیض سے بندوں کو محروم رکھا۔ اور پھر یہ اعتراض اور بھی مضبوط ہوتا ہے جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ جن روحوں کو ایک طول طویل عذاب میں ڈالا ہے اور ہمیشہ کے لئے جُونیں بھگتنے کی مصیبت اُن کی قسمت میں لکھ دی ہے وہ روحیں پرمیشور کی مخلوق بھی نہیں ہیں۔ اس کا جواب آریہ صاحبوں کی طرف سے یہ سنا گیا ہے کہ پرمیشر ہمیشہ کی مکتی دینے پر قادر تو تھا، سرب شکتی مان جو ہوا لیکن میعادی مکتی اس وجہ سے تجویز کی گئی کہ تا سلسلہ تناسخ کا ٹوٹ نہ جائے۔ کیونکہ جس حالت میں روحیں ایک تعداد مقررہ کے اندر ہیں اور اس سے زیادہ نہیں ہوسکتیں۔ پس ایسی صورت میں اگر دائمی مکتی ہوتی تو جُونوں کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ جو روح نجات ابدی پاکر مکتی خانہ میں گئی وہ تو گویا پرمیشر کے ہاتھ سے گئی اور اس روزمرہ کے خرچ کا آخری نتیجہ ضرور یہ ہونا تھا کہ ایک دن ایک روح بھی جُونوں میں ڈالنے کے لئے پرمیشور کے ہاتھ میں نہ رہتی اور کسی دن یہ شغل تمام ہوکر پرمیشر معطل ہوکر بیٹھ جاتا۔ پس ان مجبوریوں کی وجہ سے پرمیشور نے یہ انتظام کیا کہ مکتی کو ایک حد تک محدود رکھا۔ اور پھر اسی جگہ ایک اور اعتراض ہوتا تھا کہ پرمیشر بے گناہوں کو جو ایک دفعہ مکتی پاچکے اور گناہوں سے صاف ہوچکے پھر مکتی خانہ سے کیوں بار بار نکالتا ہے۔ اس اعتراض کو پرمیشر نے اس طرح دفعہ کیا کہ ہر ایک شخص جس کو مکتی خانہ میں داخل کیا ایک گناہ اُس کے ذمہ رکھ لیا۔ اُسی گناہ کی سزا میں آخر کار ہر ایک روح مکتی خانہ سے نکالی جاتی ہے۔

یہ ہیں اصول آریہ صاحبوں کے۔ اب انصاف کرنا چاہئے کہ جو شخص ان مجبوریوں میں پھنسا ہوُا ہے اُس کو پرمیشر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ آریہ صاحبوں نے ایک صاف مسئلہ خالقیت باری تعالیٰ سے انکار کرکے اپنے تئیں بڑی مشکلات میں ڈال لیا اور پرمیشر کے کاموں کو اپنے نفس کے کاموں پر قیاس کرکے اُس کی توہین بھی کی اور یہ نہ سوچا کہ خدا ہر ایک صفت میں مخلوق سے الگ ہے اور مخلوق کے پیمانہ صفات سے خدا کو ناپنا یہ ایک ایسی غلطی ہے جس کو اہل مناظرہ قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی یہ تو مخلوق کے کاموں کی نسبت عقل کا ایک ناقص تجربہ ہے۔ پس اسی قاعدہ کے نیچے خدا کی صفات کو بھی داخل کرنا اگر نا سمجھی نہیں تو اور کیا ہے۔ خدا بغیر جسمانی زبان کے بولتا ہے اور بغیر جسمانی کانوں کے سنتا ہے اور بغیر جسمانی آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ بغیر جسمانی لوازم کے پیدا بھی کرتا ہے۔ اُس کو مادہ کے لئے مجبور کرنا گویا خدائی صفات سے معطّل کرنا ہے۔ اور پھر اس عقیدہ میں ایک اور بھاری فساد ہے کہ یہ عقیدہ اَنادی ہونے کی صفت میں ذرّہ ذرّہ کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ اور بت پرست تو چند بتوں کو ہی خدا کے شریک قرار دیتے تھے مگر اس عقیدہ کے رُو سے تمام دنیا ہی خدا کی شریک ہے۔ کیونکہ ہر ایک ذرّہ اپنے وجود کا آپ ہی خدا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں یہ باتیں کسی بغض اور عداوت سے نہیں کہتا بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ وید کی اصل تعلیم یہ ہرگز نہیں ہوگی۔ مجھے معلوم ہے کہ خودرو فلسفیوں کے ایسے عقیدے تھے جن میں سے بہت سے لوگ آخر کار دہریہ ہوگئے۔ اور مجھے خوف ہے کہ اگر آریہ صاحبوں نے اس عقیدہ سے دست کشی نہ کی تو اُن کا انجام بھی یہی ہوگا۔ اور اس عقیدہ کی شاخ جو تناسخ ہے وہ بھی خدا کے رحم اور فضل پر سخت دھبہ لگاتی ہے کیونکہ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دو تین بالشت کی جگہ میں مثلاً چیونٹیاں اتنی ہوتی ہیں کہ کئی ارب سے زائد ہوجاتی ہیں اور ہر ایک قطرہ پانی میں کئی ہزار کیڑا ہوتا ہے اور دریا اور سمندر اور جنگل طرح طرح کے حیوانات اور کیڑوں سے بھرے ہوئے ہیں جن کی طرف ہم انسانی تعداد کو کچھ بھی نسبت نہیں دے سکتے۔ اس صورت میں خیال آتا ہے کہ اگر بفرض محال تناسخ صحیح ہے تو اب تک پرمیشر نے بنایا کیا؟ اور کس کو مکتی دی اور آئندہ کیا اُمید رکھی جائے؟ ماسوا اس کے یہ قانون بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سزا تو دی جائے مگر سزا یافتہ شخص کو جرم پر اطلاع نہ دی جائے۔ اور پھر ایک نہایت مصیبت کی جگہ یہ ہے کہ مکتی تو گیان پر موقوف ہے اور گیان ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے اور کوئی کسی جون میں آنے والا خواہ کیسا ہی پنڈت کیوں نہ ہو کوئی حصہ وید کا یاد نہیں رکھتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جُونوں کے ذریعہ سے مکتی پانا ہی محال ہے۔ اور جو جُونوں کے چکر میں پڑ کر مرد اور عورتیں دُنیا میں آتی ہیں اُن کے ساتھ کوئی ایسی فہرست نہیں آتی جس سے اُن کے رشتوں کا حال معلوم ہوتا۔ کوئی بے چارہ کسی ایسی نوزاد کو اپنی شادی میں نہ لائے جو دراصل اُس کی ہمشیرہ یا ماں ہے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 229 تا 232)

اداریہ

جلسہ سالانہ

ازدیادایمان ویقین،تزکیہ نفوس،ہستی باری تعالیٰ اورصداقت مسیح موعود علیہ السلام کے لاتعداد نشانوں کا مظہر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج جماعت احمدیہ برطانیہ کے اس سال 2007ء کے جلسہ سالانہ کا آغاز حدیقۃ المہدی میں ہو رہا ہے جس میں زمین کے کناروں تک سے خدا کے پاک مسیح کے مہمان شرکت کے لئے آئیں گے۔جلسہ سالانہ برطانیہ اس پہلو سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح بنفس نفیس رونق افروز ہوکر اپنے زندگی بخش خطابات سے نوازتے ہیں۔جلسہ سالانہ کا موقعہ بہت ہی روح پرور اور ایمان افروز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ میں جب ایک آدمی بھی آپ کی بیعت میں شامل نہ تھا یہ خبر دی تھی کہ:

''مَیں نے اپنی طرف سے تیری محبت مستعد دلوں میں ڈال دی تا کہ میری آنکھوں کے سامنے تُو پرورش پاوے۔عنقریب تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کی طرف مَیں وحی بھیجوں گا۔وہ ہر ایک دور کی راہ سے تیرے پاس آئیں گے اور انواع واقسام کے تحائف از قسم نقد وجنس ہر ایک راہ سے تیرے پاس لائیں گے''۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اگرچہ تائید الٰہی بجائے خود ایک نشان ہوتا ہے لیکن جب قبل از وقت پیشگوئی کے رنگ میں اس کو بیان کیا جاوے تو وہ نشان نورٌ علی نور ہو جاتا ہے کیونکہ پیشگوئی کا پورا ہونا اس بات پر مہر کر دیتا ہے کہ وہ تائید جو ظہور میں آئی ہے وہ درحقیقت منجانب اللہ ہے نہ کہ اتفاقی طور پر''۔(نزول المسیح ، روحانی خزائن جلد 18صفحہ504-505)

یہ اور اس قسم کی اور بہت سی عظیم الشان پیش خبریاں اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر ظاہر فرمائیں۔مخالفین نے آپؑ کو اور آپؑ کے سلسلہ کو نابود کرنے کے لئے ناخنوں تک زور لگایا۔ ہر ایک قسم کے مکر وفریب کئے،جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا،کفر اور قتل کے فتوے دئے،مخالفانہ منصوبوں کے لئے کمیٹیاں قائم کیں،لاکھوں دعائیں اور تدبیریں آپ کی ہلاکت اور تباہی کے لئے کی گئیں مگر ان تمام کوششوں کا نتیجہ سوائے نامرادی کے کچھ نہ نکلا۔نہ صرف یہ کہ وہ الٰہی سلسلہ تباہ نہیں ہوا بلکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی مسلسل ترقی کرتا چلا گیا۔اور آج بھی باوجود معاندین وحاسدین کی حد درجہ شرارتوں اور جھوٹے اور شرانگیز پراپیگنڈہ اور خطرناک منصوبوں کے اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے،اس کی حفاظت میں،مسیح پاک علیہ السلام کی خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کی بابرکت قیادت میں غیر معمولی عظمت اور شان کے ساتھ ترقی کی ارفع واعلیٰ منازل طے کرتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ بالا الہامات کا ذکر کرتے ہوئے ایک بہت ہی پُر معرفت نکتہ یہ بیان فرمایا کہ:

''ہر ایک طرف سے جب کوئی انسان آتا ہے یا کسی نئے شخص کی طرف سے کوئی تحفہ آتا ہے تو وہ ایک نشان ظاہر ہوتا ہے''۔(نزول المسیح ، روحانی خزائن جلد 18صفحہ540)

چنانچہ آپؑ نے اپنی کتاب نزول المسیح میں جو 1902ء کی تصنیف ہے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:''چونکہ اس جگہ آکر بیعت کرنے والے پچاس ہزار سے کم نہ ہوں گے اور جو روپیہ اور تحائف متفرق وقتوں میں آئے وہ دس لاکھ سے کم نہیں ہوں گے۔اس لئے یہ بات بالکل صحیح اور سچ ہے کہ علاوہ اور نشانوں کے جو اس نقشہ میں لکھے گئے ہیں کم سے کم دس لاکھ اور ایسے نشان ہیں جو الہام ''یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق''اور یَاْ تِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ سے صحیح ثابت ہوتے ہیں''۔(ایضًا)

پھر یہ سلسلہ صرف آپ کی حیات مبارکہ میں ہی جاری نہیں رہا بلکہ آپ کے بعد آپ کے مقدس خلفاء کے ادوار میں بھی مسلسل ترقی پذیر ہے۔اور گزشتہ سو سال سے زائد عرصہ میں بلاشبہ ایسے نشانوں کی تعداد اربوں تک جا پہنچتی ہے۔آج بھی جس جگہ خلیفۃ المسیح موجود ہوں وہاں دُور دُور سے لوگ بڑی محبت اور اخلاص کے ساتھ آتے ہیں تا کہ وہ خلفاء مسیح موعود کے ذریعہ سے ان برکات کو حاصل کرسکیں جو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند اور آپؐ کے پیارے امام مہدی کے ذریعہ سے جاری فرمائیں۔

پس ہر وہ شخص جو اس لطیف نکتہ کو سامنے رکھتے ہوئے مرکز سلسلہ میں آتا ہے اور خلیفۃ المسیح کی بابرکت صحبت اور آپ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوتا ہے وہ اس سچے وعدوں والے خدا کی ہستی کا ایک تازہ ثبوت اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک زندہ نشان ہونے کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔اس پہلو سے بھی جلسہ پر آنے والا ہر مہمان بہت ہی قابل عزت اور قابل احترام ہے۔اللہ کرے کہ ہر آنے والا مہمان اور ہر میزبان بھی اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھے اور ہر ایک مہمان اور میزبان اس نشان کی حرمت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔

پھر جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کے اغراض ومقاصد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں'' جلسہ کے تمام پروگراموں میں ان اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ بالخصوص جلسہ سالانہ کی روح اور جان وہ زندگی بخش کلمات ہوتے ہیں جو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس خلیفہ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے ہیں۔آپ اپنے خطابات میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی نہایت پُر معارف تشریح وتفسیر بیان فرماتے ہیں اور دوران سال اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے والے لاتعداد تائیدی نشانات میں سے وقت کی رعایت سے بعض کا ذکر

باقی صفحہ نمبر21پر ملاحظہ فرمائیں

ہم سخن گوشوارے

(جلسہ سالانہ کے وہ تین دن جو دوران سال جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر پر
رب کریم کے روز افزوں انعام وافضال کے نزول کا گوشوارہ بن جاتے ہیں)

عشق کی اپنی کہانی ہے سر مُلک جنوں
بزم جاناں میں اجازت ہو اگر، میں بھی کہوں

(الاپ)

ساعت وصل کا روپ دھارے ہوئے
کتنی برہا کی رَتیاں گذارے ہوئے
اک اُلوہی کشش کی نرالی تڑپ
دل سے دلدار تک آبلہ پا گئی
سجدہ گاہوں میں آنسو برسنے لگے
ذکر مولیٰ پہ جیسے بہار آ گئی
اس طرح حاضری کے اشارے ہوئے
اُڑتے آئے محبت کے مارے ہوئے

نکہت یار جادو عجب کر گئی
روشنی سے گلی دُور تک بھر گئی
آرزوؤں کی چٹکی کلی ہر طرف
زندگی رقص فرما ہوئی ہر طرف
رنگ دست دعا سے بکھرنے لگے
قافلے گل بداماں اترنے لگے
معرفت کی نئی منزلیں طے ہوئیں
چاند کے روبرو پھر ستارے ہوئے
اس طرح حاضری کے اشارے ہوئے
اُڑتے آئے محبت کے مارے ہوئے

ان کی صبحیں مئے عشق سے تر بتر
ان کی شاموں میں اک نور ہے جلوہ گر
کیا ہیں یہ تین دن کیا جہاں کو خبر
ماضی و حال و فردا کی تصویر ہیں
صدق و خیر و محبت کے یہ خواب گر
قول دلبر کے عکاس و تفسیر ہیں
اُس کے انعام و افضال جتنے بڑھے
ہم سخن اُتنے یہ گوشوارے ہوئے
اس طرح حاضری کے اشارے ہوئے
اُڑتے آئے محبت کے مارے ہوئے

(جمیل الرحمٰن (ہالینڈ)

❀❀❀

خلافتِ راشدہ

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ۔ خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

(قسط نمبر 3)

مسئلہ خلافت کی تفصیلات

اس اصولی بحث کے بعد مَیں خلافت کے مسئلہ کی تفصیلات کی طرف آتا ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نبی کو خدا تعالیٰ سے شدید اتّصال ہوتا ہے ایسا شدید اتصال کہ بعض لوگ اسی وجہ سے دھوکا کھا کر یہ خیال کر لیتے ہیں کہ شاید وہ خدا ہی ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کو اِسی قسم کی ٹھوکر لگی۔ لیکن جنہیں یہ ٹھوکر نہیں لگتی اور وہ نبی کو بشر ہی سمجھتے ہیں وہ بھی اس شدید اتصال کی وجہ سے جو نبی کو خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اور اس وجہ سے کہ اُس کے وجود میں اس کے اَتباع خدائی نشانات دیکھتے رہتے ہیں اس کے زمانہ میں یہ خیال تک نہیں کرتے کہ وہ فوت ہو جائے گا۔ یہ نہیں کہ وہ نبی کو بشر نہیں سمجھتے بلکہ شدتِ محبت کی وجہ سے وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم پہلے فوت ہوں گے اور نبی کو اللہ تعالیٰ ابھی بہت زیادہ عمر دے گا۔ چنانچہ آج تک کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے متعلق اس کی زندگی میں اس کے متّبعین نے یہ سمجھا ہو کہ وہ فوت ہو جائے گا اور ہم زندہ رہیں گے بلکہ ہر شخص (سِوائے حدیث العہد اور قلیل الایمان لوگوں کے) یہ خیال کرتا ہے کہ نبی تو زندہ رہے گا اور وہ فوت ہو جائیں گے اور اس وجہ سے وہ ان اُمور پر کبھی بحث ہی نہیں کرتے جو اس کے بعد اُمت کو پیش آنے والے ہوتے ہیں۔ اَور زمانوں میں تو لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اگر فلاں فوت ہو گیا تو کیا بنے گا مگر نبی کے زمانہ میں انہیں اس قسم کا خیال تک نہیں آتا اور اس کی وجہ جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں شدتِ محبت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ہمیں ذاتی تجربہ بھی ہے۔

ہم میں سے کوئی احمدی سوائے اس کے کہ جس کے دل میں خرابی پیدا ہو چکی ہو یا جس کے ایمان میں کوئی نقص واقع ہو چکا ہو ایسا نہیں تھا جس کے دل میں کبھی بھی یہ خیال آیا ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ تو فوت ہو جائیں گے اور ہم آپ کے پیچھے زندہ رہ جائیں گے۔ چھوٹے کیا اور بڑے کیا، بچے کیا اور بوڑھے کیا، مرد کیا اور عورتیں کیا، سب یہی سمجھتے تھے کہ ہم پہلے فوت ہوں گے اور حضرت صاحب زندہ رہیں گے۔ غرض کچھ شدتِ محبت کی وجہ سے اور کچھ اس تعلق کی عظمت کی وجہ سے جو نبی کو خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کتنی لمبی عمر دے گا۔ چاہے کوئی شخص یہ خیال نہ کرتا ہو کہ یہ نبی ہمیشہ زندہ رہے گا مگر یہ خیال ضرور آتا ہے کہ ہم پہلے فوت ہوں گے اور خدا تعالیٰ کا نبی دنیا میں زندہ رہے گا۔ چنانچہ بسا اوقات اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس سال کے نوجوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت لجاجت سے عرض کرتے کہ حضور ہمارا جنازہ خود پڑھائیں اور ہمیں تعجب آتا کہ یہ تو ابھی نوجوان ہیں اور حضرت صاحب سترّ برس سے اوپر کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اس کے علاوہ آپ بیمار بھی رہتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا جنازہ آپ پڑھائیں۔ گویا انہیں یقین ہے کہ حضرت صاحب زندہ رہیں گے اور وہ آپ کے سامنے فوت ہوں گے۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وفات پا گئے تو دس پندرہ دن تک سینکڑوں آدمیوں کے دلوں میں کئی دفعہ یہ خیال آتا کہ آپ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ میرا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے تیسرے دن مَیں ایک دوست کے ساتھ باہر سیر کے لئے گیا اور دارالانوار کی طرف نکل گیا۔ ان دنوں ایک اعتراض کے متعلق بڑا چرچا تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ وہ بہت ہی اہم ہے۔ راستہ میں مَیں نے اس اعتراض پر غور کرنا شروع کر دیا اور خاموشی سے سوچتا چلا گیا۔ مجھے یکدم اس اعتراض کا ایک نہایت ہی لطیف جواب سُوجھ گیا اور مَیں نے زور سے کہا کہ مجھے اس اعتراض کا جواب مل گیا ہے۔ اب میں گھر چل کر حضرت صاحب سے اس کا ذکر کروں گا اور آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کی وفات پر جو فلاں اعتراض دشمنوں نے کیا ہے اس کا یہ جواب ہے حالانکہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وفات پائے تین دن گزر چکے تھے۔ تو وہ لوگ جنہوں نے اس عشق کا مزا چکھا ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں وہ کیا خیال کرتے تھے اور آپ کی وفات پر اُن کی کیا قلبی کیفیات تھیں۔ یہی حال صحابہؓ کا تھا۔ انہیں رسول کریم ﷺ سے جو عشق تھا اُس کی مثال تاریخ کے صفحات میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس عشق کی وجہ سے صحابہؓ کیلئے یہ تسلیم کرنا سخت مشکل تھا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو جائیں گے اور وہ زندہ رہیں گے۔ یہ نہیں کہ وہ آپ کو خدا سمجھتے تھے، وہ سمجھتے تو آپ کو انسان ہی تھے مگر شدتِ محبت کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ ہماری زندگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ کی وفات پر جو واقعہ ہوا وہ اس حقیقت کی ایک نہایت واضح دلیل ہے۔

رسول کریم ﷺ کی وفات پر صحابہؓ کی کیفیت

حدیثوں اور تاریخوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر جب لوگوں میں مشہور ہوئی تو حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ افواہ محض منافقوں کی شرارت ہے ورنہ رسول کریم ﷺ زندہ ہیں اور وہ فوت نہیں ہوئے۔ آپ آسمان پر خدا سے کوئی حکم لینے کے لئے گئے ہیں اور تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں گے اور منافقوں کو سزا دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ انہوں نے کہا اگر کسی نے میرے سامنے یہ کہا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو مَیں اُس کی گردن اُڑا دوں گا اور یہ کہہ کر ایک جوش اور غضب کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لٹکائے مسجد میں ٹہلنے لگ گئے۔ لوگوں کو ان کو یہ بات اتنی بھلی معلوم ہوئی کہ ان میں سے کسی نے اس بات کے انکار کی ضرورت نہ سمجھی حالانکہ قرآن میں رسول کریم ﷺ کی نسبت یہ صاف طور پر لکھا ہوا تھا کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران145) اگر محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں یا خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بَل پھر جاؤ گے؟ مگر باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں ایسی نصِّ صریح موجود تھی جس سے رسول کریم ﷺ کا وفات پانا ثابت ہو سکتا تھا پھر بھی انہیں ایسی ٹھوکر لگی کہ ان میں سے بعض نے رسول کریم ﷺ کی وفات پر یہ خیال کر لیا کہ آپ فوت نہیں ہوئے یہ منافقوں نے جھوٹی افواہ اُڑا دی ہے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ محبت کی شدّت سے وہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کبھی ایسا ممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو جائیں اور وہ زندہ رہیں۔ بعض صحابہؓ جو طبیعت کے ٹھنڈے تھے انہوں نے جب یہ حال دیکھا تو انہیں خیال آیا کہ ایسا نہ ہو لوگوں کو کوئی ابتلاء آ جائے چنانچہ وہ جلدی جلدی سے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو بلا لائے۔ جب وہ مسجد میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ہر شخص جوش اور خوشی کی حالت میں نعرے لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے منافق جھوٹ بولتے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ گویا ایک قسم کے جنون کی حالت تھی جو ان پر طاری تھی۔ جیسے میں نے کہہ دیا تھا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کی وفات پر دشمنوں نے جو فلاں اعتراض کیا ہے اس کا یہ جواب ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں رسول کریم ﷺ کا جسد مبارک پڑا ہوا تھا اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ کا کیا حال ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپؐ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سنتے ہی کپڑا اُٹھایا اور آپ کی پیشانی پر انہوں نے بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک تو آپ وفات پا جائیں اور دوسری طرف قوم پر موت وارد ہو جائے اور وہ صحیح اعتقادات سے منحرف ہو جائے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر آپ نے ایک وعظ کیا جس میں بتایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران145) اس کے بعد آپ نے بڑے زور سے کہا کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ ﷺ بیشک اللہ کے رسول تھے مگر اب وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی شخص محمد رسول اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ آپؐ وفات پا چکے ہیں لیکن اگر تم خدا کی عبادت کیا کرتے تھے تو تم سمجھ لو کہ تمہارا خدا زندہ ہے اور اس پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمرؓ جو اس وقت تلوار کی ٹیک کے ساتھ کھڑے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ ابھی یہ منبر سے اُتریں تو مَیں تلوار سے ان کی گردن اُڑا دوں۔ انہوں نے جس وقت یہ آیت سُنی معًا ان کی آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ اُٹھ گیا۔ ان کے گھٹنے کانپنے لگ گئے۔ ان کے ہاتھ لرزنے لگ گئے اور ان کے جسم پر ایک کپکپی طاری ہو گئی اور وہ ضُعف سے نڈھال ہو کر زمین پر گر گئے۔ باقی صحابہؓ بھی کہتے ہیں کہ ہماری آنکھوں پر پہلے پردے پڑے ہوئے تھے مگر جب ہم نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیت سنی تو وہ تمام پردے اُٹھ گئے۔ دنیا ان کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی اور مدینہ کی تمام گلیوں میں صحابہؓ روتے پھرتے تھے اور ہر ایک کی زبان پر یہ آیت تھی: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران145)۔ (سیرت ابن ہشام جلد3 صفحہ99-100 مطبوعہ مصر 1295ھ)

حضرت حسانؓ کا یہ شعر بھی اسی کیفیت پر دلالت کرتا ہے کہ ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِىْ فَعَمِىَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(شرح دیوان حسان بن ثابت صفحہ ۲۲۱ آرام باغ کراچی)

کہ اے خدا کے رسول! تُو تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ اب تیرے وفات پا جانے کی وجہ سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ صرف تُو ہی ایک ایسا وجود تھا جس کے متعلق مجھے موت کا خوف تھا۔ اب تیری وفات کے بعد خواہ کوئی مرے مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔

نبی کی زندگی میں اس کی جانشینی کے مسئلہ کی طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ پس جب نبی کی زندگی میں قوم کے دل اور دماغ کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ خدا بھی اور نبی بھی ان کو اس ایذاء سے بچاتے ہیں اور اس نازک مضمون کو کہ نبی کی وفات کے بعد کیا ہوگا لطیف پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اور قوم بھی اس مضمون کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتی اور نہ اِن امور میں زیادہ دخل دیتی ہے کہ نبی کے بعد کیا ہوگا۔

چنانچہ یہ کہیں سے ثابت نہیں کہ کسی نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا ہو کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ جب فوت ہو جائیں گے تو کیا ہوگا؟ آیا آپ کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری ہوگا یا کوئی پارلیمنٹ اور مجلس بنے گی جو مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے امور کا فیصلہ کرے گی۔ کیونکہ ایسے امور پر وہی بحث کر سکتا ہے جو سنگدل ہو اور جو نبی کی محبت اور اس کی عظمت سے بالکل بیگانہ ہو۔ باقی کئی مسائل کے متعلق تو ہمیں احادیث میں نظر آتا ہے کہ صحابہؓ ان کے بارہ میں آپ سے دریافت کرتے رہتے تھے اور کُرید کُرید کر وہ آپ سے معلومات حاصل کرتے تھے مگر جانشینی کا مسئلہ ایسا تھا جو صحابہؓ آپ سے دریافت نہیں کر سکتے تھے اور نہ اس کو دریافت کرنے کا خیال تک ان کے دل میں آ سکتا تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ زندہ رہیں گے اور ہم وفات پا جائیں گے۔ پس یہ مسئلہ ایک رنگ میں اور ایک حد تک پردۂ اخفاء میں رہتا ہے اور اس کے کُھلنے کا اصل وقت وہی ہوتا ہے جبکہ نبی فوت ہو جاتا ہے۔

یہی حالات تھے جبکہ نبی کریم ﷺ فوت ہوئے آپؐ کی وفات صحابہؓ کے لئے ایک زلزلہ عظیمہ تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات پر پہلی دفعہ انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ نبی بھی ہم سے جدا ہو سکتا ہے اور پہلی دفعہ یہ بات ان کے دماغ پر اپنی حقیقی اہمیت کے ساتھ نازل ہوئی

کہ اس کے بعد انہیں کسی نظام کی ضرورت ہے جو نبی کی سنت اور خواہشات کے مطابق ہو اور اس کی جُزئیات پر انہوں نے غور کرنا شروع کیا۔ بیشک اس نظام کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود تھیں مگر چونکہ وہ پہلے چُھپی ہوئی تھیں اور ان کو کبھی کُریدا نہیں گیا تھا اس لئے لوگ ان آیات کو پڑھتے اور ان کے کوئی اور معنے کر لیتے۔ وہ خاص معنے نہیں کرتے تھے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ نبی کی وفات کے بعد اس کے متّبعین کو کیا کرنا چاہئے۔

ہر نبی کی دو زندگیاں ہوتی ہیں ایک شخصی اور ایک قومی

درحقیقت اس جذبۂ محبت کی تہہ میں بھی ایک الٰہی حکمت کام کر رہی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ نبی کی دو زندگیاں ہوتی ہیں۔ ایک شخصی اور ایک قومی۔ اور اللہ تعالیٰ اِن دونوں زندگیوں کو الہام سے شروع کرتا ہے۔ نبی کی شخصی زندگی تو الہام سے اس طرح شروع ہوتی ہے کہ جب وہ تیس یا چالیس سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے الہامات اس پر نازل ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو مامور ہے اور تجھے لوگوں کی اصلاح اور ان کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ان الہامات کے نتیجہ میں وہ اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے غیر معمولی فضل نازل ہوتے دیکھتا ہے اور وہ اپنے اندر نئی قوت، نئی زندگی اور نئی بزرگی محسوس کرتا ہے۔ اور نبی کی قومی زندگی الہام سے اس طرح شروع ہوتی ہے کہ جب وہ وفات پاتا ہے تو کسی بنی بنائی سکیم کے ماتحت اس کے بعد نظام قائم نہیں ہوتا بلکہ یکدم ایک تغیر پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا مخفی الہام قوم کے دلوں کو اس نظام کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

قدرتِ اُولیٰ نبی کی شخصی زندگی ہوتی ہے اور قدرتِ ثانیہ قومی زندگی۔ غرض جس طرح نبی کی شخصی زندگی کو اللہ تعالیٰ الہام سے شروع کرتا ہے اسی طرح وہ اس کی قومی زندگی کو جو اس کی وفات کے بعد شروع ہوتی ہے الہام سے شروع کرنا چاہتا ہے تا کہ دونوں میں مشابہت قائم رہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا نام قدرتِ ثانیہ رکھا ہے۔ گویا قدرتِ اُولیٰ تو نبی کی شخصی زندگی ہے اور قدرتِ ثانیہ نبی کی قومی زندگی ہے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ اس قومی زندگی کو ایک الہام سے اور اپنی قدرت سے شروع کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کی جُزئیات کو نبی کے زمانہ میں قوم کی نظروں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ پھر جب نبی فوت ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کا مخفی الہام قوم کے دلوں کو اس زندگی کی تفصیلات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

انجیل میں بھی اسی قسم کی مثال پائی جاتی ہے جہاں ذکر آتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی وفات کے بعد حواری ایک جگہ جمع ہوئے تو ان پر روح القدس نازل ہوا اور وہ کئی قسم کی بولیاں بولنے لگ گئے۔ اور گو انجیل نویسوں نے اس واقعہ کو نہایت مضحکہ خیز صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد حواریوں میں یکدم کوئی ایسا تغیر پیدا ہوا جس کی طرف پہلے ان کی توجہ نہیں تھی اور وہ اس بات پر مجبور ہو گئے کہ اس تغیر کو روح القدس کی طرف منسوب کریں۔

غرض اللہ تعالیٰ نبی کی اس نئی زندگی کو بھی اس کی شخصی زندگی کی طرح اپنے الہام اور قدرت نمائی سے شروع کرتا ہے اور اسی وجہ سے نبی کے زمانہ میں اس کی جزئیات قوم کی نظروں سے پوشیدہ رکھی جاتی ہیں۔

قضیۂ قرطاس پر ایک نظر

یہاں مَیں ایک بات بطور لطیفہ بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ کہ شیعوں اور سُنیوں میں بہت مدت سے ایک نزاع چلا آتا ہے جسے قضیۂ قرطاس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس قضیۂ قرطاس کی تفصیل یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے رسول کریم ﷺ کو مرض الموت میں جب تکلیف بہت بڑھ گئی تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کاغذ اور قلم دوات لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے کوئی ایسی بات لکھوا دوں جس کے نتیجہ میں تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر شیعہ کہتے ہیں کہ دراصل رسول کریم ﷺ یہ لکھوانا چاہتے تھے کہ میرے بعد علیؓ خلیفہ ہوں اور انہیں کو امام تسلیم کیا جائے لیکن حضرت عمرؓ نے آپؐ کو کچھ لکھوانے نہ دیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ جانے دو، رسول کریم ﷺ کو اس وقت تکلیف زیادہ ہے اور یہ مناسب نہیں کہ آپ کی تکلیف کو اور زیادہ بڑھایا جائے ہمارے لئے ہدایت کے لئے قرآن کافی ہے اس سے بڑھ کر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ ساری چالاکی عمرؓ کی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کوئی وصیت کر جائیں تا کہ بعد میں حضرت علیؓ کو محروم کر کے وہ خود حکومت کو سنبھال لیں۔ اگر وہ رسول کریم ﷺ کو وصیت لکھوانے دیتے تو آپ ضرور حضرت علیؓ کے حق میں وصیت کر جاتے۔ اس اعتراض کے کئی جواب ہیں مگر میں اس وقت صرف دو جواب دینا چاہتا ہوں۔

اوّل یہ کہ رسول کریم ﷺ اگر حضرت علیؓ کے حق میں ہی خلافت کی وصیت کرنا چاہتے تھے تو حضرت عمرؓ کے انکار پر آپ نے دوبارہ یہ کیوں نہ فرمایا کہ قلم دوات ضرور لاؤ مَیں تمہیں ایک اہم وصیت لکھوانا چاہتا ہوں۔ آخر آپ کو پتہ ہونا چاہئے تھا کہ عمرؓ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) علیؓ کا دشمن ہے اور اس وجہ سے عمرؓ کی کوشش یہی ہے کہ کسی طرح علیؓ کو کوئی فائدہ نہ پہنچ جائے۔ ایسی صورت میں یقیناً رسول کریم ﷺ حضرت عمرؓ سے فرماتے کہ تم کیا کہہ رہے ہو، مجھے بے شک تکلیف ہے مگر میں اس تکلیف کی کوئی پروا نہیں کرتا، تم جلدی قلم دوات لاؤ تا کہ میں تمہیں کچھ لکھوا دوں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے دوبارہ قلم دوات لانے کی ہدایت نہیں دی بلکہ حضرت عمرؓ نے جب کہا کہ ہماری ہدایت کے لئے خدا کی کتاب کافی ہے تو رسول کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ (مسلم کتاب الوصیة باب ترث الوصیة لمن لیس لہ شیئٌ......) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ درحقیقت وہی کچھ لکھوانا چاہتے تھے جس کی طرف حضرت عمرؓ نے اشارہ کیا تھا اور چونکہ رسول کریم ﷺ کے سامنے انہوں نے ایک رنگ میں خدا کی کتاب پر ہمیشہ عمل کرنے کا عہد کر لیا اس لئے رسول کریم ﷺ نے اس بات کی ضرورت نہ سمجھی کہ آپ کوئی علیحدہ وصیت لکھوانے پر اصرار کریں۔ پس اس واقعہ سے حضرت عمرؓ پر نہ صرف کوئی الزام عائد نہیں ہوتا بلکہ آپ کے خیال اور رسول کریم ﷺ کے خیال کا توارد ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا جواب جو درحقیت شیعوں کے اس قسم کے بے بنیاد خیالات کو ردّ کرنے کے لئے ایک زبردست تاریخی ثبوت ہے وہ یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر وصیت وہی شخص لکھوا سکتا ہے جسے یہ یقین ہو کہ اَب موت سر پر کھڑی ہے اور اگر اس وقت وصیت نہ لکھوائی گئی تو پھر وصیت لکھوانے کا کوئی موقع نہیں رہے گا لیکن جسے یہ خیال ہو کہ مریض کو اللہ تعالیٰ صحت عطا کر دے گا اور جس مرض میں وہ مبتلا ہے وہ مرض الموت نہیں بلکہ ایک معمولی مرض ہے تو وہ وصیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور سمجھتا ہے کہ اس غرض کے لئے اسے تکلیف دینا بالکل بے فائدہ ہے۔ اب اس اصل کے ماتحت جب ہم ان واقعات کو دیکھتے ہیں جو رسول کریم ﷺ کی وفات پر صحابہؓ کو پیش آئے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو حکومت سنبھالنے کا خیال تو الگ رہا یہ بھی خیال نہیں تھا کہ آنحضر ﷺ فوت ہونے والے ہیں۔ چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے وفات پائی تو اس اچانک صدمہ نے جو ان کی توقع اور امید کے بالکل خلاف تھا حضرت عمرؓ کو دیوانہ سا بنا دیا اور انہیں کسی طرح یہ یقین بھی نہیں آتا تھا کہ رسول کریم ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ وہ جنہیں رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی یہ یقین نہیں آتا تھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں اور جن کے دل میں آپ کی محبت کا احساس اس قدر شدت سے تھا کہ وہ تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں مَیں اس کی گردن اُڑا دوں گا ان کے متعلق یہ کس طرح خیال کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ رسول کریم ﷺ اَب فوت ہونے والے ہیں آپؐ حضرت علیؓ کے حق میں کوئی بات نہ لکھوا دیں آپؐ کو کچھ لکھنے سے روک دیا ہو۔ بلکہ اگر ہم غور کریں تو شیعوں کی اِن روایات سے حضرت علیؓ پر اعتراض آتا ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کی وفات کی توقع کر رہے تھے جبکہ حضرت عمرؓ شدتِ محبت کی وجہ سے یہ سمجھ رہے تھے کہ معمولی بیماری کی تکلیف ہے آپ اچھے ہو جائیں گے اور ابھی وفات نہیں پا سکتے۔ پس اس سے حضرت علیؓ پر تو اعتراض وارد ہوتا ہے مگر حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ یہ امر ان کی نیکی، تقویٰ اور فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔

غرض میں یہ مضمون بیان کر رہا تھا کہ نبی کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعہ نبی کی قومی زندگی کی ابتدا کرتا ہے اسی لئے نبی کی وفات کے بعد قائم ہونے والی خلافت اور اس کی تفصیلات کو اللہ تعالیٰ نبی کی زندگی میں پردۂ اخفاء میں رکھتا ہے۔ ایسے ہی حالات میں رسول کریم ﷺ فوت ہوئے۔ جب آپؐ وفات پا گئے تو پہلے تو بعض صحابہؓ نے سمجھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے مگر جب انہیں پتہ لگا کہ آپ واقعہ میں فوت ہو چکے ہیں تو وہ حیران ہوئے کہ اب وہ کیا کریں اور وہ کون سا طریق عمل میں لائیں جو رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے مشن کی تکمیل کے لئے ضروری ہو۔ اسی پریشانی اور اضطراب کی حالت میں وہ اِدھر اُدھر پھرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر کے اندر اُن میں دو گروہ ہو گئے جو بعد میں تین گروہوں کی صورت میں منتقل ہو گئے۔

رسول کریم ﷺ کی وفات پر صحابہؓ کے تین گروہ

ایک گروہ نے یہ خیال کیا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد ایک ایسا شخص ضرور ہونا چاہئے جو نظامِ اسلامی کو قائم کرے مگر چونکہ نبی کے منشاء کو اس کے اہل و عیال ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ کے اہل میں سے ہی کوئی شخص مقرر ہونا چاہئے کسی اَور خاندان میں سے کوئی شخص نہیں ہونا چاہئے۔ اس گروہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر کسی اور خاندان میں سے کوئی شخص خلیفہ مقرر ہو گیا تو لوگ اس کی باتیں مانیں گے نہیں اور اس طرح نظام میں خلل واقع ہو گا لیکن اگر آپ کے خاندان میں سے ہی کوئی خلیفہ مقرر ہو گیا تو چونکہ لوگوں کو اس خاندان کی اطاعت کی عادت ہے اس لئے وہ خوشی سے اس کی اطاعت کو قبول کر لیں گے۔ جیسے ایک بادشاہ جس کی بات ماننے کے لوگ عادی ہو چکے ہوتے ہیں جب وفات پا جاتا ہے اور اُس کا بیٹا اُس کا جانشین بنتا ہے تو وہ اُس کی اطاعت بھی شوق سے کرنے لگ جاتے ہیں۔

مگر دوسرے فریق نے سوچا کہ اس کے لئے رسول کریم ﷺ کے اہل میں سے ہونے کی شرط ضروری نہیں مقصد تو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ایک جانشین ہو۔ پس جو بھی سب سے زیادہ اس کا اہل ہو اس کے سپرد یہ کام ہونا چاہئے۔

اس دوسرے گروہ کے پھر آگے دو حصے ہو گئے اور گو وہ دونوں اس بات میں متحد تھے کہ رسول کریم ﷺ کا کوئی جانشین ہونا چاہئے مگر ان میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ کا یہ جانشین کِن لوگوں میں سے ہو۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ جو لوگ سب سے زیادہ عرصہ تک آپ کے زیر تعلیم رہے ہیں وہ اس کے مستحق ہیں یعنی مہاجر اور ان میں سے بھی قریش جن کی بات ماننے کے لئے عرب تیار ہو سکتے ہیں۔ اور بعض نے یہ خیال کیا کہ چونکہ رسول کریم ﷺ کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے اور مدینہ میں انصار کا زور ہے اس لئے وہی اس کام کو اچھی طرح سے چلا سکتے ہیں۔

انصار اور مہاجرین میں اختلاف

غرض اب انصار اور مہاجرین میں اختلاف ہو گیا۔ انصار کا یہ خیال تھا کہ چونکہ رسول کریم ﷺ نے اصل زندگی جو نظام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ہمارے اندر گزاری ہے اور مکّہ میں کوئی نظام نہیں تھا اس لئے نظامِ حکومت ہم ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور خلافت کے متعلق ہمارا ہی حق ہے کسی اور کا حق نہیں۔ دوسری دلیل وہ یہ بھی دیتے کہ یہ علاقہ ہمارا ہے اور طبعاً ہماری بات کا ہی لوگوں پر زیادہ اثر ہو سکتا ہے، مہاجرین کا اثر نہیں ہو سکتا۔ پس رسول کریم ﷺ کا جانشین ہم میں سے ہونا چاہئے، مہاجرین میں سے نہیں۔ اس کے مقابلہ میں مہاجرین یہ کہتے کہ رسول کریم ﷺ کی جتنی لمبی صحبت ہم نے اُٹھائی ہے اتنی لمبی صحبت انصار نے نہیں اُٹھائی اس لئے دین کو سمجھنے کی جو قابلیت ہمارے اندر ہے وہ انصار کے اندر نہیں۔ اس اختلاف پر ابھی

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ہر شخص کا انفرادی امن بھی اور معاشرے کا امن بھی اور دنیا کا امن بھی اس ذات کے ساتھ وابستہ رہنے سے ہے جو امن دینے والی ذات ہے جس کا ایک صفاتی نام اَلْمُؤْمِنْ ہے۔

مساجد بھی اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ یہاں سے بھی امن کا پیغام دنیا کو پہنچتا ہے اور پہنچنا چاہئے۔ لیکن آج دیکھیں مسیح محمدی کو نہ ماننے والے ان کا کیا استعمال کر رہے ہیں۔ بظاہر مسجد ہے اور اندر دہشت گردوں کا اڈّہ بنا ہوا ہے۔

(لفظ مومن کے مختلف معانی کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْمُؤْمِنْ کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز–فرمودہ 6/جولائی 2007ء بمطابق 6/وفا 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ۔ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۔سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (الحشر:24)

فرمایا۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے اور کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ کا ایک نام مُـؤْمِـن ہے۔ جو ترجمہ مَیں نے پڑھا ہے، اس میں مُـؤْمِـنْ کے معنی امن دینے والے کے کئے گئے ہیں۔ پس ہر شخص کا انفرادی امن بھی اور معاشرے کا امن بھی اور دنیا کا امن بھی اُس ذات کے ساتھ وابستہ رہنے سے ہے جو امن دینے والی ذات ہے جس کا ایک صفاتی نام جیسا کہ آپ نے سنا اَلْمُؤْمِنْ ہے۔ پس اس نام سے فیض بھی وہی پائے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم صِبْغَةَ اللّٰه کہ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو، پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اِس سے دُور ہو کر ہر امن کی کوشش رائیگاں جائے گی۔ ہر کوشش کا آخری نتیجہ ذاتی مفادات کے حصول کی کوشش ہوگا نہ کہ امن۔ اور یہ امن اسی کو مل سکتا ہے جن کا ایمان کامل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل تب ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء پر بھی ایمان ہو جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ جو خاتم الانبیاء ہیں آپ پر ایمان لانا بھی اصل میں ایک مومن کو کامل الایمان بناتا ہے۔ آپؐ کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم اتارا اور ایک مسلمان کو اِس کا پابند کیا۔ اور پھر آنحضرت ﷺ نے ایک مسلمان کو اس بات کا بھی پابند فرمایا کہ تاریک زمانے کے بعد جب میرا مسیح و مہدی مبعوث ہوگا تو اسے ماننا، اسے قبول کرنا، اس کی بیعت میں شامل ہونا، یہ بھی تم پر فرض ہے اور وہ کیونکہ حَکَم اور عدَل بھی ہوگا اس لئے قرآن کریم کے معارف اور احکامات کی جو تشریح وہ کرے، جو وضاحت وہ کرے اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہی ہے جس نے تمام مسلمانوں کو بھی اور غیر مسلموں کو بھی میرے نام پر ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا اور اُمّت واحدہ بنانا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے والے ہی اللہ تعالیٰ کی صفت مومن سے حقیقی فیض پانے والے ہیں، ایمان میں بڑھنے والے ہیں، امن میں رہنے والے ہیں اور امن قائم کرنے والے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ یہ خصوصیات ہر احمدی میں ہونی چاہئیں۔ پس ہر احمدی کو اپنے ایمان میں ترقی کرتے ہوئے اس اہم بات کو ہمیشہ اپنے پلّے باندھے رکھنا چاہئے کہ صرف منہ سے مان لینا کافی نہیں ہوگا بلکہ ایمان میں بڑھنا اس میں ترقی کرنا، یہی ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی صفت مومن سے حقیقی رنگ میں فیضیاب کرنے والا بنائے گا۔ ورنہ اگر تعلیم پر عمل نہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ایک حصہ کو تو مان لیا کہ ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہمیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے ملے اور جنہیں اس زمانے میں آپؐ کے غلام صادق نے پھر خوبصورت انداز میں پیش کر کے ان پر عمل کرنے کی ہمیں نصیحت فرمائی، اس پر ہم پوری طرح کاربند ہونے کی کوشش نہ کر کے عملاً اپنے ایمان کو کمزور کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کے ایمان کو مضبوط کرتا چلا جائے، اسے اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ اپنی ذات میں بھی اور اپنے معاشرے میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت مومن کا حقیقی پرتو نظر آئے۔

مومن کے مزید معانی جو اہل لغت اور مفسرین نے بعد میں پیش کئے ہیں، اب مَیں وہ بیان کرتا ہوں۔ لسان العرب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْمُؤْمِن کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ مومن وہ ہستی ہے جس نے اپنی مخلوق کو اس بات سے امن عطا کیا کہ ان پر ظلم کرے۔ بعض نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ مومن وہ ذات ہے جس نے اپنے اولیاء کو اپنے عذاب سے امن بخشا ہے۔ پہلے معنی وسعت کے لحاظ سے زیادہ وسیع دائرے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر چیز پر حاوی ہے، اس لئے ظلم کا تو سوال ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو عذاب کا سوال کیا؟ وہ تو خود بخود امن میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر جو ابتلاء آتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ تو ان کا ایک امتحان ہوتا ہے جس میں سے وہ گزرتے ہیں اور بجائے شکوہ کے اللہ تعالیٰ کی مدد اور دعاؤں سے اس میں سے گزر جاتے ہیں۔

ابوالعباس کہتے ہیں کہ عربوں کے نزدیک اَلْمُؤْمِنُ کا معنی اَلْمُصَدِّق ہے اور مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اُمّتوں سے رسولوں کی تبلیغ سے متعلق سوال کرے گا تو وہ کسی بھی رسول کی بعثت کا انکار کر دیں گے اور اپنے انبیاء کی تکذیب کریں گے۔ پھر امت محمدیہ لائی جائے گی اور ان سے یہی سوال کیا جائے گا تو وہ سابقہ انبیاء کی بھی تصدیق کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ ان کی تصدیق کرے گا۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کو مومن یعنی اَلْمُصَدِّق کہا گیا ہے نیز محمد ﷺ اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور یہی مضمون اس آیت کریمہ کا ہے جو فرمایا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ۔ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:42) یعنی پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

پھر کہتے ہیں کہ......اور جو قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے لئے آیا ہے کہ وَيُؤْمِنُ

لِلْمُؤْمِنِيْنَ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مومنوں کی تصدیق کرتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی صفت اَلْـمُـؤْمِـن کے معنی ہیں جو اپنے بندوں سے کئے ہوئے وعدے سچ کر دکھائے۔ جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا، مومن وہ ہیں جو کامل ایمان والے ہیں۔ تمام انبیاء پر ایمان لانے والے ہیں اور یہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے دی۔

ابو العباس کے اس اقتباس نے اسے مزید کھولا ہے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ایک احمدی جو دراصل تمام انبیاء کی تصدیق کرنے والا ہے، ان کو ماننے والا ہے۔ وہی ہے جو حقیقی رنگ میں مومن ہے۔ آنحضرت ﷺ کو گواہ ٹھہرایا گیا ہے پہلے انبیاء پر بھی اور بعد میں آنے والے پر بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: اللہ جلشانہ نے اسلامی امت کے کُل لوگوں کے لئے ہمارے نبی ﷺ کو شاہد ٹھہرایا ہے اور فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (المزمل:16) اور فرمایا وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:42) مگر ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر تو آنحضرت ﷺ صرف تئیس برس تک اپنی امت میں رہے، پھر یہ سوال کہ دائمی طور پر وہ اپنی اُمّت کے لئے کیونکر شاہد ٹھہر سکتے ہیں یہی واقعی جواب رکھتا ہے کہ بطور استخلاف کے یعنی موسیٰ علیہ السلام کی مانند خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے لئے بھی قیامت تک خلیفے مقرر کر دیئے اور خلیفوں کی شہادت بعینہٖ آنحضرت ﷺ کی شہادت متصور ہوئی...... غرض شہادتِ دائمی کا عقیدہ جو نصِ قرآنی سے بتواتر ثابت اور تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے تبھی معقولی اور تحقیقی طور پر ثابت ہوتا ہے جب خلافت دائمی کو قبول کیا جائے"۔

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 363)

پس ہم احمدی اس ایمان پر قائم ہیں، ایک تو آخرت میں تصدیق ہونی ہے جو ایمان بالغیب پر یقین کرتے ہوئے ہونی ہے۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کے بعد کے زمانے کی تصدیق بھی آنے والے کو ماننے پر ہونی ہے جو خاتم الخلفاء ہے۔ یہ مُہر ہے جو کامل الایمان پر آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی لگے گی۔ احمدی کی تصدیق اس اعزاز کے ساتھ ہوگی کہ ہاں اس نے پہلوں کو بھی مانا اور بعد میں آنے والوں کو بھی مانا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص آیا تھا۔ اس نے کچھ کہا تھا تو آپؐ نے فرمایا بس کر اب تو مَیں اپنی ہی امت پر گواہی دینے کے قابل ہو گیا ہوں۔ مجھے فکر ہے کہ میری امت کو میری گواہی کی وجہ سے سزا ملے گی"۔

(الحکم جلد 7 نمبر 9 مورخہ 10/ مارچ 1903ء)

گواہی کی وجہ سے کیوں سزا ملے گی؟ اس لئے کہ ایمان لانے کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی پھر جو مصدق اعظم ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس کی تصدیق کا اختیار دیا ہے ان کے عاشق صادق کو نہیں مانا۔ پس یہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق پہلوں اور آخرین دونوں کے لئے ہے۔

اور پھر جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مومن کے معنی ہیں کہ جو مومنوں سے اپنے کئے ہوئے وعدے سچ کر دکھائے تو یہ وعدے بھی آج اُس خلافت کی تصدیق کی وجہ سے ہیں جو جماعت احمدیہ سے ہی اللہ تعالیٰ پورے فرما رہا ہے۔ کیا مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو دین کی تمکنت حاصل ہے؟ منہ سے بے شک ڈھٹائی سے کہتے رہیں جو چاہے کہیں لیکن صورتحال ہر ایک کے سامنے ہے۔

پھر امام راغب اپنی لغت مفردات امام راغب میں لکھتے ہیں کہ اَلْـمُـؤْمِـن کے اصل معنی ہیں طمانیت نفس حاصل ہونا اور خوف کا زائل ہونا۔

پھر لکھتے ہیں کہ آمِن، امن پانے والا، بعض کے نزدیک اس سے مراد ہے اللہ کے حکم کے مطابق امن پانے والا اور اس لحاظ سے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران:98) کا معنی ہوگا کہ جو شخص حرم میں داخل ہو جائے نہ اس سے قصاص لیا جاتا ہے نہ اس کے اندر قتل کیا جاتا ہے سوائے اس کے کہ وہ حرم کی حدود سے باہر آ جائے۔ کہتے ہیں یہی مضمون ان آیات میں ہے۔ فرمایا اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا (العنکبوت:68) کہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک امن والا حرم بنایا ہے۔ یہ معنی جو انہوں نے کئے ہیں اس سے بھی بہت وسیع معنی ہیں۔ یہ اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا اعلان ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔ جو بھی مسلمانوں کے حالات ہوئے یا ہیں، اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو توفیق دی ہے کہ اس کے تقدس کو قائم رکھیں بلکہ اصل میں تو کہنا یہ چاہئے کہ یہ تقدس اللہ تعالیٰ نے خود قائم کیا ہوا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی اس کا تقدس تھا۔ عربوں کی جہالت کے زمانے میں بھی اس کی حیثیت حرم کی تھی اور امن کا نشان سمجھا جاتا تھا جبکہ اردگرد کے ماحول میں اُس جہالت کے دور میں کسی بھی قسم کے امن کی ضمانت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس امن والے گھر کی حفاظت بھی خدا تعالیٰ نے ہمیشہ خود فرمائی ہے۔ قرآن کریم میں وہ واقعہ درج ہے جس میں اصحاب فیل سے محفوظ رکھا تھا۔ اس لشکر کے سامنے اس وقت اہل مکّہ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ دنیا کو یہ بتا دیا کہ یہ امن والا گھر میرا گھر ہے۔ اس کو دنیا کے امن کے نشان کے طور پر مَیں نے بنایا ہے۔ اس کی طرف جو بھی ٹیڑھی نظر سے دیکھے گا اس کی اپنی سلامتی اور امن کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔

پھر یہ دوسری آیت کی مثال دیتے ہیں کہ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرہ:126) اور جب ہم نے اپنے گھر کو لوگوں کے بار بار اکٹھا ہونے کی اور امن کی جگہ بنایا اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کے طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب گھر کو پاک صاف بناؤ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لفظ اَمْنًا کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا کہ اٰمَنَهٗ یہ مقام امن والا ہوگا۔ اس کے ایک معنے یہ ہیں یعنی اسے دوسروں سے ہمیشہ محفوظ رکھا جائے گا۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ یہ مقام دوسروں کو امن دینے والا ہوگا اور چونکہ حقیقی امن اطمینان قلب سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اَمْنًا کے تیسرے معنے یہ بھی ہیں کہ اطمینان قلب بخشنے والا۔

امن کے ذکر کے بعد اس آیت میں مَقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى کا جو ذکر آیا ہے اس لئے کہ اے مسلمانو! یہ لوگوں کے امن کی ضمانت بھی ہے اور ابراہیمی قربانیوں اور عبادتوں میں اس کا امن چھپا ہوا ہے۔ اس پر عمل کر کے ہی تم امن حاصل کر سکتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "تم اپنی نمازگاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ۔ یعنی کامل پیروی کرو تا نجات پاؤ"۔ پھر فرمایا "یہ ابراہیم جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجا لاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونے پر اپنے تئیں بناؤ"۔ پھر فرمایا کہ "آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمّت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا"۔

(اربعین نمبر 3، روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 420-421)

پس امن کی یہ ضمانت اس گھر سے منسوب ہونے والے کے لئے تب ہے جب عبادت کے بھی وہ رُخ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس زمانے میں کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ان کو امن دینے والا ہے جو آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کی پیروی کرنے والے ہیں۔

پس احمدی کو چاہئے کہ اپنی دعاؤں میں اس امن والے گھر کو بھی ہمیشہ اس لحاظ سے پیش نظر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ پہلا گھر جو امن وسلامتی کا نشان ہے جس میں آج احمدی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے، احمدی کے لئے وہاں داخل ہونے میں امن کی کوئی ضمانت نہیں ہے جو اُس ابراہیم کے پیرو ہیں جو سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے امن والے گھر میں داخل ہو، اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا فرمائے کہ مسیح محمدی اور اِس زمانے کے ابراہیم کے ماننے والے امن وسکون سے اس امن والے گھر میں داخل ہو سکیں اور جب وہ وقت آئے گا اور انشاء اللہ ضرور آئے گا تو پھر دنیا دیکھے گی اور تسلیم کرے گی کہ ہاں اب اس کے حقیقی وارث اس تک پہنچے ہیں اور اب اس امن کے سمبل (Symbol) کا اثر بھی دنیا میں پیار، محبت اور امن وسلامتی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

اس کا نقشہ خود امام راغب بھی پیش کر رہے ہیں۔ مسیح کی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ نیز نزول مسیح کی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ تَقَعُ الْاَمَنَةُ فِی الْاَرْضِ یعنی زمین پر مسیح کے آنے سے امن وامان قائم ہو جائے گا۔ پس یہ امن اس مسیح سے وابستہ ہے جو آ چکا ہے اور جس نے جنگ اور قتال کے

DEAN MANSON SOLICITORS

We specialise in Immigration & Nationality law; Commercial, Media & Entertainment, Conveyancing, Employment, Family & Ancillary Proceedings, Criminal & Civil Litigation

CONTACT

Muzaffar Mansoor- Ejaz Baig & Shazia Bhatti (Solocitors)

243-245 MITCHIM ROAD-TOOTING, LONDON SW17 9JQ

TEL: 020 8767 5000 — FAX: 020 8767 0456

EMAIL: info@dmansonsolicitors.com

خلاف آواز اٹھائی ہے۔اب اس کی آواز کوسن کربھی مسلمان نہ سمجھیں اوراس انتظار میں بیٹھے رہیں تو ان کی بدقسمتی ہے۔ جو یہ تشریح کرتے ہیں کہ مسیح کے آنے کے بعداس نے کیا کرنا ہے۔ اگراس کو دیکھیں گے تو اُس مسیح نے کیا امن قائم کرنا ہے جوان کے نظریہ کے مطابق آئے گا۔اس نے تو طاقت سے صلیب کوبھی توڑنا ہے،اس نے توقتل وغارت بھی کرنی ہے۔کیاقتل وغارت سے دنیا کےامن قائم ہوتے ہیں۔

پھروہ کہتے ہیں کہ اَمَن دومعنوں میں آتا ہےایک معنی یہ ہیں کہ کسی کے لئے امن مہیا کرنا اور اس معنی میں اللہ تعالیٰ کومومن کہا جاتا ہے،یعنی امن عطا کرنے والا۔اوراَمَن کے دوسرے معنی ہیں۔خود امن میں آگیا۔اسے طمانیت نصیب ہوگئی۔ اَلْاِیْمَان یہ لفظ تو کبھی اس شریعت کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لےکر آئے ہیں۔جیسا کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ (المائدۃ:70) ۔اورمومن اس معنی کے لحاظ سے ہراس شخص کوکہا جائے گا جواللہ کی ہستی اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا اقرار کرتے ہوئے اس کے دائرے میں داخل ہوتا ہےاورکبھی ایمان کالفظ بطور مدح کے استعمال ہوتا ہے۔ تب ایمان سے مراد ہوتا ہے اپنے نفس کواس طرح حق کا مطیع بنا دینا کہ حق کی تصدیق کرتا ہو۔

جوآیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس کی تفسیر میں روح المعانی میں مومن کے لفظ کے تحت لکھا ہے کہ اپنی اوراپنے رسولوں کی اس بارے میں تصدیق کرنے والا کہ انہوں نے اس کی طرف سے،یعنی اللہ کی طرف سے جو پیغام پہنچایا ہے وہ درست ہے،خواہ وہ یہ تصدیق اپنے قول سے کرے یا معجزات دکھانے سے کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی وضاحت میں مومن کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:’’ خدا امن کا بخشنے والا اوراپنے کمالات اورتوحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے۔ وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہرایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے‘‘۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی،روحانی خزائن جلد 10صفحہ375)

پس یہ ہے امن بخشنے والا خدا جس پر ایمان کی مضبوطی اسے ہرمخالف کے مقابل پر جرأت دلاتی ہے۔روح المعانی میں مومن کے لفظ کی مزید وضاحت میں لکھا ہے کہ اَلْمُوْمِن کا معنی ہے وہ جواپنے بندوں کوسب سے بڑی گھبراہٹ یعنی قیامت کے دن سے امن بخشنے والا ہے۔ پھر بندوں کواس سب سے بڑی گھبراہٹ سے اس طرح امن بخشنے والا ہے کہ ان کے دلوں میں طمانیت پیدا کردے یا انہیں اپنی جناب سے خبردے کر امن بخشے کہ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔

ثعلب نے بیان کیا ہے کہ اَلْمُوْمِن کا معنی مصدق ہے اوراللہ تعالیٰ مومنوں کے دعویٰ ایمان کی تصدیق کرنے والا ہے۔بعض نے اَلْمُوْمِن کا معنی کیا ہے وہ جوکہ زوال کے عیب سے خود امن میں ہے کہ خدا تعالیٰ پرکسی قسم کا زوال آنا محال ہے۔

پس یہ ہیں لفظ مومن کے چند معانی جواللہ تعالیٰ کی ذات میں استعمال ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ امن دینے والا بھی ہے،امن میں رکھنے والا بھی ہے اورایمانوں کومضبوط کرنے والا بھی ہے۔اس لئے ہراحمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس اللہ تعالیٰ کی ہرصفت پراپنے کامل ایمان کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں۔

خانہ کعبہ کا پہلے ذکر چل رہا تھا، یہ اللہ کا گھر ہے۔مساجد بھی اسی طرح اللہ کا گھر ہیں اور عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ یہاں سے بھی امن کا پیغام دنیا کو پہنچتا ہے اور پہنچنا چاہئے اور مساجد کی یہی حقیقی روح ہے۔لیکن آج دیکھیں مسیح محمدی کو نہ ماننے والے ان کا کیا استعمال کررہے ہیں۔گزشتہ چند دنوں سے پاکستان میں جوامن وسکون برباد ہوا ہے وہ کیا ہے؟ بظاہر مسجد ہے لیکن اندر دہشت گردوں کا اڈا بنا ہوا ہے، حکومت کے مقابلے پر کھڑے ہیں۔ جنگ کی صورت حال بنی ہوئی ہے۔احمدیوں پر یہ الزام لگتا تھا کہ ربوہ کوسٹیٹ کے اندر سٹیٹ بنایا ہوا ہے اوراب خود لال مسجد اور جامعہ حفصہ وغیرہ کے حوالے سے یہ بیان دے رہے ہیں کہ انہوں نے قانون کو اتنا اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے کہ حکومت کے مقابلے پر کھڑے ہیں، سٹیٹ کے اندر سٹیٹ ہے اور یہ کبھی برداشت نہیں ہوسکتی تو خود ان کے مونہوں سے ہی اللہ تعالیٰ یہ باتیں نکلواتا ہے۔ان لوگوں نے امن قائم کرنا ہے؟ ان لوگوں کے دعویٰ ایمان کی اللہ تعالیٰ تصدیق کرے گا؟ ہم مومن اوردوسرے الفاظ کی جوتعریف سن کے آئے ہیں اس زمرے میں تو یہ نہیں آتے۔اللہ تعالیٰ تو ان کی تصدیق کرتا ہے جو اپنے نفس کوحق کا مطیع بناتے ہیں اور ان کا دعویٰ حق کا ہوگا۔لیکن ان کا عمل کیا ہے،؟ حکومت سے ٹکر لے رہے ہیں جوقطعاً کھلے طور پر بغاوت ہے اوراللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی ہے۔لیکن اگر یہ اپنے آپ کوحق پر سمجھتے ہیں توجب حکومت نے ایکشن لیا تو پھرحق بھول گئے۔ پھرعورتوں میں شامل ہو کر برقعہ پہن کرنکل گئے۔تو یہ ان کا حق ہے۔کیا یہ ایمان کی مضبوطی ہے۔

ایمان دیکھنا ہے تو آج احمدیوں میں دیکھیں جنہوں نے کلمے کواپنے سینے سے لگایا اور کلمے کواپنے سینے سے اترنے نہیں دیا اوراس وقت جیلیں بھر دیں۔ مردوں،عورتوں اور بچوں نے ایمان کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کردیئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں طمانیت قلب عطا فرمائی تھی اور اپنے وعدے کے مطابق ان کو ہمیشہ خوف سے امن کی حالت میں بدلنے کے نظارے دکھائے تھے اوراس بات نے ان کے ایمانوں کومزید مضبوطی بخشی کہ جس خدا نے یہاں وعدے پورے کئے ہیں اگلے جہان میں بھی انشاءاللہ تعالیٰ اپنے وعدے پورے کرے گا۔

پس احمدی کو ہمیشہ اپنے ایمانوں پرمضبوطی سے قائم رہتے ہوئے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جس کے حصول کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے اوراس کے حصول کے لئے ہم نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے۔اللہ کرے کہ ہراحمدی اس تعلیم پرمکمل طور پرعمل کرنے والا ہو۔

☾☾☾☾☾☾☾☾

بقیہ:چوہدری محمد اسلم صاحب
از صفحہ نمبر 14

نام بدل کر اسلم پور رکھ دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس قسم کے لوگ احمدیت میں دیکھنا چاہتے تھے آپ اس کا عملی نمونہ تھے اور جماعت کے لئے ایک خاص غیرت اپنے دل میں رکھتے تھے۔

پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کوآپ کی کونسی بات پسند آگئی تھی زندگی کے آخری کئی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے علاقہ میں بہت عزت دی۔ ایک دفعہ سیالکوٹ میں ایک جج کی عدالت میں ایک کیس تھا۔ دونوں پارٹیوں نے کہا کہ ہم نے چوہدری صاحب سے فیصلہ کروانا ہے۔عدالت نے کیس خارج کر دیا۔ آپ نے انصاف کے ساتھ دونوں پارٹیوں کے لئے قابل قبول فیصلہ کردیا۔لیکن آپ نے ہمیشہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ وقت گزارا ۔اگرچہ گاڑی اور ڈرائیور پاس تھا لیکن اگر سائیکل پر بیٹھ کر دوسرے گاؤں وغیرہ چلے جاتے۔

آپ کی وفات (3 رفروری 2007ء) پر جب آپ کی میت لاہور سے گاؤں پہنچی ۔لوگوں کا ایک بڑا ہجوم لائن بنا کر پورا دن میت کا دیدار کرتا رہا۔اکثر لوگ رو رہے تھے ۔مکرم امیر صاحب سیالکوٹ نے گاؤں میں نماز جنازہ پڑھائی ۔جس میں بہت سے غیر از جماعت لوگ شامل ہوئے۔آپ موصی تھے ۔جب دفنانے کے لئے ربوہ لے کر گئے تو پولیس کی گارد جنازے کے ساتھ تھی ۔بہت سے غیر از جماعت احباب بھی ربوہ گئے۔

مسجد مبارک میں فجر کی نماز کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی اوربہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد امیر مقامی مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے دعا کروائی۔اسی دن جب ہم آپ کو دفنا کر واپس گاؤں آئے۔تو وزیر اعلیٰ پنجاب ،سابق وزیر اعظم پاکستان ،اکثر صوبائی ووفاقی وزیر،صوبائی اورقومی اسمبلی کے ممبران،اعلیٰ سرکاری افسر تعزیت کے لئے ہمارے گاؤں آئے۔آپ کو ہمیشہ اپنی عزت کا خیال رہتا تھا ۔فوت ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کی پاسداری کی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے ۔ہم سب پسماندگان کو آپ کی نیکیوں اور خوبیوں کا حقیقی وارث بنائے اور ایسے اعمال کی توفیق بخشے جو آپ کی بلندیٔ درجات کا موجب ہوں۔اور ہم ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا فیض پاتے رہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس(30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس(45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ(65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

امن کا بنیادی اصول

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں ۔اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں ان کی عظمت بٹھا دی اوران کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے‘‘۔

(تحفۂ قیصریہ ۔روحانی خزائن جلد 12صفحہ259)

جماعت احمدیہ قرغیزستان کے
پہلے مشن ہاؤس کا افتتاح اور
جلسہ یوم خلافت کا انعقاد

(رپورٹ مرتبہ : بشارت احمد شاھد۔ مبلغ سلسلہ کارا کول قرغیزستان)

آج سے تقریباً ایک سو سال سے زائد عرصہ قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ پیش گوئی فرمائی کہ مَیں اپنی جماعت کو روس کے علاقہ میں ریت کے ذرّوں کی مانند دیکھتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری ہزارہا پیشگوئیوں کی طرح اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کے آثار بھی شروع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات سے کئی سابق روسی ریاستوں میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پودا لگ چکا ہے۔ جماعت اپنی ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جارہی ہے۔ کئی جگہوں پر احمدیت کے جزیرے ابھر رہے ہیں۔ اس وقت جن ممالک میں احمدیت پروان چڑھ رہی ہے ان میں ایک چھوٹا سا ملک قرغیزستان بھی ہے۔ اس کا دارالحکومت بشکیک ہے۔ ملک کی کل آبادی پانچ ملین نفوس پر مشتمل ہے جس میں قیرغز قوم کے علاوہ ازبک، روسی، ترک، قزاق، تاتار، تاجک اور جرمن قومیت کے لوگ آباد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں جماعت کا آغاز 1995ء میں ہوا جب مکرم حافظ ظہور احمد صاحب مبلغ سلسلہ ایک احمدی بزنس مین مکرم نعیم اللہ خان صاحب کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ ان کی آمد سے یہاں احمدیت کا پیغام پہنچا۔ ابتدا میں چند بیعتیں ہوئیں۔ نو احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کا کام شروع کر دیا گیا اور ساتھ ہی جماعت کی رجسٹریشن کے لئے کوشش شروع کر دی گئی۔ ایک لمبے عرصہ کی جہد مسلسل کے نتیجہ میں 2002ء میں یہاں جماعت کی رجسٹریشن ہوگئی۔ الحمدللہ علی ذالک۔

آغاز میں ایک لمبے عرصہ تک کرایہ کے مشن ہاؤسز میں رہ کر کام کرنا پڑا۔ جوں جوں افرادِ جماعت کی تعداد بڑھتی گئی ان کی تعلیم و تربیت کے لئے اور اجتماعیّت کے لئے مستقل مشن ہاؤس کی ضرورت کا شدّت سے احساس ہونے لگا۔ اس کے لئے بارہا کوشش بھی کی گئی مگر ہر بار کوئی نہ کوئی روک آڑے آئی۔ کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر احباب جماعت نے ہمت نہیں ہاری۔ بڑے صبر و استقلال سے دُعائیں بھی کرتے رہے اور اچھی اور مناسب جگہ کی تلاش میں بھی رہے۔

بالآخر چند ماہ قبل اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور خاص عنایات سے جماعت احمدیہ قرغیزستان کو ایک بہت ہی اعلیٰ اور خوبصورت مشن ہاؤس عطا فرمایا ہے۔ یہ مشن ہاؤس ہر لحاظ سے نہ صرف وسطی ایشیا میں بلکہ سابق USSR کے تمام مشن ہاؤسز سے منفرد و ممتاز ہے۔ مشن ہاؤس کے افتتاح اور جلسہ یوم خلافت کے انعقاد کے لئے 27 مئی کے بابرکت دن کا انتخاب کیا گیا۔ تمام جماعتوں کو مطلع کر دیا گیا کہ احمدی احباب اپنی بساط کے مطابق اس موقع پر حاضر ہو کر اس بابرکت تقریب میں شمولیت فرمائیں۔ مکرم ارشد محمود ظفر صاحب نیشنل پریذیڈنٹ و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ قرغیزستان کی طرف سے تمام مرکزی اور لوکل مبلغین کو پیغام دیا گیا کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں کے احباب کو تقریب افتتاح اور جلسہ یوم خلافت کے لیے دارالحکومت بشکیک آنے کی تلقین کریں۔ 27 مئی سے تقریباً دو ہفتہ قبل تمام ڈیوٹیاں تقسیم کر دی گئیں۔ جماعت احمدیہ بشکیک کے 23 انصار وخدام اور لجنات نے انتہائی اخلاص اور خلافت احمدیہ سے اپنی وفا کا عملی اظہار کرتے ہوئے دن رات کام کیا۔ 26 مئی کو مکرم نیشنل صدر صاحب نے تمام انتظامات کا حتمی جائزہ لیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 25 مئی بروز جمعۃ المبارک رات 30-2 بجے جماعت احمدیہ اوش اور جلال آباد سے مکرم ملک طاہر حیات صاحب مرکزی مبلغ اور مکرم طلائی بیک صاحب لوکل مشنری کی معیت میں 23 افراد پر مشتمل قافلہ بشکیک پہنچا۔ جماعتی روایات کے مطابق استقبال پر موجود خدام نے انتہائی گرم جوشی اور جذباتی کیفیت کے ساتھ احبابِ جماعت کو خوش آمدید کہا۔ افرادِ قافلہ 700 کلومیٹر کا پہاڑی اور انتہائی تھکا دینے والا سفر تقریباً سولہ گھنٹے میں طے کر کے پہنچے تھے۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد ہمسایہ ملک قزاقستان سے چار افراد پر مشتمل وفد پہنچا۔ اگلے دن بروز ہفتہ مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ قزاقستان کی معیت میں پندرہ افراد پر مشتمل ایک اور وفد بھی شامل ہوا۔ اس وفد میں شامل کچھ افراد تقریباً 1200 کلومیٹر کا سفر طے کر کے پہنچے تھے۔

اسی روز جماعت احمدیہ کاراکول سے خاکسار 9 افراد پر مشتمل قافلہ لے کر دارالحکومت پہنچا۔ 27 مئی کو علی الصبح جماعت احمدیہ توک موک سے چھ افراد پر مشتمل ایک قافلہ پہنچا۔ ان افراد میں جماعت احمدیہ قرغیزستان کے پہلے رشین احمدی مکرم اسلام بیک صاحب بھی شامل تھے۔ تقریبِ افتتاح اور جلسہ یومِ خلافت کے تمام مہمانان کی رہائش اور طعام کا انتظام مشن ہاؤس کی پہلی اور دوسری منزل پر کیا گیا تھا۔ جلسہ یومِ خلافت کی مناسبت سے پہلی بار کچھ بینرز اردو، قیرغیز اور روسی زبانوں میں تیار کروا کر مشن ہاؤس میں آویزاں کیئے گئے۔

27 مئی کو دن کا آغاز باجماعت نماز تہجد سے کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد قزاقستان سے آئے ہوئے لوکل مشنری مکرم Rufat Tukamov صاحب نے درس حدیث دیا۔ جلسہ یومِ خلافت کو دو سیشنز میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مکرم ارشد محمود ظفر صاحب نیشنل پریذیڈنٹ و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ قیرغیزستان کی زیرِ صدارت پہلے سیشن کا آغاز 11:15 بجے لوکل وقت کے مطابق ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض لوکل احمدی مکرم Saeed Nazarkulov صاحب نے سرانجام دیئے۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد ایک پاکستانی خادم مکرم عبدالستار صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔ بعد ازاں رشین زبان میں اس کا ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔ سب سے پہلی تقریر ''احمدیت کا قیام اور مقصد'' کے موضوع پر قزاقستان سے آئے ہوئے مہمان مکرم Taibektegi Nurim صاحب نے کی۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ قرغیزستان کے لوکل مشنری مکرم Usmanov Talaibek صاحب نے ''خلافت احمدیہ'' کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ یہ دونوں تقاریر رشین زبان میں تھیں۔ ان کے بعد الازھر سے فارغ التحصیل مکرم Saeed Nazarkulov صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ ''یا عین فیض اللہ'' پیش کیا جس کا روسی ترجمہ مکرم Bakit Kutukeev صاحب نے پیش کیا۔ اس کے بعد خاکسار نے ''اطاعت خلافت'' کے عنوان سے قرغیز زبان میں تقریر کی۔ اس تقریر کے بعد ایک چینی قوم سے تعلق رکھنے والے غیر احمدی امام مسجد مکرم محمد صاحب نے جماعت سے اپنے تعارف اور محمد عثمان چینی صاحب سے ہونے والی ملاقات کا ذکر کیا۔ حقیقت احمدیت کا اعتراف کیا نیز چینی ترجمہ قرآن کی خوبیوں کا ذکر کیا۔ ان کی تقریر کے ساتھ ہی پہلے اجلاس کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی اور وقفہ برائے نماز ظہر و عصر ہوا۔ بعد از نماز مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

تین بجے سہ پہر دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس اجلاس کی پہلی تقریر لوکل مشنری مکرم AsilBek Bektenov صاحب نے ''نظام خلافت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان پر قرغیز زبان میں کی۔ اس تقریر کے بعد مکرم منور احمد شاہد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا جس کا قرغیز زبان میں ترجمہ مکرم Bektenov AsilBek صاحب نے پیش کیا۔

اس اجلاس کی آخری تقریر مکرم طاہر حیات صاحب مبلغ سلسلہ نے اردو میں کی۔ ان کی تقریر کا عنوان ''صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام'' تھا جس کا روسی ترجمہ مکرم ڈاکٹر خرم بلال صاحب نے پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم Altinbek صاحب امیر جماعت احمدیہ قزاقستان نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ انہوں نے تقریبِ افتتاح اور یومِ خلافت کی مناسبت سے جماعت احمدیہ قزاقستان کی طرف سے تمام احباب کو مبارکباد پیش کی۔ اس کے بعد قرغیزستان کے پہلے روسی احمدی اسلام بیک صاحب نے اپنے ترک عیسائیت سے لے کر قبولیت احمدیت تک کے دلچسپ اور ایمان افروز حالات بیان کئے۔ آخر پر مکرم ارشد محمود صاحب ظفر نیشنل پریذیڈنٹ و مشنری انچارج جماعت احمدیہ قرغیزستان نے قرغیز زبان میں خلافت احمدیہ کا جماعت کے ساتھ جو للٰہی محبت اور تعلق ہے اس کے بارہ میں چند واقعات کا ذکر کیا کہ کس طرح خلیفہ وقت ایک ایک جماعت کے دکھ درد کو بانٹتا اور محسوس کرتا ہے۔ یہ وہ تعلق ہے جس کی نظیر آپ کو کرہ ارض پر نہ کسی مذہبی جماعت میں ملے گی اور نہ کسی سیاسی جماعت میں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم خلافت کی اس رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں تا کہ وہ فیوض اور برکات اور نصرت الٰہی جو اس تعلق کے نتیجہ میں ملتی ہے ہمیشہ اس کے وارث بنتے رہیں۔ مزید برآں انہوں نے تمام حاضرینِ جلسہ کا خاص طور پر قزاقستان سے تشریف لائے ہوئے مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح ڈیوٹی دینے والوں کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ آخر پر انہوں نے دُعا کروائی اور اس طرح جماعت احمدیہ قرغیزستان کے مشن ہاؤس کے افتتاح کی تقریب اور پہلا نیشنل جلسہ یومِ خلافت اپنے اختتام کو پہنچا۔ دُعا کے وقت احباب جماعت کی فرط جذبات سے آنکھیں پُرنم تھیں۔ سب اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر شکر کے جذبات سے لبریز تھے اور آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ ایک دوسرے کو گلے مل کر مبارکباد پیش کر رہے تھے۔

جلسہ کی کل حاضری 140 نفوس پر مشتمل تھی جن میں سے 32 غیر از جماعت احباب تھے۔

آخر پر قارئین کی خدمت میں عاجزانہ درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رشین ریاستوں میں جماعت کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب کرے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی یہ پیش گوئی جلد پوری فرمائے کہ مَیں اپنی جماعت کو روس کے علاقہ میں ریت کے ذرّات کی مانند دیکھتا ہوں۔ آمین۔

❁❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ گیمبیا میں
جلسہ یوم خلافت کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ :محمود احمد طاھر۔ مبلغ سلسلہ گیمبیا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے گیمبیا کے Lower River Region (LRR) میں دس جگہوں پر جلسہ یوم خلافت منعقد کرنے کی توفیق پائی ہے۔ ہر جگہ احباب کرام نے جوش و جذبہ کے ساتھ ان جلسوں میں شرکت کی۔ اور خلافت کی حقیقت اور برکات سے مستفید ہوئے۔

سب سے بڑا جلسہ طاہر احمدیہ مسلم ہائی سکول مانسا کونکو (Mansa Konko) میں منعقد ہوا۔ جس میں سکول کے طلباء میں سے ایک نے تلاوت کی اور ایک نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصیدہ ''یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ'' سے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھے۔ مکرم مدثر منصور صاحب نے ''اسلام میں خلافت کی اہمیت'' اور مکرم ابوبکر نیابلی صاحب (Abu Bakar Niably) وائس پرنسپل نے ''برکات خلافت'' کے موضوع پر تقاریر کیں۔ اس میں سات سو چالیس طلباء اور سٹاف کے ممبران شامل ہوئے۔ اور سوال و جواب کا موقع بھی دیا گیا۔ آخر پر اختتامی دعا پر یہ جلسہ ختم ہوا۔

قارئین کی خدمت میں درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس تقریب کو سعید روحوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا دے اور ہماری حقیر کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

بقیہ: خلافت راشدہ از صفحہ نمبر 4

دوسرے لوگ غور ہی کر رہے تھے اور وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ اِس آخری گروہ نے جو انصار کے حق میں تھا بنی ساعدہ کے ایک برآمدہ میں جمع ہو کر اس بارہ میں مشورہ شروع کر دیا اور سعد بن عبادہ جو خزرج کے سردار تھے اور نقباء میں سے تھے ان کے بارہ میں طبائع کا اِس طرف رُجحان ہو گیا کہ انہیں خلیفہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ انصار نے آپس میں یہ گفتگو کرتے ہوئے کہ ملک ہمارا ہے، زمینیں ہماری ہیں، جائدادیں ہماری ہیں اور اسلام کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم میں سے کوئی خلیفہ مقرر ہو فیصلہ کیا کہ اس منصب کے لئے سعد بن عبادہ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بعض نے کہا اگر مہاجرین اس کا انکار کریں گے تو کیا ہو گا؟ اس پر کسی نے کہا کہ پھر ہم کہیں گے مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِیْرٌ۔ (تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ325 مطبوعہ بیروت 1965ء) یعنی ایک امیر تم میں سے ہو جائے اور ایک ہم میں سے۔ سعد جو بہت دانا آدمی تھے انہوں نے کہا کہ یہ تو پہلی کمزوری ہے۔ یعنی یا تو ہم میں سے خلیفہ ہونا چاہئے یا اُن میں سے۔ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِیْرٌ کہنا تو گویا خلافت کے مفہوم کو نہ سمجھنا اور اسلام میں رخنہ ڈالنا ہے۔

اس مشورہ کی جب مہاجرین کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی جلدی سے وہیں آ گئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مہاجرین میں سے کوئی خلیفہ نہ ہوا تو عرب اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ مدینہ میں بیشک انصار کا زور تھا مگر باقی تمام عرب مکّہ والوں کی عظمت اور ان کے شرف کا قائل تھا۔ پس مہاجرین نے سمجھا کہ اگر اس وقت انصار میں سے کوئی خلیفہ مقرر ہو گیا تو اہل عرب کے لئے سخت مشکل پیش آئے گی اور ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر اس ابتلاء میں پورے نہ اُتریں چنانچہ سب مہاجرین وہیں آ گئے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر بیان کرنے کے لئے ایک بہت بڑا مضمون سوچا ہوا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جاتے ہی ایک ایسی تقریر کروں گا جس سے تمام انصار میرے دلائل کے قائل ہو جائیں گے اور وہ اس بات پر مجبور ہو جائیں گے کہ انصار کی بجائے مہاجرین میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کریں۔ مگر جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ انہوں نے بھلا کیا بیان کرنا ہے؟ مگر خدا کی قسم! جتنی باتیں میں نے سوچی ہوئی تھیں وہ سب انہوں نے بیان کر دیں بلکہ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے پاس سے بھی بہت سے دلائل دیئے۔ تب میں سمجھا کہ میں ابوبکرؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ227 مطبوعہ بیروت 1965ء)

غرض مہاجرین نے انہیں بتایا کہ اِس وقت قریش میں سے ہی امیر ہونا ضروری ہے اور رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی پیش کی کہ اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَیْشِ۔ (تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ328-329 مطبوعہ بیروت 1965ء) اور ان کی سبقتِ دین اور ان قربانیوں کا ذکر کیا جو وہ دین کے لئے کرتے چلے آئے تھے۔ اس پر حباب بن المنذر خزرجی نے مخالفت کی اور کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مان سکتے کہ مہاجرین میں سے خلیفہ ہونا چاہئے ہاں اگر آپ لوگ کسی طرح نہیں مانتے اور آپ کو اس پر بہت ہی اصرار ہے تو پھر مِنَّا اَمِیْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِیْرٌ پر عمل کیا جائے یعنی ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک آپ لوگوں میں سے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میاں سوچ سمجھ کر بات کرو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک وقت میں دو امیروں کا ہونا جائز نہیں۔ (تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ328-329 مطبوعہ بیروت 1965ء)

(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثیں تو ایسی موجود تھیں جن میں رسول کریم ﷺ نے نظامِ خلافت کی تشریح کی ہوئی تھی مگر آپ کی زندگی میں صحابہؓ کا ذہن اِدھر منتقل نہیں ہوا اور اس کی وجہ وہی خدائی حکمت تھی جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں)

پس تمہارا یہ مطالبہ کہ ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے، عقلاً اور شرعاً کسی طرح جائز نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب

آخر کچھ بحث مباحثہ کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے انصار کو توجہ دلائی کہ تم پہلی قوم ہو جو مکہ کے باہر ایمان لائی اب رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد تم پہلی قوم نہ بنو جنہوں نے دین کے منشاء کو بدل دیا۔ اس کا طبائع پر ایسا اثر ہوا کہ بشیر بن سعد خزرجی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی جو خدمت کی اور آپ کی نصرت و تائید کی وہ دُنیوی اغراض سے نہیں کی تھی اور نہ اس لئے کی تھی کہ ہمیں آپ کے بعد حکومت ملے بلکہ ہم نے خدا کے لئے کی تھی۔ پس حق کا سوال نہیں بلکہ سوال اسلام کی ضرورت کا ہے اور اس لحاظ سے مہاجرین میں سے ہی امیر مقرر ہونا چاہئے کیونکہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی لمبی صحبت پائی ہے۔ اس پر کچھ دیر تک اور بحث ہوتی رہی مگر آخر آدھ یا پون گھنٹہ کے بعد لوگوں کی رائے اسی طرح ہوتی چلی گئی کہ مہاجرین میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو اس منصب کے لئے پیش کیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو مگر دونوں نے انکار کیا اور کہا کہ جسے رسول کریم ﷺ نے نماز کا امام بنایا اور جو سب مہاجرین میں سے بہتر ہے ہم اس کی بیعت کریں گے۔ مطلب یہ تھا کہ اس منصب کے لئے حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہیں۔ چنانچہ اس پر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت شروع ہو گئی۔ پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی، پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے بیعت کی، پھر بشیرؓ بن سعد خزرجی نے بیعت کی اور پھر اوس نے اور پھر خزرج کے دوسرے لوگوں نے اور اس قدر جوش پیدا ہوا کہ سعد جو بیمار تھے اور اُٹھ نہ سکتے تھے ان کی قوم ان کو روندتی ہوئی آگے بڑھ کر بیعت کرتی تھی۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں سعدؓ اور حضرت علیؓ کے سِوا سب نے بیعت کر لی۔ حتّٰی کہ سعدؓ کے اپنے بیٹے نے بھی بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ نے کچھ دنوں بعد بیعت کی۔ چنانچہ بعض روایات میں تین دن آتے ہیں اور بعض روایات میں یہ ذکر آتا ہے کہ آپ نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔ چھ ماہ والی روایات میں یہ عُذر بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری میں مصروفیت کی وجہ سے آپ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہ کر سکے اور جب آپ بیعت کرنے کے لئے آئے تو آپ نے یہ معذرت کی کہ چونکہ فاطمہؓ بیمار تھیں اس لئے بیعت میں دیر ہو گئی۔

(تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ331 مطبوعہ بیروت 1965ء)

حضرت عمرؓ کا انتخاب

حضرت ابوبکرؓ کی وفات جب قریب آئی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا کہ مَیں کس کو خلیفہ مقرر کروں۔ اکثر صحابہؓ نے اپنی رائے حضرت عمرؓ کی امارت کے متعلق ظاہر کی اور بعض نے صرف یہ اعتراض کیا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر تشدّد کریں۔ آپ نے فرمایا یہ سختی اُسی وقت تھی جب تک ان پر کوئی ذمہ واری نہیں پڑی تھی اب جبکہ ایک ذمہ واری ان پر پڑ جائے گی ان کی سختی کا مادہ بھی اعتدال کے اندر آ جائے گا۔ چنانچہ تمام صحابہؓ حضرت عمرؓ کی خلافت پر راضی ہو گئے۔ آپ کی صحت چونکہ بہت خراب ہو چکی تھی اس لئے آپ نے اپنی بیوی اسماءؓ کا سہارا لیا اور ایسی حالت میں جبکہ آپ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور ہاتھ کانپ رہے تھے آپ مسجد میں آئے اور تمام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مَیں نے بہت دنوں تک متواتر اس امر پر غور کیا ہے کہ اگر مَیں وفات پا جاؤں تو تمہارا کون خلیفہ ہو۔ آخر بہت کچھ غور کرنے اور دعاؤں سے کام لینے کے بعد مَیں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دوں۔ سو میری وفات کے بعد عمرؓ تمہارے خلیفہ ہوں گے۔ (تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ331 مطبوعہ بیروت 1965ء) سب صحابہؓ اور دوسرے لوگوں نے اس امارت کو تسلیم کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کا انتخاب

حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپ نے محسوس کیا کہ اب آپ کا آخری وقت قریب ہے تو آپ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن الوقاص، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ۔ (تاریخ ابن اثیر جلد۳ صفحہ۲۴۳ مطبوعہ بیروت 1965ء) اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی آپ نے اس مشورہ میں شریک کرنے کے لئے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لئے صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مقداد بن الاسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازہ پر پہرہ دیتے رہیں۔ اور فرمایا کہ جس پر کثرت رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ ان میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلہ پر وہ راضی نہ ہوں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔

آخر پانچوں اصحاب نے مشورہ کیا (کیونکہ طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہ تھے) مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے مَیں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا پھر باقی دو نے۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے انہوں نے عہد کیا اور سب کام ان کے سپرد ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تین دن مدینہ کے ہر گھر گئے اور مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے۔ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ کا انتخاب

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا واقعۂ شہادت ہوا اور وہ صحابہؓ جو مدینہ میں موجود تھے انہوں نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں میں فتنہ بڑھتا جا رہا ہے حضرت علیؓ پر زور دیا کہ آپ لوگوں کی بیعت لیں۔ دوسری طرف کچھ مفسدین بھاگ کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس وقت اسلامی حکومت کے ٹوٹ جانے کا سخت اندیشہ ہے آپ لوگوں سے بیعت لیں تا کہ ان کا خوف دور ہو اور امن و امان قائم ہو۔ غرض جب آپ کو بیعت لینے پر مجبور کیا گیا تو کئی دفعہ کے انکار کے بعد آپ نے اس ذمہ واری کو اٹھایا اور لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ بعض اکابر صحابہؓ اس وقت مدینہ سے باہر تھے اور بعض سے تو جبراً بیعت لی گئی۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق آتا ہے کہ ان کی طرف حکیم بن جبلہ اور مالک اشتر کو چند آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا گیا اور انہوں نے تلواروں کا نشانہ کر کے انہیں بیعت پر آمادہ کیا۔ یعنی وہ تلواریں سونت کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کرنی ہے تو کرو ورنہ ہم ابھی تم کو مار ڈالیں گے حتّٰی کہ بعض روایات میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ وہ ان کو نہایت سختی کے ساتھ زمین پر گھسیٹتے ہوئے لائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بیعت کوئی بیعت نہیں کہلا سکتی۔ پھر جب انہوں نے بیعت کی تو یہ بھی کہہ دیا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے آپ قصاص لیں گے مگر بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ قاتلوں سے قصاص لینے میں جلدی نہیں کر رہے تو وہ بیعت سے الگ ہو گئے اور مدینہ سے مکہ چلے گئے۔

حضرت عائشہؓ کا اعلانِ جہاد

انہی لوگوں کی ایک جماعت نے جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھی حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ آپ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جہاد کا اعلان کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہؓ کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر میں جنگ

ہوئی جسے جنگ جمل کہا جاتا ہے۔اس جنگ کے شروع میں ہی حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ کی زبان سے رسول کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی سن کر علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے جنگ نہیں کریں گے اور اس بات کا اقرار کیا کہ اپنے اجتہاد میں انہوں نے غلطی کی ہے۔دوسری طرف حضرت طلحہؓ نے بھی اپنی وفات سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کا اقرار کر لیا۔کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ وہ زخموں کی شدت سے تڑپ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا انہوں نے پوچھا تم کس گروہ میں سے ہو۔اس نے کہا حضرت علیؓ کے گروہ میں سے۔اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ تیرا ہاتھ علیؓ کا ہاتھ ہے۔اور میں تیرے ہاتھ پر حضرت علیؓ کی دوبارہ بیعت کرتا ہوں۔(تاریخ ابن اثیر جلد3 صفحہ 243 مطبوعہ بیروت 1965ء) غرض باقی صحابہؓ کے اختلاف کا تو جنگ جمل کے وقت ہی فیصلہ ہو گیا مگر حضرت معاویہؓ کا اختلاف باقی رہا یہاں تک کہ جنگ صَفین ہوئی۔

جنگ صَفین کے واقعات

اس جنگ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں نے یہ ہوشیاری کی کہ نیزوں پر قرآن اٹھا دیئے اور کہا کہ جو کچھ قرآن فیصلہ کرے وہ ہمیں منظور ہے اور اس غرض کیلئے حَکَم مقرر ہونے چاہئیں۔ اس پر وہی مُفسد جو حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش میں شامل تھے اور جو آپ کی شہادت کے معاً بعد اپنے بچاؤ کے لئے حضرت علیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے انہوں نے حضرت علیؓ پر یہ زور دینا شروع کر دیا کہ یہ بالکل درست کہتے ہیں۔آپ فیصلہ کے لئے حَکَم مقرر کر دیں۔حضرت علیؓ نے بہتیرا انکار کیا مگر انہوں نے اور کچھ ان کمزور طبع لوگوں نے جو ان کے اس دھوکا میں آ گئے تھے حضرت علیؓ کو اس بات پر مجبور کیا کہ آپ حَکَم مقرر کریں۔چنانچہ معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری حَکَم مقرر کئے گئے۔ یہ تحکیم دراصل قتلِ عثمانؓ کے واقعہ میں تھی اور شرط یہ تھی کہ قرآن کریم کے مطابق فیصلہ ہوگا۔مگر عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری دونوں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ بہتر ہو گا کہ پہلے ہم دونوں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو ان کی امارت سے معزول کر دیں کیونکہ تمام مسلمان انہی دونوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں اور پھر آزادانہ رنگ میں مسلمانوں کو کوئی فیصلہ کرنے دیں تا کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں۔حالانکہ وہ اس کام کیلئے مقرر ہی نہیں ہوئے تھے۔مگر بہر حال ان دونوں نے اس فیصلہ کا اعلان کرنے کے لئے ایک جلسہ عام منعقد کیا اور حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا کہ پہلے آپ اپنے فیصلہ کا اعلان کر دیں بعد میں مَیں اعلان کر دوں گا۔چنانچہ حضرت ابوموسیٰ نے اعلان کر دیا کہ وہ حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کرتے ہیں اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ابوموسیٰ نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی ان کی اس بات سے متفق ہوں اور حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کو میں معزول نہیں کرتا بلکہ ان کے عہدہ امارت پر انہیں بحال رکھتا ہوں (حضرت عمرو بن العاص خود بہت نیک آدمی تھے لیکن اس وقت میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا) اس فیصلہ پر حضرت معاویہ کے ساتھیوں نے تو یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو لوگ حَکَم مقرر ہوئے تھے انہوں نے علیؓ کی بجائے معاویہؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ درست ہے۔مگر حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ نہ حَکَم اس غرض کیلئے مقرر تھے اور نہ ان کا یہ فیصلہ کسی قرآنی حُکم پر ہے۔ اس پر حضرت علیؓ کے وہی منافق طبع ساتھی جنہوں نے حَکَم مقرر کرنے پر زور دیا تھا یہ شور مچانے لگ گئے کہ حَکَم مقرر ہی کیوں کئے گئے تھے جبکہ دینی معاملات میں کوئی حَکَم ہو ہی نہیں سکتا۔حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اوّل تو یہ بات معاہدہ میں شامل تھی کہ ان کا فیصلہ قرآن کے مطابق ہوگا جس کی انہوں نے تعمیل نہیں کی۔دوسرے حَکَم تو خود تمہارے اصرار کی وجہ سے مقرر کیا گیا تھا اور اب تم ہی کہتے ہو کہ میں نے حکم کیوں مقرر کیا۔انہوں نے کہا ہم نے جھک مارا اور ہم نے آپ سے جو کچھ کہا تھا وہ ہماری غلطی تھی۔مگر سوال یہ ہے کہ آپ نے یہ بات کیوں مانی۔اس کے تو یہ معنی ہیں کہ ہم بھی گنہگار ہو گئے اور آپ بھی۔ہم نے بھی غلطی کا ارتکاب کیا اور آپ نے بھی۔ اَب ہم نے تو اپنی غلطی سے توبہ کر لی ہے مناسب یہ ہے کہ آپ بھی توبہ کریں اور اس امر کا اقرار کریں کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے ناجائز کیا ہے۔اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر حضرت علیؓ نے انکار کیا تو وہ یہ کہہ کر آپ کی بیعت سے الگ ہو جائیں گے کہ انہوں نے چونکہ ایک خلافِ اسلام فعل کیا ہے اس لئے ہم آپ کی بیعت میں نہیں رہ سکتے اور اگر انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں تو بھی ان کی خلافت باطل ہو جائے گی کیونکہ جو شخص اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کرے وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔حضرت علیؓ نے جب یہ باتیں سنیں تو کہا کہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔جس امر کے متعلق میں نے حَکَم مقرر کیا تھا اس میں کسی کو حَکَم مقرر کرنا شریعت اسلامیہ کی رُو سے جائز ہے باقی میں نے حَکَم مقرر کرتے وقت صاف طور پر یہ شرط رکھی تھی کہ وہ جو کچھ فیصلہ کریں گے اگر قرآن اور حدیث کے مطابق ہوگا تب میں اسے منظور کروں گا ورنہ میں اسے کسی صورت میں بھی منظور نہیں کروں گا۔انہوں نے چونکہ اس شرط کو ملحوظ نہیں رکھا اور نہ جس غرض کیلئے انہیں مقرر کیا گیا تھا اس کے متعلق انہوں نے کوئی فیصلہ کیا ہے اس لئے میرے لئے ان کا فیصلہ کوئی حُجّت نہیں۔مگر انہوں نے حضرت علیؓ کے اس عذر کو تسلیم نہ کیا اور بیعت سے علیحدہ ہو گئے اور خوارج کہلائے اور انہوں نے یہ مذہب نکالا کہ واجبُ الاِطَاعت خلیفہ کوئی نہیں۔ کثرتِ مسلمین کے فیصلہ کے مطابق عمل ہوا کرے گا کیونکہ کسی ایک شخص کو امیر واجب الاطاعت ماننا لَاحُکمَ اِلاَّ لِلّٰہِ کے خلاف ہے۔(تاریخ ابن اثیر جلد2 صفحہ 334-335 مطبوعہ بیروت 1965ء)

حضرت علیؓ کی خلافتِ بِلا فصل کا نظریہ

یہ خلافت کے بارہ میں پہلا اختلاف تھا جو واقع ہوا۔اس موقعہ پر جو لوگ حضرت علیؓ کی تائید میں تھے انہوں نے ان امور کا جواب دینا شروع کیا اور جواب میں یہ امر بھی زیرِ بحث آیا کہ رسول کریم ﷺ کی بعض پیشگوئیاں حضرت علیؓ کے متعلق ہیں۔یہ پیشگوئیاں جب تفصیل کے ساتھ بیان ہونی شروع ہوئیں تو ان پر غور کرتے ہوئے بعض غالیوں نے یہ سوچا کہ خلافت پر کیا بحث کرنی ہے۔ہم کہتے ہیں حضرت علیؓ کی خلافت کسی انتخاب پر مبنی نہیں بلکہ صرف ان پیشگوئیوں کی وجہ سے ہے جو رسول کریم ﷺ نے ان کے متعلق کی تھیں اس لئے آپ رسول کریم ﷺ کے مقرر کردہ خلیفہ بِلا فصل ہیں۔یہ ایسی ہی بات ہے جیسے میرے متعلق جب مصلح موعودؓ کے موضوع پر بحث کی جائے تو کوئی شخص کہہ دے کہ ان کو تو ہم اس لئے خلیفہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں ہیں، نہ اس لئے کہ ان کی خلافت جماعت کی اکثریت کے انتخاب سے عمل میں آئی۔جس دن کوئی شخص ایسا خیال کرے گا اسی دن اس کا قدم ہلاکت کی طرف اُٹھنا شروع ہو جائے گا کیونکہ اس طرح آہستہ آہستہ صرف ایک شخص کی امامت کا خیال دلوں میں راسخ ہو جاتا ہے اور نظامِ خلافت کی اہمیت کا احساس ان کے دلوں سے جاتا رہتا ہے۔غرض حضرت علیؓ کے متعلق بعض غالیوں نے رسول کریم ﷺ کی پیشگوئیوں سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ کی خلافت صرف ان پیشگوئیوں کی وجہ سے ہے جو آپؐ نے ان کے متعلق کیں، کسی انتخاب پر مبنی نہیں ہے۔پھر رفتہ رفتہ وہ اس طرف مائل ہو گئے کہ حضرت علیؓ درحقیقت امام بمعنی مامور تھے اور یہ کہ خلافت ان معنوں میں کوئی شے نہیں جو مسلمان اس وقت تک سمجھتے رہے ہیں بلکہ ضرورت پر خدا تعالیٰ کے خاص حُکم سے امام مقرر ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کا موجب ہوتا ہے۔

خلافت کے بارہ میں مسلمانوں میں تین گروہ

ان مختلف قسم کے خیالات کے نتیجہ میں مسلمانوں میں خلافت کے بارہ میں تین گروہ ہو گئے۔

(1) خلافت بمعنی نیابت ہے اور رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کا کوئی نائب ہونا چاہئے۔مگر اس کا طریق یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کے فیصلہ کے مطابق یا خلیفہ کے تقرر کے مطابق جسے اُمت تسلیم کرے وہ شخص خلیفہ مقرر ہوتا ہے اور وہ واجبُ الاطاعت ہوتا ہے۔ یہ سُنّی کہلاتے ہیں۔

(2) حُکم خدا کا ہے۔کسی شخص کو واجب الاطاعت ماننا شرک ہے۔ کثرت رائے کے مطابق فیصلہ ہونا چاہئے اور مسلمان آزاد ہیں وہ جو کچھ چاہیں اپنے لئے مقرر کریں۔یہ خوارج کہلاتے ہیں۔

(3) انسان امیر مقرر نہیں کرتے بلکہ امیر مقرر کرنا خدا کا کام ہے اسی نے حضرت علیؓ کو امام مقرر کیا اور آپ کے بعد گیارہ اور امام مقرر کئے۔آخری امام اب تک زندہ موجود ہے مگر مخفی۔یہ شیعہ کہلاتے ہیں۔

ان میں سے ایک فریق ایسا نکلا کہ اس نے کہا دنیا میں ہر وقت زندہ امام کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر بھی ہو اور یہ اسماعیلیہ شیعہ کہلاتے ہیں۔

یہ تو اس خلافت کی تاریخ ہے جو رسول کریم ﷺ کے معاً بعد ہوئی۔

(باقی آئندہ)

❁❁❁❁❁❁

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے لئے دعاؤں اور عبادات کا روحانی پروگرام

1۔ ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھا جائے۔جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلّہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

2۔ دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

3۔ سورۃ فاتحہ روزانہ کم ازکم سات مرتبہ پڑھیں۔

4۔ ﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرۃ 251)

(ترجمہ): اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

(روزانہ کم ازکم 11 مرتبہ پڑھیں)

5۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔﴾

(آل عمران :9)

(ترجمہ): اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔(روزانہ کم ازکم 33 مرتبہ پڑھیں)

6۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

(ترجمہ): اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ہم ان کے تمام شر اور مضر اثرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (روزانہ کم ازکم 11 مرتبہ پڑھیں)

7۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(ترجمہ): مَیں بخشش طلب کرتا ہوں اللہ سے جو میرا ربّ ہے ہر گناہ سے اور مَیں جھکتا ہوں اسی کی طرف۔

(روزانہ کم ازکم 33 مرتبہ پڑھیں)

8۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، اور بہت عظمت والا ہے اے اللہ رحمتیں بھیج محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر۔ (روزانہ کم ازکم 33 مرتبہ پڑھیں)

9۔ درود شریف روزانہ کم ازکم 33 مرتبہ پڑھیں۔

ہے زندہ قوم وہ، نہ جس میں ضعف کا نشاں ملے!

جیو تو کامراں جیو

(مختلف معاشرتی مسائل کا نفسیاتی اور واقعاتی تجزیہ اور اسلامی تعلیم کی روشنی میں ان کا حل)

(ڈاکٹر امتہ الرقیب ناصرہ۔ جرمنی)

قسط نمبر 4

مَیں شادی شدہ زندگی پہ ایک طویل بحث کر رہی ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی شدہ زندگی ہماری آئندہ نسلوں کو کمزور یا مضبوط بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

کامیابی کے لئے صرف ایک دعا ہی ہمارا ہتھیار ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ یَا کَرِیْمُ، یَا وَدُوْدُ، یَامُؤَلِّفَ الْقُلُوْب یعنی اے کریم خدا۔ اے محبت کرنے والے خدا اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل اپنے ساتھ جوڑلے اور ہمارے دل ایک دوسرے کے ساتھ ملا دے۔ اور ہمارے رشتوں میں برکتیں رکھ دے۔ آمین۔

جن گھروں میں رشتے میں مضبوطی اور ہم آہنگی ہوتی ہے اُن کے بچوں کو دیکھتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ایک خوشگوار ماحول کے گھر کا بچہ ہے۔ ایسے بچے نیک بھی ہوتے ہیں الّا ماشاء اللہ۔ وہ کوئی اور ہی طرح کے پُرکشش اور صلاحیتوں والے مضبوط بچے ہوتے ہیں۔ ماشاء اللہ ایسے بہت سے گھر ہیں۔

اور ہم یہ بھی دعا کریں کہ ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا آجائے یعنی ہمیں معلوم ہو کہ گھر میں امن کے لئے ہمارے رویّے کیسے ہوں۔

ایک مرد کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتا تھا چنانچہ پھر علیحدگی ہوگئی مگر دوسری بیوی کے ساتھ وہ بالکل ٹھیک تھا۔ سب لوگوں کو بڑا تجسس تھا یہ کیسے ہوگیا۔ اس کی دوسری بیوی کو لوگ کرید کرید کر بہانے بہانے سے پوچھتے۔ پھر اندازہ ہوا کہ پہلی بیوی کمزور تھی۔ گھر میں کوئی عام غلطی ہو جاتی مثلاً پیسوں کا یا کسی چیز کا نقصان ہو جاتا تو وہ خاوند کا موڈ دیکھے بغیر سب کچھ سیاق وسباق کے ساتھ بتا دیتی تھی اور خاوند چڑ جاتا تھا۔ دوسری بیوی نے بتایا میرے سے کچھ قیمتی چیز کا نقصان ہو گیا خاوند کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یہ کیسے ہوا؟ کس نے کیا؟ میں نے کہا: بس ہوگیا۔ ہوتا ہے ایسا بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ پھر میں نے اپنے شوہر کو ایک اچھی خبر سنائی جس سے وہ خوش ہو گئے۔ یوں بات آئی گئی ہو گئی۔ کیا ضروری ہے مَیں انہیں اپنی کمزوریاں بتاؤں۔

ضروری نہیں ہوتا کہ ہم ڈر کے مارے فوراً سب کچھ گوش گزار کر دیں۔ ہاں موقع محل سے بتا دیں۔ خدا تعالیٰ عقل مندی، مصلحت سے زندگی گزارنے اور بہادری کو پسند کرتا ہے اس لئے مضبوط عورتوں میں طلاق کی شرح بہت کم ہے۔

مگر مضبوطی، عقل مندی، مصلحت سے زندگی گزارنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دکھاوا کریں۔ یعنی ہمارے رویّے منافقانہ نہیں ہونے چاہئیں۔ یعنی یہ نہ ہو کہ ہمارا رویّہ لوگوں کے سامنے کچھ اور ہو اور ویسے کچھ اور۔

بعض مضبوط بہوئیں اپنے سسرال سے اچھا رویہ نہیں رکھتیں مگر لوگوں کے سامنے اچھا ظاہر کرتی ہیں۔ کئی بار وہ ساس سسر اور نندوں کو تکلیف دیتی ہیں۔ سسرال والے کمزور ہوتے ہیں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس طرح خدا کی مدد نہیں آتی۔ وہ خوشیاں پائیدار نہیں ہوتیں۔ ہم ذرا سوچیں تو سہی کہ ہم کس کو دھوکا دے رہے ہیں۔ کیا کوئی خدا کو دھوکا دے سکتا ہے؟ دوہرے معیار رکھنے والے والدین کے بچے انتہائی کمزور ہو جاتے ہیں۔ وہ بچے دل سے رشتوں کا احترام نہیں کرتے۔ اپنے بزرگوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ اس طرح بزرگ بھی کمزور ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے گھر میں بزرگ ہوں تو اُن کو ان کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ مثلاً چھٹیوں میں یا شام کو گھر والے اکٹھے بیٹھ کر ان سے اچھے اچھے واقعات سنیں۔ بچے اگر بزرگوں کے پاس بیٹھیں یا اُن کا کام کریں تو بچوں کی تعریف اور حوصلہ افزائی کریں۔

شادی پہ رسمیں نہ کریں

رسمیں انسان کو کمزور کرتی ہیں۔ رسموں سے آزاد ہو کر انسان مضبوط ہوتا ہے۔ یہ وہ زنجیریں ہوتی ہیں جن سے غلامی ہوتی ہے اور غلامی انسان کو کمزور کرتی ہے۔ ایک لڑکی نے مجھ سے کہا میری شادی پہ بے تحاشہ خرچ ہوا تھا۔ مَیں گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔ سب گھر والوں نے خوب ارمان نکالے۔ بہت رسمیں کیں۔ اسی لئے میری شادی ناکام ہوگئی، گھر نہ بس سکا۔

یہ زنجیریں توڑ دیں اس میں مزا کم اور غلامی زیادہ ہے۔ میں ایک مضبوط لڑکی کو جانتی ہوں جس نے اپنی مہندی والے دن کہا میں اس بات کو ٹھیک نہیں سمجھتی کہ سات سہاگنیں مجھے مہندی لگائیں مَیں نے ایسے نہیں لگوانی۔ کوئی ایک بزرگ خاتون مجھے لگا دے باقی سب میرے لئے دعا کریں۔ خدا تعالیٰ نے اُسے بہت خوشیاں دیں۔

بہوؤں اور دامادوں کی ذمہ داری

بہوئیں سسرال کو کمزور نہ کریں۔ کئی بار بہوئیں سسرال کو اور کمزور کر رہی ہوتی ہیں۔ ایک مضبوط بہو نے کسی عہدے دار کو فون کر کے بہت ڈانٹا اور کہا آپ میری نند کو جماعت کا کام دے دیتی ہیں اُس کو گھر کا کام کرنا ہوتا ہے اور وہ بہت ٹینشن میں رہتی ہے اور وہ کام نہیں کر سکتی۔ ہم نے اُس عہدیدار سے کہا کہ اس بہو صاحبہ کو سمجھائیں کہ اُن کی نند کام کرنا چاہتی ہے ہمدردی کی آڑ میں آپ اُس کو کمزور نہ کریں۔ آپ خود بھی تو جماعت کا کام کرتی ہیں۔ تھوڑا بہت اُسے بھی جماعتی کام کرنے دیں آپ دونوں مل جل کر گھر کا کام کرلیں۔

بعض داماد اپنے سسرال کو مضبوط کرنے میں بے حد اچھا رول ادا کرتے ہیں۔ ہم ایک ایسی مثال جانتے ہیں کہ ایک لڑکا پاکستان سے یہاں آیا۔ اُس کے سسرال میں کچھ کمزوریاں تھیں۔ اُس نے بہت حکمتِ عملی سے لجنہ کی عہدیدار خواتین سے مدد لی اور اُس کی بیوی کا پردہ بہتر ہو گیا۔ جماعتی پروگراموں میں اس کی بیوی اور سسرال فعال ہو گئے۔ یوں وہ خاندان ایک برکت والے داماد کے آنے سے نیک اور مضبوط ہو گیا۔

اگر کوئی عورت ہمیں کہے کہ میرا خاوند کہتا ہے کہ جماعت کا کام کرو تو وہ ہمارے لئے عید کا لمحہ ہوتا ہے کیونکہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں برکتیں اور مضبوطی آئے گی۔

بعض بہوئیں سسرال کو مضبوط کرنے میں مددگار ہوتی ہیں۔ وہ دلی ہمدردی سے سسرال کی خدمت کرتی ہیں۔ وہ دُکھ اور کمزوری کے لمحوں میں سسرال کو کھڑا کرنے میں بڑا اچھا رول ادا کرتی ہیں۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک نیک بہو کے آنے سے نندیں بھی اپنا پردہ بہتر کر دیتی ہیں اور جماعت میں کام کرنے لگتی ہیں۔ اُن میں مضبوطی آتی ہے۔ جب سسرال مضبوط ہوتا ہے تو بہوئیں اور زیادہ مضبوط ہو جاتی ہیں۔

اگر تین چار بہنیں ہوں اور کسی وجہ سے ایک کی خلع یا طلاق ہو جائے تو کئی بار ایسا ہوتا ہے باقی بہنوں کے شوہر اور ان کے سسرال والے اور اُس طلاق یافتہ کی بھابھی وغیرہ اس کو مضبوط کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ یہ انتہائی قابلِ تعریف رویہ ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کو خوشی دے کر خود بھی خوشیاں پاتے ہیں۔ ایسی ایک خاتون نے بتایا کہ اُن کی بہن کی علیحدگی ہوگئی تھی وہ مجبوراً اپنی اُس بہن کے پاس رہتی تھی۔ بہن کے شوہر کو کسی نے کہا: اس کی سالی اس کے گھر رہتی ہے۔ اُس آدمی نے کہا میرا گھر ہے اور میری بیوی کی بہن رہتی ہے ہماری مرضی ہم جس کو بھی اپنے گھر میں رکھیں دوسرے لوگوں کو دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔ یہ رویّہ قابلِ تعریف ہے کہ کسی کی مصیبت کے وقت اُس کو پناہ دے دو۔ مگر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک بہن کی طلاق ہوگئی تو اس گھر کے دوسرے داماد اپنی بیویوں کو اُس بہن کے حوالے سے کمزور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات خدا تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ گھر میں کوئی مسئلہ ہو تو کہتے ہیں تمہاری وہ بہن جس نے اپنا گھر اُجاڑ لیا اب تمہارے گھر خراب کر رہی ہے جبکہ اُس کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ یا چاہے وہ اپنی بہن کو صبر کی تلقین کر کے گئی ہو۔ یا پھر لوگوں میں باتیں کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو عادت ہے اپنی بیٹیاں گھر بٹھانے کی۔ کبھی کہتے ہیں تمہاری ایک بہن والدین کے گھر بیٹھی ہے اگر تم نے زیادہ حق مانگا تو تم بھی چلی جانا۔ اسی طرح وہ لوگ جن کی بیٹی کی علیحدگی ہوگئی ہو اگر وہ کمزور ہوں تو اور کمزور ہو جاتے ہیں کسی کے آگے سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہتے۔ لیکن اگر وہ خدا پر توکل کریں تو خدا جلد ہی مدد کو آتا ہے مگر وہ داماد یا بہو جو ان لوگوں کے کمزور لمحے اور کمزور پہلوؤں سے فائدہ لینا چاہتے ہیں وہ یہ بات سمجھ لیں کہ اس کا اُن کو بھی نقصان ہوتا ہے کیونکہ وہ جس شاخ پہ بیٹھے ہوتے ہیں اُسی شاخ کو کاٹ رہے ہوتے ہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

دیوار کیا گری مرے صحنِ مکان کی
لوگوں نے میرے گھر میں رستے بنا لئے

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ کسی پہ بُرا وقت آجائے تو اس گھر کے داماد ان کو نیچا دکھانے کے لئے موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ مگر اِن کو خود یہ نقصان ہوتا ہے کہ جب کوئی عورت کمزور ہوگی تو اس کے بچے قدرتی طور پر خود ہی کمزور ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی ہی نسل کو تباہ کر رہے ہوتے ہیں۔ علمِ تعبیر رؤیا میں سب رشتوں کو مکان کے مختلف حصوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً چوکھٹ سے مراد گھر کی عورت۔ چھت سے مراد گھر کا سربراہ باقی گھر کے حصے داماد، بہو وغیرہ۔ یعنی ہم سب ایک ہی گھر کے حصہ اور در و دیوار ہیں۔ جس گھر کا ایک حصّہ کمزور ہو کر گر جائے گا دوسرا حصہ چاہے کتنا مضبوط ہو اکیلا کھڑا نہیں رہ سکتا۔ ہر حصہ مضبوط ہو اور ایک دوسرے کو مضبوط کرنے کی کوشش کرے تو اس کا فائدہ ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو کمزور کرتے ہیں خدا کا غیبی ہاتھ ایک وقت اچانک خود اُنہیں گرا دیتا ہے۔

اگر ایک مضبوط شخصیت والا انسان اور ایک کمزور شخصیت والے انسان آپس کے تعلق میں بندھ جائیں مثلاً میاں بیوی بن جائیں تو ایسے میں مضبوط شخصیت والے انسان کے تقویٰ کا خطرناک امتحان ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے ساتھی کو تقویٰ سے اور محبت سے مضبوط کرنے میں لگا رہے تو خدا تعالیٰ اُس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے ساتھی کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں سے فائدہ اُٹھائے اور اُسے مزید کمزور کرے تو ممکن ہے کہ وقتی طور پر وہ خوش ہو جائے مگر اس سے زیادہ بے وقوف اور بدنصیب کوئی نہیں ہوگا۔ کیونکہ کچھ عرصہ بعد خدا کی پکڑ اُسے ذلیل اور رسوا کر دیتی ہے۔ اگر اس دُنیا میں کچھ ڈھیل مل جائے تو اگلی دنیا کا عذاب اور بھی خطرناک ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بے رحمی اور ظلم کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ مضبوطی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی بے رحم ہو۔ ہر مضبوط انسان یہ بات یاد رکھے کہ اس کا مالک اس سے زیادہ مضبوط ہے مگر وہ عفو اور رحم کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ خود عَفُو اور رحیم ہے۔ مضبوطی اور کرختگی میں بہت فرق ہے۔ مضبوطی رحم کو کم نہیں کرتی بلکہ کئی بار بہت زیادہ بڑھا دیتی ہے۔ مگر کرختگی رحم کو کم کرتی ہے۔ کرختگی یہ ہے کہ اگر کوئی ذرا سی بھی لڑائی کرے تو اس سے زیادہ لڑے اور ہاتھ بھی اُٹھالے۔ مگر مضبوطی یہ ہے کہ اگر کوئی ہاتھ اُٹھانے لگے تو اُس کا ہاتھ روک دے۔ کرختگی سے گھر کی جنت تباہ ہو جاتی ہے۔

جھگڑے یا علیحدگی کی صورت میں قابلِ تعریف رویہ

اس صورت میں کئی لوگوں کا رویہ قابلِ تعریف ہوتا ہے کہ مجبوراً علیحدگی ہوگئی مگر دونوں فریق ایک دوسرے کو دفتروں میں بدنام نہیں کرتے۔ ایک دوسرے کو مالی اور اخلاقی پریشانی دینے کے لئے حکومت کے دفتروں میں نہیں جاتے یہ ایک اچھی بات ہے۔ لین دین پہ جھگڑا نہیں کرتے۔

مگر بعض لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں۔ جو لوگ غلط رویہ رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے مگر ایسے لوگ موجود ہیں۔ ہم اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ میاں بیوی دفتروں میں ایک دوسرے کی شکایت نہ کریں۔ ایک دوسرے کے بارے میں مختلف غیر متعلقہ معلومات فراہم نہ کریں کہ میرا شوہر یہ غلط کام کرتا ہے۔ اپنے انتقام کی تسکین کے لئے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام نہ کریں۔ اگر ہم اتنے نیک ہیں تو جب اکٹھے رہ رہے تھے تو اسی وقت ایسا غلط کام کرنے سے کیوں نہیں روکا۔ تب تو شکایت نہ کی۔

پھر ہم یہ عہد کیوں کرتے ہیں کہ ہم جان مال وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ ہم جماعتی

وقار کا خیال رکھیں۔ایک دوسرے کو کمزور کر کے گرانے کی کوشش نہ کریں۔ہمیں خوف ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ دوسرا ہمیں گرائے ہم اُس کو گرا دیں۔جماعت میں آنے سے خوف ہوتا ہے مگر حکومتی اداروں میں چلے جاتے ہیں۔ اور پچھلے دروازوں سے جا کر ایک دوسرے کو گرانا چاہتے ہیں۔جو حق لینا ہے اُسے تقویٰ اور مضبوطی سے لیں۔مسلمان دن کی روشنی میں مقابلہ کرتا ہے۔شب خون نہیں مارتا۔

کسی پہ صرف انصاف ہی نہیں احسان بھی کریں

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کو تنگ کرنے کا ہر حربہ آزماتے ہیں۔ایک دوسرے کے خلاف خوب شکایتیں لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔اور ساتھ ساتھ یہ شور مچاتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بڑی بے انصافی ہوگئی، بڑا ظلم ہو گیا، انصاف نہیں ہو رہا۔اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچیں کہ کیا انسان خدا کے ہاں جا کر بھی انصاف، انصاف کہہ سکتا ہے؟ خدا نے انصاف کیا تو ہم میں سے کوئی مغفرت نہیں پا سکتا۔یہ تو خدا کی رحمت اور فضل ہوگا، احسان ہوگا کہ ہم بخشے جائیں گے۔جب خدا سے احسان مانگتے ہیں تو یہاں کیا ہوا؟ یہاں بھی دوسروں پر احسان کریں۔جو لوگ خود پر ترس کھاتے ہیں اُن کو ہر بات میں بے انصافی نظر آتی ہے۔مگر وہ خود بے تحاشہ بے انصافی کر رہے ہوتے ہیں جو انہیں نظر نہیں آتی۔اُن کی ساری زندگی پہ ایک احساس حاوی ہوتا ہے کہ اُن کے ساتھ بے انصافی ہوتی ہے۔ اس سے شادی شدہ زندگی پر بُرا اثر پڑتا ہے اور جھگڑے یا علیحدگی ہو تب بھی اُن کو ہر ایک سے شکایت ہوتی ہے کہ اُس نے انصاف کے تقاضے پورے نہ کئے۔ہم یہ مانتے ہیں کبھی کبھی ناانصافی ہو جاتی ہے مگر ایسا ہو تو بہتر ہے کہ انسان پہلے دُعا کرے۔پھر جہاں قواعد وضوابط کے مطابق شکایت کرنی ہے کرے۔اپیل کا حق ہے تو اپیل کر دے۔ بے انصافی کے احساس کے ساتھ زندہ رہنا خطرناک ہے۔اس سے انسان جیتے جی مر جاتا ہے۔پہلے انصاف ہوتا ہے اس سے اگلا قدم احسان ہے۔قرآنی تعلیم ایسی صورتوں میں دونوں کو احسان کا حکم دیتی ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا

(النساء:21-22)

ترجمہ: اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہتے ہو اور تم ان میں سے ایک کو ڈھیر مال دے چکے ہو تو بھی اِس مال سے کچھ واپس نہ لو۔کیا تم اس سے بہتان اور کھلے کھلے گناہ کے ذریعہ سے لوگے؟ اور تم اس مال کو کس طرح لے سکتے ہو جبکہ تم آپس میں مل چکے ہو اور وہ بیویاں تم سے ایک مضبوط عہد لے چکی ہیں۔

یعنی خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جو مال دے چکے ہو وہ بھی واپس نہ لو۔مگر کئی بار لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مال مجھے نہیں مل سکا تو دوسرے فریق کو کیوں ملے؟

طلاق، خلع کے اثرات

طلاق اور خلع مرد اور عورت دونوں کو کمزور کر دیتی ہے۔بچوں کو اور دونوں خاندانوں کو کمزور کر دیتی ہے۔اس کمزوری سے سنبھلنے میں بہت وقت لگتا ہے۔بچوں کا بٹوارہ ہو جاتا ہے۔کبھی ماں کے پاس کبھی باپ کے پاس۔اس لئے طلاق حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ہمارا اصل سرمایہ تو ہمارے ایمان کی مضبوطی اور ہمارے بچے ہیں۔اور اگر ہیرے موتی بکھر گئے تو پتھر کنکر سمیٹ کر کیا کرنا ہے؟

اگر خدانخواستہ طلاق کی نوبت آجائے تو جو بیوی بچوں کا حق ہے وہ انہیں دے دیں۔ پیسے تو خدا اور دے دے گا۔میں نے ایک بچے کے لئے کئی لوگوں کو ایک ڈاکٹر سے دوسرے ڈاکٹر اور ایک ہسپتال سے دوسرے ہسپتال علاج کے لئے جاتے اور بے تحاشہ روپیہ خرچ کرتے دیکھا ہے۔مگر ایک بچہ ساری دولت خرچ کر کے بھی نہیں ملتا۔خدا نے اولاد دی ہے تو اس کی قدر کریں۔ خواتین بھی پیسے کی بہت پرواہ نہ کریں۔خدا پر توکل کریں پیسہ کئی راستوں سے مل سکتا ہے۔بس یہ فکر کریں کہ اس عائلی جنگ میں ہماری اولاد کمزور نہ ہو جائے۔

ایک کیس جس میں میاں بیوی میں طلاق ہو چکی تھی مگر بچی کا فیصلہ کرنا تھا کہ والد سے کب ملے۔دو اڑھائی سال کی بچی جو بے حد ذہین تھی اس کو دیکھ کر بے حد تکلیف ہوتی تھی۔وہ کبھی ماں کی طرف بھاگتی اور کبھی باپ کے پاس جاتی تھی۔اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ دونوں الگ کیوں ہو گئے ہیں؟ وہ دونوں اس کی جنت تھے۔دونوں اس کے جسم کا ایک ایک حصہ تھے۔

کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے بچوں کے بارے میں سوچیں۔اُن کا کیا بنے گا؟ کبھی کبھی اس طرح کے کیس میں بچے جب والد سے ملنے جاتے ہیں تو کئی بار والد یا اُن کے رشتے دار بچے کو کہتے ہیں کہ والدہ بُری ہے۔کئی بار جب والدہ کے پاس آتے ہیں تو وہ ایسا کہتی ہے۔یہ غلط رویہ ہے۔اس سے بچوں کے ذہن زہریلے ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دل کھلنے سے پہلے مرجھا جاتے ہیں۔بچوں کے دِل کِھلنے دیں اِس سے اُن کی ذہانت چمکے گی اور وہ زندگی میں خوش رہیں گے ورنہ وہ ساری عمر زیادہ خوش نہیں ہو سکتے۔ یہ تو ہماری کھیتیاں ہیں۔ہم اُن کو کیوں زہر آلود کر رہے ہیں۔ہم سوچیں کہ ہم آگے کیا بھیج رہے ہیں۔ہماری نانی اماں ہمیں ایک شعر سنایا کرتی تھیں ؎

لوئے لوئے بھر لے کڑیئے جے تو بھانڈا بھرنا
شام پئی بن شام محمدؐ گھر جاندی نے ڈرنا

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا برتن نیکیوں سے خالی رہ جائے۔چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اپنی کھیتیاں خراب کر دیں۔پھر خالق و مالک کے پاس زندگی کی شام پڑنے پر کیسے جائیں گے؟ علیحدگی کے فیصلے سے پہلے بہت دُعا کریں۔ہر ممکن صلح کی کوشش کریں استخارہ کریں اور اگر ممکن ہو تو علیحدگی کا فیصلہ نہ کریں۔خدا تعالیٰ ہمارے گھر بچائے، ہمارے بچے بچائے اور ہمیں مضبوط کرے۔آمین۔

گھریلو جھگڑوں، طلاق اور علیحدگی کی صورت میں ڈپریشن کا تناسب اور کمزوری کا احساس

طلاق یا خلع اور علیحدگی کی صورت میں مرد اور عورت اگر جذباتی طور پہ کمزور ہوں تو ان میں ڈپریشن کا تناسب بہت زیادہ ہے۔طلاق اور خلع کے فوراً بعد جو احساس انسان کو بے حد کمزور کرتا ہے وہ غصے اور غم کا احساس اور معاشرے کا خوف ہوتا ہے۔کمزور لوگ معاشرے کا سامنا نہیں کر سکتے۔وہ ملنا جلنا کم کر دیتے ہیں۔کچھ عرصے کے بعد غصے اور غم کا احساس بے بسی میں ڈھل جاتا ہے۔یہ بات ان لوگوں کو اور کمزور کرتی ہے اور پھر ڈپریشن پیدا ہوتا ہے۔پیسے کی تنگی بھی عورت کو کمزور کرتی ہے اس لئے ڈپریشن کی ایک وجہ مالی مسائل بھی ہوتے ہیں جن کا طلاق کے بعد خواتین کو خوف ہوتا ہے۔مگر خدا تعالیٰ مرد اور عورت دونوں کو یہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے مجبوراً یہ قدم اٹھایا ہے تو وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: 3-4) ''جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اسے خیال بھی نہیں ہوگا''۔

یعنی اگر مرد اور عورت دونوں تقویٰ سے اور توکل سے کام لیں تو خدا تعالیٰ دونوں کو غنی کر دے گا۔ انشاءاللہ۔طلاق یا خلع کے بعد عورت کو اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا خوفناک خلا محسوس ہوتا ہے اور اسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کس طرح پر ہوگا اور کمزوری کے احساس تلے دبتی جاتی ہے۔اس کمزوری کی وجہ سے وہ بہت غلطیاں کرتی ہے اور کئی لوگ کبھی کبھی کہتے ہیں یہ تو تھی ہی ایسی، اس وجہ سے اس کے ساتھ ایسا ہوا۔اِس سے اُس کو ڈپریشن ہوتا ہے۔اِس کے علاوہ ان خواتین میں کبھی کبھی حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ایک طلاق یافتہ عورت کو یہ لگتا ہے کہ جو خواتین اپنی زندگی میں کامیاب ہیں ان میں بھی اس کی طرح کی کمزوریاں ہیں پھر وہ کیوں کامیاب ہیں۔حسد بہت خطرناک چیز ہے۔ حسد خوشیوں کو کھا جاتا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

بچوں میں ڈپریشن اور بُری عادات

جن بچوں کے والدین میں علیحدگی ہو جائے اگر ان کے والدین خود پہ اور بچوں پہ ترس نہ کھائیں، بچوں کو غیر جانب دار رہنے دیں اور ان کے ساتھ ایک مضبوط اور متوازن روّیہ رکھیں تو وہ بچے کئی بار دوسرے بچوں سے زیادہ ترقی کرتے ہیں۔یہ خدا تعالیٰ کی رحمت احسان اور فضل ہوتا ہے کہ جب ایک طرف سے عورت یا مرد کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسری طرف سے خدا تعالیٰ بے حساب دے دیتا ہے۔حالانکہ تکلیف انسان کی غلطیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔خدا تعالیٰ زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے ان بچوں کو غیر معمولی ذہانت دے دیتا ہے۔یا غیر معمولی طور پہ ان کو نیک روح عطا کی جاتی ہے۔مگر کئی بار بچوں پہ ترس کھا کر والدہ یا والد علیحدگی کے بعد بچوں سے حد سے زیادہ لاڈ پیار کرتے ہیں۔اس طرح بچے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ نفسیاتی مسائل کا شکار، بُرے اخلاق کے مالک، سست اور دوسرے لوگوں کا ادب نہ کرنے والے بن جاتے ہیں۔ایسے کئی کیس ہمارے پاس آتے ہیں۔

ایک خاتون کی علیحدگی ہو چکی ہے۔وہ اپنے بچوں کا حد سے زیادہ خیال رکھتی ہیں۔ان کو ہر آسائش دینے کی کوشش کرتی ہیں۔ان کا خیال ہے کہ بچوں کو یہ احساس نہ ہو کہ والد کی غیر موجودگی میں ان کو اچھی آرام دہ زندگی نہ مل سکی۔اس طرح انہوں نے خود کو انتہائی تکلیف میں ڈال کر بچوں کی پرورش کی ہے۔مگر ان کے بچے آرام طلب اور خود پہ ترس کھانے والے بن گئے۔جب وہ اپنے بچوں کو کہتی ہیں کہ اب تم بڑے ہو گئے ہو میری ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹاؤ، تمہارا بھی کچھ فرض ہے۔دیکھو سب لڑکے والدین کی ذمہ داریاں بانٹتے ہیں تو وہ بیٹا کہتا ہے میں کیسے کروں؟ میرا باپ تو مجھے چھوڑ گیا ہے میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا ان کے تو باپ ہیں اس لئے وہ محنت کرتے ہیں۔حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ محنت سے کام کرتا۔مگر اس کو یہ عادت ہوگئی ہے کہ ساری محنت، ساری فکریں اس کی ماں کرے اور وہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے خود پہ ترس کھائے اور اپنی سستی کو حق بجانب ثابت کرے۔اس طرح وہ کئی نفسیاتی مسائل کا شکار ہوا ہے۔اس کی والدہ بھی ڈپریس رہتی ہیں اس طرح وہ اور کمزور ہو رہی ہیں۔

اگر ہم اپنے بچوں کو ڈپریشن سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ ہم ان کو شدید محنت کی عادت ڈالیں۔محنت کرنے والے بچوں میں ڈپریشن کا تناسب کم ہوتا ہے آرام طلب بچوں میں ڈپریشن زیادہ ہوتا ہے۔اگر بچے والدہ کے پاس ہوں تو ان کو والد سے ملنے سے نہ روکیں اور دونوں تقویٰ سے کام لیں۔والد بھی بچوں کو والدہ سے ملنے دیں۔

ایک بار علیحدگی کے بعد ایک والدہ نے اپنے بچے کو والد سے ملنے نہ دیا۔اس کو بہت آرام و آسائش دی، محبت دی۔مگر جب بچہ بڑا ہوا تو ایک دم اسے شدید ڈپریشن ہو گیا وہ اپنی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس رہنے کے لئے چلا گیا۔وہاں اسے کافی تکالیف آئیں۔سوتیلے بہن بھائی تھے، والدہ تھیں مگر وہ واپس نہ آیا۔

ایک خاتون کی علیحدگی ہو چکی تھی ان کا بچہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔اس بچے کے سامنے سب لوگ اور والدہ بھی یہ کہتیں کہ اس کا باپ اچھا آدمی نہیں تھا۔اس سے وہ بچہ جذباتی کمزوری کا شکار ہوا۔ایک دن اس بچے کو شدید ڈپریشن ہو گیا۔اس نے چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔اس نے اپنی ماں سے کہا آپ بھی اچھی نہیں ہیں اسی لئے میرے باپ کو برا کہتی ہیں۔اس لئے بہت ضروری ہے کہ اپنے بچوں کے سامنے صبر اور مضبوطی سے رہیں۔والدین ایک دوسرے کی برائیاں نہ کریں۔اس طرح ہم بھی مضبوط ہوں گے اور بچے بھی مضبوط ہوں گے۔ہم صبر کریں گے تو اس طرح سے نہ صرف وہ بچے ڈپریشن سے بچ جائیں گے بلکہ اور کئی بدعادتوں مثلاً نشے کی عادت، اور دیگر جرائم سے بھی بچ جائیں گے۔انشاءاللہ۔

والدین کی علیحدگی کی صورت میں کئی بچے، جرائم پیشہ بن جاتے ہیں، کئی بچے نشہ کرتے ہیں، کئی بچے خدا

قائم شدہ 1952
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔میاں حنیف احمد کامران
Mobile: 0300-7703500

تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو کبھی یہ احساس نہ دلائیں کہ بچے ہماری کمزوری ہیں اور ہم بچوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، ہم مر جائیں گے۔ علیحدگی کی صورت میں کئی مائیں ایسا کرتی ہیں۔ اس سے وہ خود کمزور ہوتی ہیں، بچے نا جائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعد میں بچے بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو اچھی طرح معلوم ہو کہ ہمارے ماں باپ کی کمزوری صرف خدا کی ذات ہے۔ یعنی صرف خدا تعالیٰ کی محبت کے بغیر ہمارے والدین زندہ نہیں رہ سکتے۔ عام طور پہ وہ بچے خدا کی ہستی کے منکر نہیں ہوتے جنہوں نے اپنے والدین کو اس طرح خدا سے محبت کرتے دیکھا ہو۔ کئی والدین جھگڑے کی صورت میں بچوں کو اپنی طرف کرنے کے لئے کئی مراعات دیتے ہیں۔ مثلاً والد کئی بار بچوں کو زیادہ جیب خرچ دیتے ہیں کہ اس طرح بچے ان کی طرف داری کریں۔ والدہ بچے کو دیر تک باہر رہنے کی اجازت دے دیتی ہیں اور اَور بھی کئی مراعات وغیرہ دیتی ہیں۔ اس طرح بچے بری عادات کا شکار ہوتے ہیں۔

کئی بار جن میاں بیوی میں ہم آہنگی نہیں ہوتی ان میں اگر والد بچے کو کسی بات پہ ڈانٹے تو والدہ بچے کے سامنے والد کو روکتی ہے یا والدہ ڈانٹے تو والد روکتا ہے۔ یہ انتہائی نقصان دہ بات ہے اور بچوں پہ شدید ظلم ہے اس طرح بچے بگڑ جاتے ہیں اور کمزور ہوتے ہیں۔ اگر والد ڈانٹے تو اگر والدہ کو یہ لگ رہا ہو کہ یہ زیادتی ہے تب بھی بچے کے سامنے نہ کہیں، بعد میں کہیں۔ اور جب والد کے سامنے والدہ ڈانٹیں تو والد بچے کے سامنے والدہ کو برا نہ کہے اور علیحدگی میں والدہ کو سمجھائے، بچے کی طرفداری نہ کرے۔ طرفداری سے بچوں کو برائی کی شہ ملتی ہے اور وہ تباہ ہوتے ہیں اور والدین کمزور ہو جاتے ہیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی صاحبزادی محترمہ آپا محمودہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ: ایک بار امی جان نے مجھے سختی سے ڈانٹا اور وہ بھی بے قصور۔ اس پر میں روٹھ گئی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ والد کو اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن امی جان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ دوسرے دن خود میرے پاس آئے اور مجھے پیار کیا۔ مَیں بہت شرمندہ ہوئی۔ (سیرت سوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ صفحہ نمبر 127,128 مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید)

ہمارے پاس ہمارے بزرگوں کا اُسوہ ہے ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی پیروی کریں۔

ایک خاتون نے بتایا کہ اگر وہ بچوں کو ڈانٹیں تو ان کی اور ان کے شوہر کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ بچوں کو ڈانٹنا والد کو پسند نہیں اور پھر دوبارہ بچے وہی غلطی کرتے ہیں۔ یہ طریق غلط ہے اس طرح تربیت نہیں ہو سکتی اس طرح والدین اور بچے دونوں کمزور ہوتے ہیں۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے حضرت اماں جانؓ نے اُن کو جو نصائح فرمائیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اپنے شوہر کے سامنے ''کبھی اُن کے غصے کے وقت نہ بولنا۔ تم پر یا کسی نوکر یا بچے پر خفا ہوں اور تم کو معلوم ہو کہ اس وقت یہ حق پر نہیں ہیں جب بھی اُس وقت نہ بولنا۔ غصہ تھم جانے پر پھر آہستگی سے حق بات اور اُن کا غلطی پر ہونا اُن کو سمجھا دینا۔ غصے میں مرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزت باقی نہیں رہتی۔ اگر غصے میں کچھ سخت کہہ دیں تو کتنی ہتک کا موجب ہو''۔

(سیرت حضرت اماں جان حصہ دوم صفحہ 127-128 محمود علی عرفانی صاحب)

ازدواجی زندگی کو خوشگوار رکھنے کے لئے یہ بہت قیمتی اور رہنما اصول ہے۔

طلاق ہونے کی صورت میں یا بیوہ ہونے کی صورت میں عورت کی دوسری شادی

اسلام عورت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے اس لیے طلاق یا بیوہ ہونے کی صورت میں اس کو دوسری شادی کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اس فعل کو پسند کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے یہ بات رد کر دی کہ طلاق یافتہ عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے۔

آپؐ نے حضرت زینبؓ سے شادی کی جن کو آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ نے طلاق دی تھی۔ حضرت عائشہؓ کے علاوہ آپ کی تمام ازواج مطہرات بیوہ یا طلاق یافتہ تھیں۔ آنحضرتؐ نے 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے شادی کی جبکہ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ آپ دو بار بیوہ ہو چکی تھیں اور صاحب اولاد تھیں۔ آپؐ نے اپنی ساری جوانی ان کے ساتھ گزار دی اور ان کی وفات کے بعد باقی شادیاں کیں۔

جذباتی کمزوری اور طلاق کی شرح کی دو اہم وجوہات

جذباتی طور پر کمزور عورتوں میں طلاق اور خلع کی شرح زیادہ ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں مگر میرے مضمون کے لحاظ سے اس کی دو اہم وجوہات ہیں۔

(1)۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ شادی کے شروع میں وہ اپنا حق نہیں لے سکتیں اور بہت سی باتیں برداشت کرتی رہتی ہیں۔ ایک عرصہ بعد ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بہت سے حقوق نہیں مل رہے اور تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ان کی برداشت کا پیمانہ بھر جاتا ہے اور پھر وہ حقوق لینا چاہتی ہیں مگر تب تک لوگ ان کو For granted لینے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ تب حق لینا مشکل ہوتا ہے۔ پھر وہ حق لینے کی جنگ میں اتنا تھک جاتی ہیں کہ علیحدگی ہو جاتی ہے۔

ہم ایک ایسی خاتون کو جانتے ہیں جو شادی کے بعد کئی سال تک تکلیفیں برداشت کرتی رہی پھر وہ بیمار ہو گئی اور بہت زیادہ تھک گئی اور اس نے ایک دم خلع کا مقدمہ دائر کر دیا اُس کے خاوند کے لئے یہ ایک اچانک صدمہ (Shock) تھا۔ اس نے کہا کہ میری بیوی بہت اچھی ہے مَیں اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس سے پوچھا گیا اگر اس کی بیوی اچھی تھی تو اس نے اس کے کئی حق کیوں نہ دئے؟ اُس کے خاوند نے کہا میری بیوی کو حق لینا نہیں آتا۔ اس عورت کو لگتا تھا کہ اگر وہ مضبوط عورت ہوتی اور اُس کو حق لینا آتا ہوتا تو اُس کا خاوند اتنا بُرا نہیں تھا کہ اُس کو حق نہ دیتا مگر اب وہ بیمار تھی اور تھک گئی تھی اس میں ہمت نہیں تھی کہ شادی شدہ زندگی کو دوبارہ آزمائے۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس آدمی سے ساری عمر وہ حقوق کی جنگ نہیں لڑ سکتی۔ یہ اُس عورت کی فطرت میں نہیں تھا۔ اس کو سب نے سمجھایا کہ ہر کوئی فرشتہ نہیں ہوتا کہ بغیر تمہاری کوشش کے تمہیں حق دے دے وہ اچھا انسان ہے تم صلح کر لو۔ مگر وہ کہتی ہے کہ اس دنیا میں بہت اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے حق چھیننا یا لڑ کر لینا نہیں پڑتا۔ بہرحال اُس نے صلح نہ کی۔

والدین کو چاہئے کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو احسن رنگ میں اپنے فرائض ادا کرنے اور بغیر چیخنے چلاّنے کے، غصہ کرنے یا لڑائی کے بغیر اپنا حق لینا سکھائیں۔ اگر ایک انسان یکطرفہ فرائض ادا کر رہا ہو اور اس کو حقوق نہ مل رہے ہوں تو وہ تھک جاتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ حقوق و فرائض میں توازن انسان کو خوشی اور مضبوطی عطا کرتا ہے۔

(2) دوسری وجہ نزاکت ہے۔ جذباتی طور پر کمزور عورتوں میں طلاق کی شرح اس لئے بھی زیادہ ہوتی ہے کہ شادی شدہ زندگی میں کئی لمحے اور مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں وہ تکلیف کو نظر انداز کر دیتی تو اچھا ہوتا۔ کمزور عورتیں اس تکلیف کو دل کو لگا لیتی ہیں یعنی ان میں کچھ ایسی نزاکت ہوتی ہے جو شادی شدہ زندگی کے لئے بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ وہ مشکل مواقع پر ہار جاتی ہیں۔ نزاکت سے زندگی نہیں گزرتی۔ زندگی میں کئی بار ہمیں فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ ہمیں چھوٹی مصیبت اور بڑی خوشی لینی ہے یا بڑی مصیبت اور چھوٹی خوشی لینی ہے۔

جیسے ایک لڑکی کے ساتھ یہ ہوا کہ اُس کی شادی ہوئی اُس کی والدہ اُسے بار بار فون کر کے پوچھتی کہ تم کیا کر رہی ہو؟ گھر میں کون کون ہے؟ بیٹی کہتی کہ مہمان آئے ہیں میں کھانا بنا رہی ہوں۔ والدہ کہتی ہائے میری بیچاری بیٹی اتنی محنت کرتی ہے۔ سُسرال والے آتے ہیں وہ مہمان نوازی کرتی رہتی ہے۔ اور بھی چھوٹے چھوٹے مسائل جو اُن کی بیٹی کو تھے ان کو برے لگتے تھے۔ آہستہ آہستہ لڑکی کو احساس ہونے لگا کہ یہ تو بہت زیادتی ہے کہ مجھے تو بہت مسائل ہیں۔ شوہر اور بیوی میں جھگڑا ہونے لگا اور رفتہ رفتہ حالات اتنے خراب ہوئے کہ علیحدگی ہو گئی۔ حالانکہ اگر وہ سوچتی کہ مَیں ہر طرح سے خوش ہوں چند چھوٹے چھوٹے مسائل ہیں یہ چھوٹی مشکل ہے اور بڑی خوشی یہ ہے کہ ہم دونوں اور ہمارا بچہ خوش رہیں گے وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر اُس نے نزاکت کی وجہ سے بڑی مصیبت لے لی اور بڑی خوشی کو چھوڑ دیا۔ اگر وہ والدہ کو تسلی دیتی کہ میں تو ٹھیک ہوں اس طرح وہ دونوں خوش رہ سکتے تھے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ ایک خاتون کی شادی ہوئی مگر اُن کے شوہر بالکل اُن کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اُس نے اپنی ساس صاحبہ سے بات کی۔ انہوں نے کہا ہاں وہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا ہم نے شادی کے لیے منوایا ہے تم اُس کی خدمت کرتی رہو اور مضبوطی سے رہو مَیں تمہاری مدد کروں گی اور انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے اور بے حد مثالی جوڑا بنے۔

یہ ٹھیک ہے کہ لڑکی یا لڑکے کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے نتائج کبھی بیحد خراب ہوتے ہیں۔ مگر اگر وہ لڑکی نزاکت کا مظاہرہ کرتی اور صبر اور مضبوطی نہ دکھاتی تو مصیبت میں پڑ جاتی۔ اس نے نزاکت سے کام نہ لیا اور اس کے سسرال والوں نے ان دونوں کو آباد کرنے کے لئے اچھا کردار ادا کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ جیت گئی۔

شادی کے شروع کے سالوں میں سسرال میں اگر کوئی خوشی کا موقع ہو مثلاً کسی کی شادی وغیرہ یا خدانخواستہ کوئی غم کا موقع ہو تو عورت کی مضبوطی کا بڑا امتحان ہوتا ہے۔ اسے بہت عقلمندی اور مضبوطی سے وہ وقت گزارنا ہوتا ہے۔

ایک عورت نے بتایا کہ اس کے سسرال میں کسی کی وفات ہو گئی۔ وہ بہت کمزور عورت تھی وہ بہت زیادہ غم زدہ ہو گئی اور بے حد ڈر گئی کہ موت ایسی ہوتی ہے۔ اس سے پہلے اس نے کسی قریبی عزیز کا ایسا صدمہ نہ دیکھا تھا۔ غم اور خوف سے اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ سب گھر والے چاہتے تھے کہ وہ بہو ہے ان کو تسلی دے، گھر کی دیکھ بھال کرے، مہمانوں کے ساتھ بیٹھے۔ اس کا خاوند اور سب لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔ سسرال والوں نے اس سے جو امید لگائی تھی وہ بالکل نارمل اور جائز تھی مگر وہ اپنی اس حالت کی وجہ کسی کو سمجھا نہ سکی۔ ان کے اور بھی مسائل تھے۔ بالآخر ان کی علیحدگی ہو گئی۔ ایسے موقعوں پر کئی سسرال والے کہتے ہیں کہ بہو نے ہمارے صدمہ کے موقع پر ڈرامہ کیا۔ ہو سکتا ہے بہو ڈرامہ کرنے والی نہ ہو۔ البتہ بہت کمزور اور نازک ہو۔ دعا کریں کہ ہماری بیٹیاں اتنی مضبوط ہوں کہ کسی صدمہ کے موقع پر اپنے حواس قابو میں رکھیں۔ آمین

(باقی آئندہ)

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِي نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ (حدیث)

مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب آف اسلم پور

(ڈاکٹر محمد اشرف میلو۔ ایم ڈی۔ ایف اے سی پی ۔ماہر امراض خون و کینسر۔امریکہ)

ہمارے والد صاحب 1927ء میں ضلع گورداسپور کے گاؤں میلواں میں پیدا ہوئے۔ ہمارے بزرگ بتاتے ہیں کہ یہ گاؤں ہمارے خاندان کے تین سگے بھائیوں نے کسی زمانہ میں آباد کیا تھا۔

1947ء میں آپ قادیان میں ایف اے کے طالبعلم تھے۔تقسیم ملک کے بعد حالات نے پلٹا کھایا۔ پاکستان آکر آپ پولیس فورس میں شامل ہوگئے۔آغاز ملازمت میں ہی آپ نے رشوت نہ کھانے کا فیصلہ کیا۔ آپ کے اس فیصلے میں ہماری والدہ صاحبہ کا مشورہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ مَیں نے آپ کے والد سے کہا کہ مَیں کبھی آپ سے مہنگے کپڑے یا مہنگی چیزوں کی فرمائش نہیں کروں گی لیکن ہم نے اپنی اولاد کو حرام کی کمائی نہیں کھلانی۔ آپ نے اس فیصلے پر سختی کے ساتھ عمل کیا۔ بلکہ خود کوشش کرکے ایسی جگہ ملازمت کی جہاں رشوت کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔مثلاً آپ نے ایک لمبا عرصہ پولیس اکیڈمی لاہور میں بطور ٹیچر کے گزارا۔اکثر لوگ تھانیداروں کے گھروں میں دودھ،گھی یا جلانے کی لکڑی وغیرہ بھیج دیتے ہیں آپ کو ان چیزوں سے بھی نفرت تھی۔

آپ نے اپنی زندگی انتہائی اصول پسندی، رکھ رکھاؤ کے ساتھ باعزت طور پر گزاری۔کبھی فضول بات منہ سے نہ نکالی۔آپ نمازوں کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے تھے۔ روزانہ تہجد کی نماز ادا کرتے اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے۔بچوں کو شروع سے ہی نمازوں کی پابندی کروائی۔ہمیں حکم ہوتا تھا کہ مغرب کے وقت گھر آجایا کریں اور باجماعت نماز کا اہتمام کرتے۔اکثر بچے جن پر نماز فرض ہوچکی ہوتی سے جماعت کرواتے اور بعد میں ان کی غلطیاں ٹھیک کرتے۔

جب ہم چھٹیوں میں کالج سے گاؤں آتے اور اگر آپ بھی ان دنوں گاؤں میں ہوتے تو ہمیں اپنے ساتھ کھیتوں میں کام کے لئے لے جاتے۔مثلاً درخت وغیرہ لگانے یا کوئی چھوٹے موتے کام کرواتے۔مقصد یہ ہوتا کہ ہم اپنے آبائی پیشہ زراعت کو نہ بھولیں۔ ہمارا زرعی فارم گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ جمعہ کے دن دوپہر کے وقت سب کام چھوڑ کر ہم سب کو ساتھ لے کر شدید گرمی میں پیدل چل کر گاؤں نماز کے لئے آتے۔

آپ کو گھوڑی رکھنے کا شوق تھا لیکن جب گھوڑی سے گر کر بچپن میں اس عاجز کا دایاں بازو کئی جگہ سے ٹوٹ گیا آپ نے اس شوق کو ترک کر دیا۔

خدا خوفی اور خدا تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین آپ کی زندگی کے ہر پہلو پر نمایاں تھا۔آپ ایک صابر، ہمیشہ سچی بات کرنے والے ،قناعت پسند ،غریبوں کا خیال رکھنے والے اور راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرنے والی شخصیت تھے۔کبھی کسی دنیاوی جاہ و جلال سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ کسی دنیاوی غرض کی خاطر کسی سے ملے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کو احمدیت اور احمدیوں کی ترقی پر مکمل یقین تھا۔

جب اس عاجز کو میڈیکل کالج میں داخلہ ملا۔ آپ نے والدہ صاحبہ سے اخراجات کے بڑھنے کا ذکر کیا۔ اکثر پولیس ملازمین کو شاید اب بھی علم نہ ہو کہ پولیس ملازمین کے جو بچے کالج اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انہیں پولیس ویلفیئر فنڈ سے مناسب وظیفہ ملتا ہے۔ والد صاحب کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا۔ایک سال گزرنے کے بعد جب آپ کو پتہ چلا تو درخواست دینے پر نہ صرف پچھلے سال کے پیسے مل گئے بلکہ آئندہ بھی ملنے شروع ہوگئے۔آپ نے اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص فضل سمجھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کی توفیق دی ہے تو اخراجات کا بھی بندوبست کر دیا ہے۔

جب یہ عاجز نصرت جہاں سکیم کے تحت وقف کرکے افریقہ جانے لگا تو آپ نے مجھے آخری نصیحت یہ کی کہ ''کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ خلیفۂ وقت تم سے ناراض ہوجائیں۔

آپ نے مشکل حالات کا بھی صبر اور دعاؤں کے ساتھ مقابلہ کیا۔1988ء میں ہمارے تیسرے بھائی طاہر احمد کو جو انجینئرنگ کے طالبعلم تھے کاروبار کا شوق پیدا ہوا اور تین Harvesting مشینیں قسطوں پر لے لیں۔ایک دن اپنی گاڑی میں جا رہے تھے۔تیز رفتاری کے باعث گاڑی ایک موڑ پر درخت سے ٹکرا گئی۔سر پر چوٹ آئی اور وہیں بے ہوش ہوگئے۔ان دنوں یہ عاجز اور مجھ سے چھوٹے بھائی ڈاکٹر مبشر احمد چوہدری امریکہ میں تھے۔ ہم دونوں ایک ہی ہسپتال میں ٹریننگ حاصل کر رہے تھے۔عزیزم مبشر احمد ہارٹ سپیشلسٹ بن رہے تھے اور یہ عاجز میڈیسن میں ٹریننگ لے رہا تھا بلکہ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی جاوید اسلم چوہدری بھی ان دنوں امریکہ میں ایم بی اے کا طالبعلم تھا۔

والد صاحب ایکسیڈنٹ کا پتہ چلنے پر طاہر احمد کو لاہور جنرل ہسپتال میں لے آئے۔ ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے خط فیکس کئے اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ٹیلی فون پر بھی اطلاع دی۔کچھ دنوں بعد حضورؒ کا خط آیا جہاں دستخطوں کے ساتھ حضور نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا کہ ''طاہر احمد کا ہماری طرف سے حال پوچھیں''۔

ادھر طاہر احمد ابھی مکمل بے ہوشی میں تھا۔یہ عاجز حضور کے اس پیغام پر غور کرتا رہا۔دوسرے یا تیسرے دن میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ طاہر احمد نے نہ صرف ہوش میں آنا ہے بلکہ اس کے دماغ نے بھی صحیح کام کرنا ہے کیونکہ حال انسان صحیح دماغ والے شخص سے ہی پوچھتا ہے۔اور میرے دل میں ایک عجیب تسلی کی صورت پیدا ہوگئی جس کا ذکر مَیں نے اپنے بھائی ڈاکٹر مبشر احمد سے اور اپنے والدین سے کیا۔

عزیزم ڈاکٹر مبشر احمد اسی وقت امریکہ سے پاکستان چلے گئے اور ایک مہینہ طاہر احمد کے ساتھ رہے۔ جب ایک مہینہ کے بعد بھی اسے ہوش نہ آیا تو مبشر احمد، طاہر احمد کا ویزا لگوا کر PIA کے جہاز میں دو سیٹوں پر لٹا کر امریکہ لے آئے۔اور اسی ہسپتال میں جہاں ہم کام کرتے تھے اسے داخل کروادیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد یہی کہا کہ اسے کبھی ہوش نہیں آئے گی۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قریباً چار مہینے بے ہوش رہنے کے بعد ایک دن اس نے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اور آہستہ آہستہ تقریباً مکمل طور پر ٹھیک ہوگیا اور آج کل لاہور ڈیفینس میں رہتا ہے اور دو بچوں کا باپ ہے۔

والد صاحب نے ریٹائرمنٹ اپنے وقت سے پہلے لے لی تھی اور ہمارے ماموں چوہدری محمود احمد کے پوچھنے پر وجہ یہ بتائی کہ ''مجھ سے نمازیں وقت پر نہیں پڑھی جاتیں''۔اب والد صاحب پر Harvesting مشینوں کے سنبھالنے کا کام آپڑا جسے آپ نے بڑی محنت سے نبھایا۔آپ دوسرے زمینداروں کے مقابلہ پر قسط وقت پر ادا کر دیتے تھے۔ایک دفعہ گورنمنٹ نے کارروائی کی اور اکثر زمینداروں کی مشینوں پر قسط ادا نہ کرنے کی وجہ سے قبضہ کرلیا اور والد صاحب سے کہا کہ آپ اونے پونے مشینیں خرید لیں۔لیکن دنیاوی لالچ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔

آپ اکثر غریب لوگوں کی اپنے طور پر مالی مدد کرتے اور اپنے گاؤں کا بہت سی غریب بچیوں کا جہیز اپنے پاس سے تیار کروایا۔اور ان کی شادی کی۔ نہ صرف گاؤں بلکہ ارد گرد کے دیہات کے لوگ بھی اپنے مسائل آپ کے پاس لے کر آتے۔آپ انتہائی انصاف سے فیصلہ کرتے۔ بلکہ گھر میں اکثر یہ کہتے کہ مجھے خدا تعالیٰ سے ڈر لگتا رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے ناانصافی نہ ہوجائے۔آپ لوگوں کو لڑائی جھگڑے سے باز رکھتے۔ اکثر ان کی پردہ پوشی فرماتے اور صلح صفائی سے رہنے کی تلقین کرتے۔

عزیزم ڈاکٹر مبشر احمد چوہدری ہارٹ سپیشلسٹ کے تعلقات کی وجہ سے پورے ضلع کی انتظامیہ آپ کے کسی کام کو نہیں ٹالتی تھی۔لیکن آپ نے کبھی اس کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔اگر کوئی مجرم آپ کے پاس مدد کے لئے آتا تو آپ انکار کر دیتے لیکن غریب اور مظلوم کی ضرور مدد کرتے۔

ہمارے پاس ایک باورچی تھا۔اس نے کسی کے پیسے دینے تھے۔ ایک دن وہ لوگ پولیس کے ساتھ آگئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس کو اپنے ساتھ لے کر جانا ہے۔ اگر والد صاحب چاہتے تو اس کو نہ جانے دیتے لیکن حالات کا پتہ کرنے پر جب یہ ثابت ہوگیا کہ باورچی نے ان لوگوں کے ساتھ فراڈ کیا ہوا ہے تو آپ نے باورچی کو پولیس کے ساتھ بھیج دیا۔ ایک احمدی دوست نے امریکہ میں اس عاجز کے والد صاحب کے پاس سفارش کے لئے کہا۔ان کا کسی کے ساتھ زمین کا جھگڑا تھا اور ایک افسر نے ان کے گاؤں فیصلہ کے لئے جانا تھا۔ اس عاجز نے والد صاحب کو ٹیلی فون پر ان کی مدد کرنے کے لئے کہا۔ بعد میں والد صاحب نے مجھے بتایا کہ آپ نے اس افسر سے صرف یہ کہا کہ آپ اس گاؤں فیصلہ کے لئے جا رہے ہیں مَیں نے صرف آپ سے یہ کہنا ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ جب اس افسر نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا تو فیصلہ خود بخود اس احمدی کے حق میں ہوگیا۔

الیکشن میں ہم احمدی حصہ نہیں لیتے لیکن لوگوں کے اصرار پر آپ نے اُن سے کہا کہ ایک شریف انسان عبدالحفیظ اکمل ایڈووکیٹ کو علاقہ کے ناظم کے طور پر چن لیں ۔عبدالحفیظ اکمل ایڈووکیٹ نے اس عاجز کو بتایا کہ الیکشن سے چند روز پہلے والد صاحب نے اسے کہا کہ تم فکر نہ کرو۔تم نے الیکشن جیت جانا ہے۔وہ کہنے لگے کہ چچا جان آپ کو کیسے پتہ چلا۔والد صاحب نے صرف یہ فرمایا کہ ''مجھے خواب آگئی ہے''۔

جب یہ عاجز دسمبر 2006ء میں وقف عارضی پر ربوہ جانے لگا۔اس وقت آپ کی بیماری زوروں پر تھی ۔بڑی مشکل سے چل پھر سکتے تھے۔ درد بھی رہتی تھی ۔کہنے لگے کہ مجھے بھی ساتھ لے جاؤ۔مَیں نے بہشتی مقبرہ میں اپنی والدہ کی قبر پر دعا کرنی ہے۔ربوہ میں ہم بہشتی مقبرہ گئے۔آپ نے بزرگان سلسلہ کے مزاروں پر بھی دعا کی۔ بعد میں کافی عرصہ اپنی والدہ صاحبہ کی قبر کے قریب دو خالی جگہوں پر کھڑے ہوکر کافی دیر تک دیکھتے رہے۔شاید اپنے دل میں دعا کر رہے ہوں۔یہ عاجز تھوڑی دور کھڑا آپ کو دیکھ رہا تھا۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب ہم آپ کو دفنانے کے لئے بہشتی مقبرہ گئے تو انہوں نے دو جگہوں میں سے ایک جگہ پر آپ کی قبر کھدی ہوئی تھی۔ بعد میں کہنے لگے کہ مجھے ربوہ کی سڑکوں کی تھوڑی دیر کے لئے سیر کرواؤ۔جب ہم گاڑی میں مسجد اقصیٰ کے سامنے سے گزرے تو آپ نے ایک عجیب خواہش کا اظہار کیا۔فرمایا کہ جب ہم جلسہ سالانہ پر آیا کرتے تھے تو یہاں ایک دوکان کی جلیبیاں مزیدار ہوتی تھیں چلیں جلیبیاں خریدیں۔ وہاں ایک دوکان سے ہم نے جلیبیاں لیں جو آپ نے کمرے میں آکر دودھ کے ساتھ کھائیں۔

آپ کو وفات کا بھی پہلے پتہ چل گیا تھا اور آپ نے سب کو بتا بھی دیا تھا۔یہ دسمبر 2005ء کی بات ہے ۔آپ نے فرمایا کہ خواب میں آپ کی بڑی ہمشیرہ جو فوت ہوچکی ہیں خواب میں آئیں اور کہنے لگیں کہ ''اسلم تم نے کب آنا ہے؟'' آپ نے جواب دیا کہ ''ایک سال بعد آؤں گا''۔اس وقت آپ کی بیماری کا کوئی علم نہیں تھا۔جب آپ نے یہ خواب سنایا تو میرا بیٹا عمر بھی پاس تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہنے لگا کہ ''داداجان پھر آپ نے ایک سال کیسے گزارنا ہے؟ میرا خیال ہے دنیا کی سیر پر نکل جائیں''۔

جگر کے کینسر کا ستمبر 2006ء میں پتہ چلا۔اس وقت بیماری کافی پھیل چکی تھی ۔ اس عاجز نے کچھ دوائیں وغیرہ استعمال کیں ۔ ہومیوپیتھی اور سچی بوٹی بھی اپنے طور پر استعمال کرتے رہے۔لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

پھر آپ نے بتایا کہ مَیں خواب میں دیوار پر دو ہندسے دیکھتا ہوں 80-79 ۔ کہنے لگے مجھے لگتا ہے کہ میری عمر 79 سال سے زیادہ اور 80 سال سے کم ہوگی۔

آپ کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام پر اپنے گاؤں میں وقف ہسپتال بنانے کی توفیق دی ۔ عزیزم ڈاکٹر مبشر احمد چوہدری کے ذاتی تعلقات اور دوستی کی وجہ سے وزیر اعلیٰ پنجاب اس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے اور ساتھ ہی انہوں نے گاؤں کا

باقی صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ایک سچے مومن کی مختلف نشانیوں کا قرآن مجید کی آیات کے حوالہ سے ذکر اوران اوصاف کو پوری طرح اپنانے کی نصیحت

اللہ کے فضل سے جماعت میں مال خرچ کرنے کی طرف بہت توجہ رہتی ہے، جماعتی ضروریات کے لئے بھی احمدی بڑے کھلے دل سے قربانیاں کرتے ہیں۔

اس سال بھی اکثر ممالک کی جماعتوں نے اپنے بجٹ اور گزشتہ سال کی قربانیوں سے بہت بڑھ کر قربانیاں کی ہیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 13/جولائی 2007ء بمطابق 13/وفا 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

گزشتہ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت مومن کا بیان ہوا تھا اور اس لفظ کی تعریف مختلف لغات اور مفسرین کے حوالہ سے بیان کی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ مومن کے تحت امن دینے والا ہے اور اپنے انبیاء کی تصدیق کرنے والا ہے، ان کی تائید میں نشانات و معجزات دکھانے والا ہے۔ اور جب انسان اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء پر ایمان لے آئے تو وہ اپنی مخلوق کو ہر شر سے امن میں رکھتا ہے اور دنیا و آخرت میں ان ایمان لانے والوں کو طمانیت قلب عطا فرماتا ہے، اپنے انعامات سے نوازتا ہے اور اپنے مومن بندوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرتا ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے فیض پانے کے لئے مومن بننا ہوگا۔ مومن بننے کے لئے کیا لوازمات ہیں؟ کون کون سی شرائط ہیں جن پر پورا اتر کر ایک انسان حقیقی مومن بن سکتا ہے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ مومن کی مختلف خصوصیات بیان فرمائی ہیں کہ ایک مومن بندہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے فیض پانے کے لئے ایمان کے مدارج طے کرتے ہوئے ان باتوں کو اپنائے گا تو وہ حقیقی مومن کہلائے گا اور فیض پانے والا ہوگا۔

قرآن کریم کے شروع میں ہی مومن کی تعریف کا بیان شروع ہو گیا ہے۔ فرمایا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (البقرۃ:4-5) مومن کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لانے والا ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ نمازوں کو قائم کرنے والا ہے۔ تیسری بات اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا ہے یا جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان کے مطابق خرچ کرنے والا ہے۔ چوتھی خصوصیت، آنحضرت ﷺ پر جو تعلیم اتری، اللہ تعالیٰ کی شریعت اتری اس پر ایمان لانے والا اور پانچویں یہ کہ پہلے انبیاء پر ایمان لانے والا اور چھٹی بات یہ کہ آخرت پر یقین کرنے والا ہے۔ یعنی وہ باتیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہوں گی۔ ان پر یقین کرنا۔

پہلی بات یا خصوصیت جو ایک مومن کی بیان فرمائی گئی ہے وہ غیب پر ایمان ہے، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کہ وہ سب قدرتوں والا ہے۔ جب یہ کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنے وجود کا پتہ ایک سچے مومن کو مختلف طریقوں سے دیتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں پر ایمان ہے، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے، یہ سب ایمان کی مثالیں ہیں۔ پھر غیب پر ایمان یہ ہے کہ ہر حالت میں اپنے ایمان کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ نیک اعمال جو کرنے ہیں وہ کسی کو دکھانے کے لئے نہیں کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں مجھے دیکھ رہا ہے، ان پر عمل کرنا ہے۔ دشمنوں کا خوف یا کسی قسم کی روک یا نفسانی لالچیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے نہ روکیں۔ یہ ایمان کی مضبوطی کی پہلی شرط ہے۔

مومن ہونے کے لئے دوسری اہم شرط نمازوں کا قیام ہے۔ نمازوں کا قیام یہ ہے کہ ایک توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی نگرانی رکھنا، ان میں باقاعدگی اختیار کرنا کیونکہ اگر نمازوں میں باقاعدگی نہیں ہے، کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، کبھی نیند آ رہی ہے تو عشاء کی نماز ضائع ہو گئی اور بغیر پڑھے سو گئے، کبھی گہری نیند سو رہے ہیں تو فجر کی نماز پر آنکھ نہ کھلی۔ بعض لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اگر وقت پر آنکھ نہیں بھی کھلی تو جب بھی آنکھ کھلے فجر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ سورج نکلے پڑھیں گے تو گھر والوں کے سامنے بھی شرمندگی ہو گی یا اپنے آپ کو احساس ہو گا اور ضمیر ملامت کرے گا کہ اتنی دیر سے نماز پڑھ رہا ہوں اور پھر اگلے دن اس احساس سے ایک مومن وقت پر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کام کرنے والے ہیں، کام کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن تو وہ لوگ ہیں جو نمازوں کا قیام کرتے ہیں اور قیام کس طرح کرتے ہیں، عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج:24)، اپنی نمازوں پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اس میں باقاعدگی رکھتے ہیں، یہ نہیں کہ کبھی نماز ضائع ہو گئی تو کوئی حرج نہیں بلکہ آگے فرمایا کہ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ (المعارج:35) نمازوں کی حفاظت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ انسان جتنی کسی عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے، وہ نمازوں کی حفاظت عزیز ترین شے سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ایک مومن نمازوں کی حفاظت اس سے بھی زیادہ توجہ سے کرتا ہے۔ اگر نماز ضائع ہو جائے تو بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ہو گی تو تب ایمان میں مضبوطی آئے گی۔ پھر باقاعدہ نماز پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:104)۔ یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر ادا کرنا ضروری ہے اور حقیقی مومن وہی ہیں جو نماز وقت پر ادا نہ ہو سکے تو بے چین ہو جاتے ہیں۔

کہتے ہیں ایک شخص کی ایک دن فجر کی نماز پر آنکھ نہیں کھلی، نماز قضاء ہو گئی، اس کا سارا دن اس بے چینی میں اور رو رو کر اور استغفار کرتے ہوئے گزرا۔ لگتا تھا کہ یہ غم اسے ہلاک کر دے گا، اگلے دن نماز کا وقت آیا، اس کو آواز آئی کہ اٹھو اور نماز پڑھو۔ اس نے پوچھا کون ہو تم؟ اس نے کہا مَیں شیطان ہوں۔ پوچھا کہ شیطان کا کیا کام ہے نماز کے لئے جگانے کا؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل تم نے جو رو رو کر اپنی حالت بنائی تھی اور جتنا استغفار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی گنا نماز کا ثواب دے دیا۔ میرا تو مقصد یہ تھا کہ تم ثواب سے محروم ہو جاؤ گے تو بجائے اس کے کہ تم کئی گنا ثواب لو اس سے بہتر ہے کہ مَیں تمہیں خود ہی جگا دوں اور تم تھوڑا ثواب حاصل کرو، اتنا ہی جتنا نماز کا ملتا ہے۔ نہیں تو پھر رو رو کے وہی حالت کرو گے اور پھر زیادہ ثواب لے جاؤ گے تو میرا مقصد تو پورا نہیں ہو گا۔ تو یہ نمازیں چھوڑنے والوں کا درد ہوتا ہے۔

پھر ایک مومن کی نمازوں کی شان نماز پڑھتے ہوئے پوری توجہ کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ایک مومن کو باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ قیام نماز اس وقت مکمل ہو گا جب باجماعت نماز کی طرف

توجہ ہوگی۔ اس لئے حتی الوسع باجماعت نماز کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ باجماعت نماز کا ثواب ستائیس گنا تک ہے۔(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

پھر ایک مومن کی ایک یہ شان ہے کہ نہ صرف خود نمازوں کا اہتمام کرے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتا رہے۔ جماعتی نظام بھی ایک خاندان کی طرح ہے۔ اس میں ہر ایک کو اپنے ساتھ اپنے بھائی کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے، اپنے عزیزوں کے لئے بھی پسند کرنی چاہئے۔ یہ ثواب کمانے اور نیکی پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ لیکن پیار سے توجہ دلانی چاہئے۔ جس کو توجہ دلائی جارہی ہو اس کو بھی برا نہیں منانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا(سورۃ طٰہ :133) اور تو اپنے اہل کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور خود بھی نماز پر قائم رہ۔ پس جہاں ماں باپ، بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کو نماز کی تلقین کرنی چاہئے وہاں پر ہر احمدی کو دوسرے احمدی کو بھی پیار سے اور نظام جماعت جو اس کام پر مامور ہے ان کو بھی دوسروں کو نمازوں کی طرف توجہ دلاتے رہنا چاہئے۔ یہی چیز ہے جو مومنین کی جماعت کو مضبوطی عطا کرتی ہے۔ یہی چیز ہے جس سے بندے اور خدا کے درمیان ایک تعلق قائم ہوتا ہے جو بندے کو خدا کے قریب کرتا ہے اور یہ تعلق اس لئے نہیں کہ دنیاوی مقاصد حاصل کرنے ہیں بلکہ اصل مقصد روحانیت میں ترقی کرنا اور خدا کا قرب پانا ہے۔ پس جب اس مقصد کے حصول کے لئے ایک دوسرے کو توجہ دلا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں کو سمیٹنے والے بن رہے ہوں گے اور جماعتی مضبوطی بھی پیدا ہو رہی ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے شرط وہی لگائی کہ خود بھی نمازوں کی طرف توجہ کرو۔ اپنے عمل کی شرط ضروری ہے۔

پھر ایک سچے مومن کی ایک نشانی یہ ہے کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اور جو کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی خرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ دولت کا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہیں، جو کسی کو بھی دوسرے سے زیادہ عطا کی ہیں اس کو دوسروں کی بہتری کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور یہی بے نفس خدمت ہے جو پھر ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ ایسے رشتے میں پیوست کر دیتی ہے جو پکا اور نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہوتا ہے۔ مومنین کی جماعت میں ایک ایکا اور وحدانیت پیدا ہو جاتی ہے، ایک مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر سطح پر اگر اس سوچ کے ساتھ ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہوئے، اپنی دولت اور اپنی دوسری صلاحیتوں کو خرچ کیا جائے تو ایسا معاشرہ جنم لیتا ہے جس میں محبت، پیار، امن اور سلامتی نظر آتی ہے۔ گھروں کی سطح پر خاوند بیوی کا خیال رکھ رہا ہوگا۔ بیوی خاوند کا خیال رکھ رہی ہوگی۔ ماں باپ بچوں کی بہتری کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور ذرائع کا استعمال کر رہے ہوں گے۔ بچے ماں باپ کی خدمت پر ہر وقت کمربستہ ہوں گے، ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ان کی خدمت کی طرف توجہ دے رہے ہوں گے۔ ہمسایہ، ہمسائے کے حقوق ادا کر رہا ہوگا، غریب امیر کے لئے اپنی صلاحیتیں استعمال کرے گا اور امیر غریب کی بہتری کے لئے خرچ کر رہا ہوگا اور یہ سب اس لئے ہے کہ ہم مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ کرو اور اس طرح پر سب مل کر پھر جماعتی ترقی کے لئے اپنے مال اور صلاحیتوں کو خرچ کر رہے ہوں گے اور پھر وہ معاشرہ نظر آئے گا جو مومنین کا معاشرہ ہے۔

اللہ کے فضل سے جماعت میں مال خرچ کرنے کی طرف بہت توجہ رہتی ہے، جماعتی ضروریات کے لئے بھی احمدی بڑے کھلے دل سے قربانیاں کرتے ہیں، ہر وقت تیار رہتے ہیں اور ہر روز اس کی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ جون کا مہینہ جو گزرا ہے، یہ مہینہ جماعت کے چندوں کا، جماعتی سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے۔ ہر سال مختلف ممالک کی جماعتوں کو فکر ہوتی ہے کہ بجٹ پورا ہو جائے اور نہ صرف بجٹ پورا ہو جائے بلکہ گزشتہ سال کی نسبت قدم ترقی کی طرف بڑھے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مومنین کی جماعت پر اس کا اظہار فرماتا ہے کہ ان کے قدم آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اس سال بھی اکثر ممالک کی جماعتوں نے اپنے بجٹ اور گزشتہ سال کی قربانیوں سے بہت بڑھ کر قربانیاں کی ہیں۔ کئی چھوٹے چھوٹے ملک بھی ہیں کہ اپنے بجٹ سے کئی کئی گنا زائد وصولی کی ہے۔ پاکستان میں بھی باوجود حالات خراب ہونے کے قربانیوں میں ترقی کی ہے، مثلاً کراچی کے حالات بہت خراب تھے، مئی کے شروع میں جب وہاں فساد ہوئے تو امیر صاحب کراچی کا بڑی پریشانی کا فون آیا۔ پھر فیکس آئی کہ حالات ایسے ہیں اور سال کا آخر ہے چندوں میں کمی ہو رہی ہے۔ خیر اللہ نے فضل فرمایا اور ہو گیا، لیکن عموماً جماعت کا مزاج یہ ہے کہ سال کے آخری مہینے کے آخری دنوں میں اپنے چندوں کی ادائیگی پوری طرح کرتے ہیں۔ تو جون کے آخر میں پھر کراچی کے حالات موسم کے لحاظ سے بڑے خراب ہو گئے، اور کہتے ہیں کہ 30 رجون کو تو یہ حال تھا کہ شدید بارشیں، سڑکوں کے اوپر پانی، گھر سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا تھا اور بڑی فکر تھی، بجٹ میں کافی کمی تھی لیکن شام تک کہتے ہیں، پتہ نہیں کیا معجزہ ہوا ہے کہ نہ صرف بجٹ پورا ہو گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑھ کر وصولی ہو گئی اور اس طرح کئی جگہوں پر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب کوئی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ کی یہ خاص تائید اور مدد تھی جس نے یہ ساری کمیاں پوری کر دیں۔ یہ نظارے اللہ تعالیٰ اس لئے دکھاتا ہے کہ مسیح موعود کی یہ جماعت مومنین کی ایک سچی جماعت ہے اور ان باتوں کو دیکھ کر تم اپنے ایمانوں میں مزید مضبوطی پیدا کرو اور میرے احکامات پر عمل کرو تا کہ میرے فضلوں کو انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی حاصل کرنے والے بنو اور بنتے چلے جاؤ۔

پھر جیسا کہ مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ ایک مومن کے لئے آنحضرت ﷺ پر جو تعلیم اتری ہے اسے ماننا ضروری ہے۔ آپؐ کو خاتم الانبیاء ماننا ضروری ہے۔ اس یقین پر قائم ہوں اور یہ ایمان ہو کہ قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے اور اس کے تمام احکامات ہمارے لئے ہیں اور ہمیں اس پر ایمان لانا اور ماننا اور عمل کرنا ضروری ہے۔

پھر جس طرح قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جو انبیاء آئے تھے وہ بھی برحق تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے، بعض کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور بہت سوں کا نہیں ہے، ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ایک مومن کی خصوصیت ہے اور یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے پہلے انبیاء کی صداقت پر بھی مہر لگا دی اور آنحضرت ﷺ کو یہ مہر لگانے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (البقرۃ:120)۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر:25) ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی ایسی قوم نہیں جس میں ہوشیار کرنے والا نہ آیا ہو تو ہر قوم میں جو انبیاء آئے ان کی بھی اطلاع دے دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ سے یہ اعلان کروا دیا کہ تمام قوموں میں رسول آئے ہیں اس لئے جس قوم کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ اس میں نبی آیا اور نبی کا نام لیتے ہیں ان کو ماننا ضروری ہے۔ ایک مومن کو یہ حکم دیا کہ ان تمام رسولوں پر ایمان لانا بھی تمہارے مومن ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔

اور پھر فرمایا کہ آخرت پر بھی یقین رکھو، یہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اب یہ آخرت کیا ہے؟ آخرت کے معانی سیاق وسباق کے ساتھ یہ ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو آپؐ کی غلامی میں آئے اس پر جو وحی نازل ہو اس پر بھی یقین رکھنا۔ جو مسیح موعود اور مہدی معہود آئے گا یقین رکھو کہ وہ آئے گا اور اس پر ایمان لے آنا، یہ بھی ایک مومن کے ایمان کا حصہ ہے۔ آخرت کو اخروی زندگی بھی کہا جاتا ہے، لیکن جو پہلے معانی ہیں اس سیاق وسباق کے لحاظ سے وہ زیادہ بہتر ہیں اور یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فہم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں کہ یہ معانی ہم تک پہنچے ہیں اور ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ پس یہاں یہ بیان فرما کر کہ جس طرح تمہارے لئے پہلے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح تمہیں اس یقین پر بھی قائم رہنا ہوگا کہ آخرین میں جو آنحضرت ﷺ کے غلام کی بعثت ہوگی اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ یہ نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے، ہماری وحی پر ایمان لانے کا ذکر کیوں نہیں۔ اسی امر پر توجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکا یک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (البقرۃ:5) میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ سے قرآن شریف کی وحی اور مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ سے انبیاء سابقین کی وحی اور اٰخِرَۃ سے مراد مسیح موعود کی وحی ہے۔ اٰخِرَۃ کے معنی ہیں پیچھے آنے والی۔ وہ پیچھے آنے والی چیز کیا ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنے والی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہوگی کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت ﷺ

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔
مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ اور نصیر بیگ سے رابطہ کریں
لندن جانے اور لندن سے آنے کے لئے فیری کے سستے ٹکٹ ہم سے خرید فرمائیں
(جلسہ کے لئے ایڈوانس بکنگ آفر 99 یورو)

Tel: 00 49 -211 - 2205611-12 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613
Mobile: 0160-97902950e-mail: nayaab@web.de
Karl Str. 2 40210 - Dusseldorf (Germany)

پرنازل ہوئی۔ دوسری وہ جو آنحضرت ﷺ سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپؐ کے بعد آنے والی تھی‘‘۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سورة البقرة زیر آیت 5)

پس جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بتایا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق ان مومنین کے لئے ہوگی جو پہلے انبیاء کی بھی تصدیق کریں گے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والے بھی ہوں گے اور بعد میں آنے والے کو بھی مانیں گے۔ تو اس آیت نے اور وضاحت نے دلیل کو مزید مضبوط کر دیا۔ پس ہر ایک احمدی جو حقیقی مومن ہے اور اس ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا ہے اس کو اس پیغام کو ماننے کے بعد اپنے ایمان میں ترقی کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے کی طرف مزید کوشش کرنی چاہئے۔

پھر ایک مومن کی خصوصیت یہ ہے، جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر آتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرة:166) یعنی اور جو لوگ مومنین ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ پس مومن ہونے کی یہ نشانی ہے کہ ایک سچے مومن کی زندگی صرف ایک ذات کے گرد گھومتی ہے اور گھومنی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ایک مومن، مومن کہلا ہی نہیں سکتا۔ ایک مومن کا غیب پر ایمان، نمازیں پڑھنا، قربانی کرنا، انبیاء پر ایمان، اس وقت کامل ہوگا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اس شدید محبت کا کیسا اعلیٰ نمونہ ہمارے سامنے رکھا کہ کفار بھی یہ کہہ اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمد تو اپنے ربّ پر عاشق ہوگیا۔ اور آپؐ نے ہمیں کیا خوبصورت دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ مَیں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔ (صحیح الترمذی کتاب الدعوات)

پس ایک مومن کا معیار اور خصوصیت یہ ہے جس کو حاصل کرنے کی ایک مومن کو کوشش کرنی چاہئے۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے اس محبت کے حصول کے لئے بھی اسی کے آگے جھکنا اور اس سے دعائیں کرنا ضروری ہے۔

پھر مومن کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (الانفال:3) یعنی مومن تو صرف وہی ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیں اور وہ جو اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔

صرف مومن ہونے کا دعویٰ ہی کافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جن خصوصیات کی طرف ایک مومن کو توجہ دلائی ہے، وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دل میں ہوتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، یہ خوف ہے کہ میرے محبوب کے حوالے سے میرے سامنے کوئی بات کی جائے اور میں اس پر توجہ نہ دوں، یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ احکامات پر عمل، ان نصائح پر عمل جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے کی جائیں یا جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہوں وہ اس لئے کرتا ہے کہ میرا محبوب کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ پس اس حوالے سے ہر نصیحت جو ایک مومن کو کی جاتی ہے اس کو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایک صحیح مومن اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میرا خدا جو سب سے زیادہ پیار کرنے والا ہے میری نافرمانی سے کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

اور دوسری بات (یہ ہے کہ) جو ایک مومن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں، جب ان نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے ایک مومن پر ظاہر ہوتے ہیں تو یہ چیز اسے اس کے ایمان میں مزید ترقی کا موجب بنا دیتی ہے۔

اور تیسری اہم بات (یہ) ہے کہ ایمان کی زیادتی کے ساتھ مومن کا معیار توکل بڑھتا ہے۔ اس کا یقین اللہ تعالیٰ کے سلوک کی وجہ سے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ایمان میں بڑھنے کے ساتھ اس کا توکل بھی بڑھتا چلا جاتا ہے، اس میں وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ دنیاوی چیزوں پر گرنے کی بجائے اور انہی پر مکمل انحصار کرنے کی بجائے اپنی کوشش کرنے کے بعد جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسباب کا استعمال بھی ہونا چاہئے اور محنت بھی ہونی چاہئے، پھر بہتر نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑتا ہے۔ اونٹ کا گھٹنا باندھنے کے بعد اس رسّی پر توکل نہیں کرتا جس سے گھٹنا باندھا گیا ہے بلکہ اس مالک پر توکل کرتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے، جو نگراں ہے، جو حفاظت کرنے والا ہے پس یہ توکل ہے جو ایک مومن کا طرہ امتیاز ہے اور ہونا چاہئے اور یہ اس کی خصوصیت ہے۔

پھر ایک مومن کی نشانی یہ بتائی کہ اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۔ وَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور:53) مومنوں کا قول جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے محض یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی ہیں جو مراد پانے والے ہیں۔

اللہ اور رسول کی کامل اطاعت تبھی ہوگی جب ان تمام احکامات کی پیروی ہوگی جو اللہ اور رسول نے دیئے ہیں۔ صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی کافی نہیں۔ مثلاً اہم معاملات میں جو مسائل اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اُن میں بھی اللہ اور رسول کا حکم ہے کہ میرے امیر کی اور نظام کی اطاعت کرو۔ اس کی پوری پابندی کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النسآء: 66) نہیں، تیرے ربّ کی قسم وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تجھے ان امور میں منصف نہ بنالیں جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے پھر تُو جو بھی فیصلہ کرے اس کے متعلق وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور کامل فرمانبرداری اختیار کریں۔

یہ صرف آنحضرت ﷺ کے بارے میں نہیں ہے گو پہلے مخاطب آپؐ ہی ہیں، اس کے بعد آپ کا نظام ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے امیر کی اطاعت اور نظام کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ خلفاء اور نظام جماعت کی اطاعت بھی ہر ایک مومن پر جو بیعت میں شامل ہے، ماننے والا ہے، حقیقی مومن ہے، اس کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ اور اطاعت اور فیصلوں کی پابندی صرف نہیں کرنی بلکہ خوشی سے ان کو ماننا ہے۔ سزا کے ڈر سے نہیں ماننا بلکہ اطاعت کے جذبے سے اور یہی چیز ہے جو مسلمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والی ہوگی۔

پس ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جھگڑوں کی صورت میں، (جو ذاتی جھگڑے ہوتے ہیں)، اپنے دماغ میں سوچے ہوئے فیصلوں کو اہمیت نہ دیا کریں بلکہ نظام کی طرف سے جو فیصلہ ہو جائے، قضا کی طرف سے ہو جائے جو کئی مرحلوں میں سے گزرنے کے بعد ہوتا ہے اسے اہمیت دیں۔ پھر بعض وقت خلیفۂ وقت کی طرف سے بھی انہی فیصلوں پر صاد ہوتا ہے۔ اس کے باوجود یہ زور ہوتا ہے کہ نہیں، فیصلہ غلط ہوا ہے۔ ٹھیک ہے، فیصلہ غلط ہوسکتا ہے لیکن فیصلہ کرنے والے کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے پھر فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر مسلسل اس کے خلاف باتیں کرنا اور پھر یہ کہنا کہ اب مجھے دنیاوی عدالتوں میں بھی جانے کی اجازت دی جائے تو یہ ایک مومن کی شان نہیں ہے۔ مومن وہی ہیں جو خوشی سے اس فیصلے کو تسلیم کرلیں۔ اگر کسی نے اپنی لفاظی کی وجہ سے یا دلائل کی وجہ سے اپنے حق میں فیصلہ کروالیا ہے یا غلط ریکارڈ کی وجہ سے فیصلہ کروالیا ہے اور دوسرا فریق اپنی کم علمی کی وجہ سے یا ریکارڈ میں کمی کی وجہ سے اپنے حق سے محروم بھی ہوگیا ہے تو پھر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ غلط فیصلہ کروانے والا آگ کا گولہ لیتا ہے یا اپنے پیٹ میں بھرتا ہے تو پھر وہ اس کا اور خدا کا معاملہ ہوگیا۔ مومنین کی شان یہ ہے کہ فتنے سے بچیں۔ نظام کے خلاف باتیں کرکے، بول کر اپنے حق سے محروم کئے جانے والا شخص اگر اپنے زُعم میں، اپنے خیال میں اپنے آپ کو صحیح بھی سمجھ رہا ہے تو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی ایمان سے محروم کر رہا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے۔ پس مومن کی ایک بہت بڑی خصوصیت اطاعت ہے۔ امن قائم کرنے کے لئے تھوڑا سا نقصان بھی برداشت کرنا ہو تو کرلینا چاہئے اور اطاعت کو ہر چیز پر حاوی کرنا چاہئے اور اس کو ہر چیز پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ اللہ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنا اور اس پر توکل کرنا ایسی چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازتا ہے اور پھر ایسے ذرائع سے مدد فرماتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک جگہ مومنین کی یہ خصوصیت بیان فرماتا ہے کہ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (السجدة: 16) یقیناً ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن آیات کے ذریعہ سے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے

First Minute Reiseburo

خوشخبری۔ پاکستان، انڈیا، انگلینڈ، USA، کینیڈا اور جماعتی فنکشن پر جانے والوں کے لئے خصوصی رعایت۔
دنیا بھر میں کہیں بھی بذریعہ ہوائی جہاز یا بحری جہاز سفر کرنے کے لئے جرمنی بھر میں اب آپ گھر بیٹھے چند لمحوں میں ٹیلی فون، SMS اور ای میل کے ذریعہ OK ٹکٹ حاصل کریں۔ مزید معلومات کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

Liaqat Ali Shamsi & Afzal

Tel: 0611-4504569 Fax: 0611-4504573 Mob: 0170-6565946
E-mail: jmafzal@gmail.com Web: www.f-tur.de
Address: First Minute Reiseburo, Rheinstr.17, 65185 Wiesbaden (Germany)

گر جاتے ہیں اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

پس جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی آیات ایک مومن کو خوف میں بڑھاتی ہیں اور اس کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ پس خوف اور ایمان میں بڑھتے ہوئے اور اس دلی خواہش کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے قرب پانے والے بنیں، مومنین تسبیح کرتے ہیں، حمد کرتے ہیں، عبادتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حوالے سے جو بات کی جائے تو پھر اطاعت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ایمان میں بڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان خصوصیات کا حامل بنائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ’’مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھہرایا ہے بجالاوے اور ہر ایک کارِ خیر کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنع ونمائش وریاء کو اس میں داخل نہ ہو۔ یہ حالت مومن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے۔ الغرض ہر ایک فعل اس کا اور ہر حرکت اور سکون اس کا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اس وقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ مَیں کسی بات میں اس قدر تردد نہیں کرتا جس قدر کہ اس کی موت میں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مومن اور غیر مومن میں ہمیشہ فرق رکھ دیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہئے کہ ہر وقت رضائے الٰہی کو ماننے اور ہر ایک رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے میں دریغ نہ کرے۔ کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر3صفحہ343-344۔جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک سچا اور مضبوط رشتہ قائم کرتے ہوئے ان تمام خصوصیات کو اپنانے والے بنیں جو ایک سچے مومن کے لئے ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور ہمیں اپنے فضلوں کی چادر میں ہمیشہ لپیٹے رکھے۔

نماز جنازہ حاضر وغائب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 28/جون 2007 قبل نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں

(1) مکرمہ منظور بیگم صاحبہ (آف مچم۔یوکے)۔ اور

(2) عزیزم مدبّر احمد (ابن مکرم سعید احمد صاحب آف نابری۔یوکے) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائیں۔

مکرمہ منظور بیگم صاحبہ 24 جون کو 80 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحومہ نیک، دعا گو اور اپنے خاندان میں پہلی احمدی خاتون تھیں۔ احمدیت کی خاطر اپنے خاوند کو چھوڑ کر بچوں کے ساتھ جماعت سے وابستہ ہوگئیں اور بچوں کی بہت اچھے رنگ میں تربیت کی توفیق پائی۔ مرحومہ مکرم ناظم رسول بٹ صاحب سابق صدر جماعت مچم کی والدہ تھیں۔

عزیزم مدبر احمد 27 جون کو ساڑھے 16 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحوم دماغی کمزوری کی وجہ سے آہستہ آہستہ کمزور ہو رہے تھے اور آخری دو سال انہوں نے ویل چیئر پر گزارے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

ان کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئیں۔

(1) مکرم صاحبزادہ عبدالحمید صاحب (آف ٹوپی)

آپ 11/جنوری کو 93 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم نہایت مخلص احمدی تھے۔ جماعت کے لئے مشکلات کے دور میں قربانیاں دینے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ مرحوم نے مدرسہ احمدیہ قادیان سے تعلیم حاصل کی۔ خلافت اور نظام جماعت سے والہانہ عقیدت تھی۔ 1974 میں ان کے گھر پر ٹوپی میں ہزاروں مسلح افراد نے حملہ کیا اور ان کے خاندان کو سخت مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن ایسے حالات میں انہوں نے اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد نے بڑی ثابت قدمی کا نمونہ پیش کیا۔ نہایت مخلص، فدائی اور نیک بزرگ تھے۔

(2) مکرمہ امۃ الحنیف نصرت صاحبہ (اہلیہ مکرم ملک منظور احمد انور صاحب آف لاہور)

آپ 13 مئی کو 78 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے 1956 سے نظام وصیت میں شامل تھیں۔ آپ مکرم چوہدری محمد یعقوب صاحب آف حسن پور کی بیٹی اور میاں محمد مغل صاحب عرف میاں مغلا کی سب سے بڑی بہو تھیں۔ آپ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت اور عقیدت تھی خصوصاً حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے بہت ہی قریبی تعلق تھا۔ بہت سے بچوں کو قرآن کریم بھی پڑھایا۔ ہمیشہ رشتہ داروں اور اردگرد کے احمدی احباب کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم رشید احمد ارشد صاحب مبلغ سلسلہ یہاں لندن میں چینی ڈیسک میں خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں۔

(3) مکرم حکیم محمد یار صاحب (آف دارالعلوم وسطی ربوہ)

آپ 6 مارچ کو 71 سال کی عمر میں فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحوم نے 1954ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لمبے عرصہ تک مختلف حیثیتوں میں جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم ملنسار، مہمان نواز، داعی الی اللہ اور دوسروں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آنے والے بزرگ انسان تھے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے نور آئی ڈونرز کے تحت اپنی آنکھیں عطیہ کے طور پر پیش کی ہوئی تھیں۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 7 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم محمد مختار صاحب ایم ٹی اے لندن میں خدمت دین کی توفیق پا رہے ہیں۔

(4) عزیزم ارسلان احمد (ابن مکرم انور علی صاحب)

عزیزم وقف نو تحریک میں شامل تھے اور ایف ایس سی میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے Comsats لاہور میں کمپیوٹر انجینئرنگ میں ڈگری کی تعلیم کے لئے دارالحمد ہوسٹل میں مقیم تھے کہ برین ہیمبرج کی وجہ سے شیخ زید ہسپتال لاہور میں 29 مئی کو 20 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ نہایت مخلص، شریف اور دیانتدار نوجوان تھے۔

(5) مکرم عنایت اللہ خان صاحب حیدرانی (ابن مکرم غلام محمد صاحب مرحوم۔شادن لنڈ۔ڈیرہ غازی خان)

آپ اپریل 2007 میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم نے پشاور میں ملازمت کے دوران بیعت کی سعادت حاصل کی اور ان کے ذریعہ ان کے گاؤں شادن لنڈ میں احمدیت کا نفوذ ہوا۔ آپ نے گاؤں میں مسجد کے لئے جگہ بھی پیش کی اور ایک عرصہ تک اپنی جماعت کے صدر رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں 6 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں، جن میں سے دو احمدی ہیں۔

(6) مکرمہ امۃ الرشید امین صاحبہ (بنت مکرم بابو محمد امین صاحب۔محلّہ اسلام آباد۔سیالکوٹ)

آپ 5۔اپریل کو 79 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ نہایت نیک، پابند صوم وصلوۃ، انتہائی ملنسار، دوسروں کا غم بانٹنے والی اور اعلیٰ اخلاق کی مالک خاتون تھیں۔ آپ نے عرصہ دراز تک صدر لجنہ اماء اللہ ضلع سیالکوٹ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔

(7) مکرم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب (ابن مکرم صالح محمد صاحب مرحوم) نیوجرسی۔امریکہ

آپ 18 جون کو 59 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحوم 1991 سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خاص دعاؤں کی بدولت صحتیاب ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل سے 15 سال اَور زندگی پائی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں بڑی شفاء رکھی ہوئی تھی۔ نہایت سادہ اور ہمدرد انسان تھے۔ 2005ء میں بیماری نے دوبارہ حملہ کیا تو آخری تین سال آپ نے انتہائی تکلیف میں گزارے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے ان کے درجات کو بلند تر فرمائے اور لواحقین کا ان کے بعد خود نگہبان ہو۔ آمین۔

طالب علم اور وقف عارضی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’مَیں طالبعلموں سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں آرہی ہیں وہ ضرور وقف عارضی پر جائیں۔ ان کا علم بڑھے گا جہاں وہ جائیں گے وہاں کے لوگوں کے لئے انہیں نمونہ بننے کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر نوجوان ان کے لئے نمونہ بنیں گے تو ان پر بڑا اثر ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی عمروں والے اس قسم کا کام کر رہے ہیں‘‘۔

(روزنامہ الفضل 12/فروری 1977ء)

ہمدردیٔ خلق

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ خدا کا بڑا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو بات بات پر لڑائی ہوتی اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر وبرداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا؟

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں اور دوسرے نوعِ انسان سے ہمدردی کرو اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ مَیں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ130-131)

"اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنادیا"

جماعت احمدیہ کی ابتدائی تدریجی اور اعجازی ترقی کی ایمان افروز روئیداد

(سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاک تحریرات وملفوظات کے حوالوں سے)

(ملک محمد اعظم آف ربوہ حال مقیم برطانیہ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ماموریت کے بعد اپنی مبارک زندگی میں جماعت احمدیہ کی ترقی اور تعداد کا جہاں جہاں گاہے گاہے ضرورت کے مطابق تذکرہ فرمایا ہے۔ وہ حضور علیہ السلام ہی کی تحریرات کے حوالوں سے پیش خدمت ہے۔ اِن مبارک تحریرات کا غور سے مطالعہ کرنے سے انسان کی روح آستانۂ اُلوہیت پر سجدہ ریز ہو جاتی ہے اوران تحریرات وفرمودات سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودومہدی معہود علیہ السلام کی سچائی اورصداقت روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ارشادات و ہدایات کی بنا پر 23/ مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اِس سے پیشتر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی اصلاح وتربیت کے لئے مامور ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق اپنے بندوں کی اصلاح اوراپنی توحید خالص کے قیام کی خاطر آپ کو اِس زمانہ کا مجدد اور مہدی مقرر فرمایا۔ بہت سے سعید فطرت، مردم شناس اور صداقت شعار برگزیدہ احباب آپ کے تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ کی بنا پر حضرت اقدس سے بیعت لینے کی درخواست کرتے تھے مگر آپ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا ابھی حکم نہیں آیا۔ آخر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیعت لینے اور ایک جماعت قائم کرنے کی ہدایت فرمائی تو حضور اقدس نے یکم دسمبر 1888ء کوایک اشتہار شائع فرمایا جس میں تحریر فرمایا:

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی پاکیزگی اور محبتِ مولا کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں اُن کا غمخوار ہوں گا اور اُن کا بار ہلکا کرنے کیلئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دُعا اور میری توجہ میں اُن کے لئے برکت دیگا بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان تیار ہوں۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ188)

12/جنوری 1889ء کو حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اور اشتہار "تکمیل تبلیغ" کے نام سے شائع فرمایا۔ اس میں حضور علیہ السلام نے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کیلئے رہنما اصول کے طور پر دس شرائط بیعت بیان فرمائیں اور تحریر فرمایا:

"......تا جو لوگ جو اِس ابتلاء کی حالت میں اِس دعوتِ بیعت کو قبول کر کے اِس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں۔ اور وہی ہمارے خالص دوست متصور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں انہیں اُن کے غیروں پر قیامت تک فوقیت دوں گا اور برکت اور رحمت اُن کے شامل حال رہے گی۔ اور مجھے فرمایا کہ تُو میری اجازت سے میری آنکھوں کے روبرو یہ کشتی تیار کر۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوگا۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہو جاؤ۔ اور اپنے ربِّ کریم کو اکیلا مت چھوڑو۔ جو شخص اُسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ اکیلا چھوڑا جائے گا"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ191-192)

"4/مارچ 1889ء کو حضرت سیدنا امام آخرالزمان علیہ السلام نے اِسی ضمن میں ایک تیسرا اشتہار جاری فرمایا جس کا عنوان ہے: "گذارش ضروری بخدمت اُن تمام صاحبوں کے جو بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں"۔ اس میں رقم فرمایا: "تاریخ ہذا جو 4/مارچ 1889ء ہے 25/ مارچ 1889ء تک یہ عاجز لودیانہ محلّہ جدید میں مقیم ہے۔ اِس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودیانہ میں 20/ تاریخ کے بعد آجاویں۔ اور اگر اِس جگہ آنا موجب حرج ودقّت ہو تو 25/مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوجائے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ193)

پھر اسی اشتہار میں مزید فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے اِس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نُصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور اَمن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ اُس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور اُن کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا"۔

مزید فرمایا "وہ جیسا کہ اُس نے اپنی پاک پیشنگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا۔ اور ہزار ہا صادقین کو اِس میں داخل کرے گا اور وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اُس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ اُن کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہوجائے گی۔ اور وہ اُس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کیلئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک اُن میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اُس ربِّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اُسی کو ہے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر1 صفحہ 198)

حضور اقدس علیہ السلام کے قیام جماعت سے متعلق متذکرہ بالا اقتباس میں بہت سے امور غور طلب اور حیران کن ہیں۔ جتنا جتنا اِن بیان فرمودہ الفاظ اور فقرات کا تجزیہ کریں حضور علیہ السلام کی سچائی اور صداقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح، چمکدار اور ایمان افروز ہے۔ ابھی جماعت کی بنیاد پڑی نہیں مگر اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر بتا رہے ہیں کہ یہ جماعت دنیا میں پھیل جائے گی اور اتنی ترقی کرے گی، اتنی برکت پڑے گی اور اتنی کثرت ہوجائے گی کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ اس کی کثرت عجیب لگے گی۔ یہ جماعت دنیا کے چاروں طرف حق اور سچ کی روشنی پھیلائے گی۔ غور کریں ابھی ایک شخص بھی ساتھ نہیں مگر فرماتے ہیں کہ دنیا میں پھیلے گی۔ اَب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے **185 ممالک میں جماعت احمدیہ مضبوطی سے قائم ہو چکی ہے** اور ایک عالمی مقام حاصل کر چکی ہے۔ دنیا کی حکومتیں اس سے مشورہ اور رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ البتہ ایسے بدقسمت لوگ بھی ہیں جو اس روشنی کو گُل کرنے کے درپے ہیں۔ وہ چونکہ تاریکی کی پیداوار ہیں اس لئے تاریکی کو پسند کرتے ہیں۔ مگر وقت آرہا ہے اور بہت جلد آرہا ہے کہ ان تاریکی کے فرزندوں کو بھی اس روشنی سے حصہ لینا ہوگا۔ اس ترقی اور کثرت کو دیکھ کر ہم تو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اُسکی حمد وثنا کے ترانے گاتے ہیں مگر دشمن ہمیشہ کی طرح مبہوت ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ سو سال ہو گئے کہ ہم اسے نابود کرنے کی ناکام ونامراد کوشش میں ہیں مگر یہ ہیں کہ پھیلتے ہی جاتے ہیں اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کے مصداق ہیں۔ مگر ہاں وہ ذرا اور حسد کی آگ میں رہیں ابھی تو ایک صدی ہی بیتی ہے۔ اُس مہدیٔ برحق نے تو ہمیں بتا رکھا ہے کہ تین صدیاں نہیں گزریں گی کہ تمام دنیا میں احمدیت چھا جائے گی۔ گزشتہ سو سال میں جس طرح حضور اقدسؑ کی باتیں پوری ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بھی بات پوری ہوگی۔

اَب اس تمہید کے بعد مَیں پھر اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کر آیا ہوں کہ جب حضور اقدس علیہ السلام نے بیعت کرنے کیلئے مخلص ارادت مندوں کو لدھیانہ بلوایا تو 23 مارچ 1889ء کے روز پہلی بیعت کی تقریب سعید منعقد ہوئی۔ اُس روز چالیس احباب نے بیعت کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ پھر تو آئے دن یہ سلسلہ شروع ہوگیا اور روز بروز بڑھتا گیا۔ ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس میں بیعت کرنے والوں کے اسماء درج کئے جاتے تھے اور حضرت اقدس وقتاً فوقتاً ضرورت کے تحت جماعت کی تعداد کا ذکر بھی فرماتے رہتے اور اس ترقی کو نصرت الٰہی اور تائید ایزدی کے طور پر بیان بھی فرماتے۔ اس کی تاریخ وار قدرے تفصیل پیش خدمت ہے۔

(1) 23 مارچ 1889ء **کے پہلے روز چالیس مخلصین نے بیعت کی۔**

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 264)

(2) 27 دسمبر 1891ء **کے پہلے جلسہ سالانہ قادیان میں 75 مخلصین نے شرکت کی۔**

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 366)

(3) **پھر دسمبر** 1892ء **کے دوسرے جلسہ سالانہ قادیان میں 327 احباب شامل ہوئے۔**

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 366)

(4) 1893ء کا جلسہ سالانہ بعض وجوہ کی بنا پر حضرت اقدسؑ نے ملتوی فرمادیا۔ جلسہ کے التواء کے اشتہار میں تحریر فرمایا:

"ابھی تک مَیں جانتا ہوں کہ مَیں اکیلا ہوں بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دوسو سے کسی قدر زیادہ ہیں جن پر خدا کی خاص رحمت ہے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد1 صفحہ 443)

(5) 14/ستمبر 1896ء کو رسالہ دعوتِ قوم مندرجہ انجام آتھم صفحہ 45 تا صفحہ 72 کے تفصیلی اشتہار میں ایک جگہ رقم فرماتے ہیں:

"اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینوں! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فِئَةٌ قَلِیلَةٌ ہے اور شاید اِس وقت چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے۔ خدا اِس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچاوے اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اِس کا نام و نشان باقی نہ رہتا"۔

پھر مزید فرماتے ہیں۔

"سو تم یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اُس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 2 صفحہ 283)

(6) 25/جنوری 1897ء کو مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کے جواب میں ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو کافر بنانے کا بہت ہی شوق ہے لہٰذا ہم اُن کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اب عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کے بعد آٹھ ہزار تک ہماری جماعت پہنچ گئی ہے۔ گویا اُمتِ محمدیہ میں سے آٹھ ہزار آدمی کافر ہو کر اس دین سے خارج ہوگیا۔ **یقین ہے کہ آئندہ سال تک اُٹھارہ ہزار تک عدد پہنچ جائے گا**"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2صفحہ 298-299)

(7) پھر جنوری 1897ء ہی میں ایک اور اشتہار جو ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ نمبر 20 تا 36 تک متن میں ہے اس میں فرماتے ہیں:

"یہ یاد رہے کہ معمولی بحثیں آپ لوگوں سے بہت ہو چکی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن اور حدیث بپایۂ ثبوت پہنچ گئی۔ اس طرف سے کتابیں تالیف ہو کر لاکھوں انسانوں میں پھیل گئیں۔ طرفِ ثانی نے بھی ہر یک تلبیس اور تزویر سے کام لیا۔ پاک کتابوں کے نیک روحوں پر

بڑے بڑے اثر پڑے اور ہزار ہا سعید لوگ اِس جماعت میں داخل ہوگئے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 302)

(8) 19/مئی 1897ء کو حضرت اقدس علیہ السلام نے "قطعی فیصلہ کیلئے" کے نام سے مخالفین کو ایک اشتہار دیا جس میں رقم فرمایا۔

"یہ خدا کی قدرت ہے کہ جس قدر مخالف مولویوں نے چاہا کہ ہماری جماعت کو کم کریں وہ اور بھی زیادہ ہوئی اور جس قدر لوگوں کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہا وہ اَور بھی داخل ہوئے یہاں تک کہ ہزار ہا تک نوبت پہنچ گئی۔اب ہر روز سرگرمی سے یہ کاروائی ہو رہی ہے اور **خدا تعالیٰ اچھے پودوں کو اُس طرف سے اکھاڑتا اور ہمارے باغ میں لگاتا جاتا ہے**۔کیا منقول کی رو سے اور کیا معقول کی رو سے۔اور کیا آسمانی شہادتوں کی رو سے دن بدن خدا تعالیٰ ہماری تائید میں ہے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 411)

گویا **1897**ء تک جماعت احمدیہ کی تعداد اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہزار ہا تک پہنچ چکی تھی۔

(9) 7/ جون 1898ء کو حضور علیہ السلام نے "اپنی جماعت کیلئے ضروری اشتہار" تحریر فرمایا جس میں رقم فرماتے ہیں۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم اُس کی بزرگ عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے اور **اب ہزاروں تک اس کی نوبت پہنچ گئی اور عنقریب بفضلہٖ تعالیٰ لاکھوں تک پہنچنے والی ہے**"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 50)

(10) 27 /دسمبر 1899ء میں حضور علیہ السلام نے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جو گورنمنٹ برطانیہ کے نام درخواست ہے۔اس میں ایک جگہ مرقوم ہے:

"مَیں خدا سے پاک الہام پاکر یہ چاہتا ہوں کہ اِن لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہوجائیں اور نفسانی جذبات سے اُن کے سینے دھوئے جائیں اور اُن میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہوجائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہوجائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ اِن میں باقی نہ رہے۔چنانچہ کسی قدر یہ مقصود مجھے حاصل بھی ہوگیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو میری اِن پاک تعلیموں کے دل سے پابند ہیں"۔

پھر نیچے حاشیہ میں مزید وضاحت فرماتے ہیں:

"مَیں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا تھا کہ میری جماعت تین سو آدمی ہیں لیکن اب وہ شمار میں بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ زور سے ترقی ہو رہی ہے۔اب میں یقین رکھتا ہوں کہ میری جماعت کے لوگ دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے۔**اور میری فراست یہ پیشگوئی کرتی ہے کہ تین سال تک ایک لاکھ تک میری اس جماعت کا عدد پہنچے گا**"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3صفحہ 144)

سبحان اللہ۔الحمدللہ۔ خاکسار آگے چل کر ایک اَور حوالہ پیش کروں گا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ فراست کی پیشگوئی کس قدر عمدہ شان سے پوری ہوتی ہے۔

(11) 1899 تا جنوری 1900 میں حضرت اقدس علیہ السلام اپنی کتاب "تریاق القلوب" صفحہ نمبر 24 میں فرماتے ہیں۔

"ایسا ہی جب براہین احمدیہ میں یہ الہام شائع کیا گیا کہ "مَیں تجھے ایک نامور انسان بناؤں گا اور لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈالوں گا اور دُور دُور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔اور دُور دُور سے تیرے آرام کی چیزیں تجھے پہنچائی جائیں گی"۔اس زمانہ کو بیس برس گزر گئے اور یہ عاجز اُس وقت ایک ایسا گمنام آدمی تھا کہ بجز دو چار آدمیوں کے جو میرے باپ کے وقت سے میرے روآشنا تھے اور کوئی بھی پنجاب اور ہندوستان سے مجھ کو نہیں جانتا تھا اور نہ مجھ سے ہمدری اور دوستی کا تعلق رکھتا تھا۔پھر بعد اس کے اس پیشگوئی کے مطابق اب لاکھوں انسانوں بلکہ کروڑوں میں مَیں مشہور کیا گیا۔اور کئی ہزار آدمی مجھ سے ہمدردی اور دوستی اور اخلاص کا تعلق رکھنے والے پیدا ہو گئے اور ہندوستان کے کناروں تک بلکہ برہما اور بندر عباس اور مدراس اور بخارا اور حیدر آباد اور افریقہ اور کابل کے ملک سے انواع واقسام کے تحفے لوگوں نے بھیجے اور میرے سلسلہ کے لئے بہت سے روپیہ سے مدد کی اور ہمیشہ کرتے ہیں۔"

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد نمبر15صفحہ 152)

(12) 25 /مئی 1900ء کو ایک اشتہار جس کا عنوان ہے "اشتہار معیار الاخیار" میں فرماتے ہیں۔

"جب بمقام امرتسر مولوی عبدالحق غزنوی سے میرا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری سچائی ظاہر کرنے کے لئے سَتّر کے قریب نشان ظاہر کئے جن کے ہزار ہا انسان گواہ ہیں۔ایسا اس کے بعد ہزار ہا نیک دل لوگوں کو میری بیعت میں داخل کیا جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں جنہوں نے اپنا صدق ظاہر کرنے کیلئے ہمارے سلسلہ کی تائید میں تیس ہزار کے قریب روپیہ دیا ہوگا"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3صفحہ 272)

(13) اکتوبر 1902۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "تحفہ غزنویہ" کے صفحہ 13 اور 14 پر فرماتے ہیں:

"......آپ لوگوں کو چھوڑ کر ہزار ہا نیک مرد اور عالم فاضل اس جماعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔اے عزیزو! یہ اوباشانہ فضولیاں کچھ کام نہیں دے سکتیں۔کیا حق کے طالب ایسی بے ہودہ باتوں سے رک سکتے ہیں؟ یہ غزنی نہیں ہے، یہ پنجاب ہے جس میں بفضلہٖ تعالیٰ دن بدن لوگ زیرک اور اہل فراست ہوتے جاتے ہیں۔اور مَیں نے دیکھا ہے کہ انہی اوباشانہ جھوٹوں کی وجہ سے عقلمند لوگ آپ لوگوں سے بداعتقاد ہوتے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ **اب اگرچہ خاص لوگ اہل علم وجاہ وثروت دس ہزار کے قریب ہماری جماعت میں موجود ہیں مگر عام تعداد تیس ہزار سے بھی زیادہ ہے**۔"

(تحفہ غزنویہ روحانی خزائن جلد نمبر15صفحہ 544-543)

(14) مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ سے متعلق اِسی کتاب تحفہ غزنویہ میں مزید فرماتے ہیں۔

"یہ یقینی امر ہے کہ تیس ہزار کے قریب لوگ اس پیشگوئی کو دیکھ کر ایمان لائے ورنہ ہماری جماعت مباہلہ سے پہلے تین سو سے زیادہ نہ تھی۔پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے نشانوں کی اس قدر بارش ہوئی کہ سو سے زیادہ نشان ظہور میں آیا جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔بڑے بڑے اُمراء اور تاجر اس جماعت میں داخل ہوئے اور ایک دنیا ارادت اور اعتقاد کے ساتھ میری طرف دوڑی اور ایک عظیم الشان قبولیت زمین پر پھیل گئی۔"

(تحفہ غزنویہ روحانی خزائن جلد نمبر15صفحہ 548)

(15) 7 /جولائی 1900ء کو ضمیمہ رسالہ جہاد تحریر فرمایا۔اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے مقام اور رتبہ اور دعویٰ کے دلائل رقم فرماتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرمایا:

"آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے۔......اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو چند سال میں ہی یہ مبارک اور امن پسند جماعت جو جہاد اور غازی پن کے خیالات کو مٹا رہی ہے کئی لاکھ تک پہنچ جائے گی۔اور وحشیانہ جہاد کرنے والے اپنا چولہ بدل لیں گے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 247)

اسی اشتہار کے حاشیہ میں مزید فرماتے ہیں۔

"اگرچہ خاص آدمی جو علم اور فہم سے کافی بہرہ رکھتے ہیں دس ہزار کے قریب ہوں گے **مگر ہر ایک قسم کے لوگ جن میں ناخواندہ بھی ہیں تیس ہزار سے کم نہیں ہیں بلکہ شاید زیادہ ہوں**"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 3 صفحہ 247)

(16) 4/ نومبر 1900ء کو حضور اقدس علیہ السلام نے سرکاری مردم شماری کی ایک تقریب پر ایک "اشتہار واجب الاظہار" شائع فرمایا جس میں جماعت احمدیہ کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" تجویز فرمایا۔اس میں حضور لکھتے ہیں۔

"......یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اِس فرقہ کو موسوم کرے۔یعنی "مسلمان فرقہ احمدیہ"۔جہاں تک میرے علم میں ہے مَیں یقین رکھتا ہوں کہ آج تک تیس ہزار کے قریب متفرق مقامات پنجاب اور ہندوستان کے لوگ اِس فرقہ میں داخل ہو چکے ہیں۔......اور عموماً عقلمندوں کی اِس طرف ایک تیز حرکت ہو رہی ہے۔اور یہ لوگ محض عوام میں سے نہیں ہیں بلکہ بعض بڑے بڑے معزز خاندانوں میں سے ہیں اور ہر ایک قسم کے تاجر اور ملازمت پیشہ اور تعلیم یافتہ اور علماء اسلام اور روساء اس فرقہ میں داخل ہیں"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 365)

(17) سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام اپنی کتاب نزول المسیح میں فرماتے ہیں کہ:

"كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ:22)

یعنی خدا نے ابتدا سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔پس چونکہ مَیں اُس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اُسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اُسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جس زمانہ میں ان مولویوں اور ان کے چیلوں نے میرے پر تکذیب اور بدزبانی کے حملے شروع کئے اس زمانہ میں میری بیعت میں ایک آدمی بھی نہیں تھا۔گو چند دوست جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے میرے ساتھ تھے۔اور اِس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے ستّر ہزار کے قریب بیعت کرنے والوں کا شمار پہنچ گیا ہے کہ جو نہ میری کوشش سے بلکہ اُس ہوا کی تحریک سے جو آسمان سے چلی ہے میری طرف دوڑے ہیں۔اب یہ لوگ خود سوچ لیں کہ اس سلسلہ کے برباد کرنے کے لئے کس قدر انہوں نے زور لگائے اور کیا کچھ ہزار جان کاہی کے ساتھ ہر ایک قسم کے مکر کئے یہاں تک کہ حکام تک جھوٹی مخبریاں بھی کیں۔خون کے جھوٹے مقدموں کے گواہ بن کر عدالتوں میں گئے اور تمام مسلمانوں کو میرے پر ایک عام جوش دلایا اور ہزار ہا اشتہار اور رسالے لکھے اور کفر اور قتل کے فتوے میری نسبت دیئے اور مخالفانہ منصوبوں کے لئے کمیٹیاں کیں مگر ان تمام کوششوں کا نتیجہ بجز نامرادی کے اور کیا ہوا۔"

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد نمبر18صفحہ 384)

(18) پھر حضرت اقدس علیہ السلام اسی کتاب 'نزول المسیح' میں مزید فرماتے ہیں کہ:

"پھر ایک اور نشان ان کے لئے تھا کہ انہوں نے میرے تباہ کرنے کے لئے جان توڑ کر کوششیں کیں اور کوئی مکر اور فریب اُٹھا نہ رکھا جو اس کو استعمال نہ کیا اور مخالفت کے اظہار میں تمام زور اپنا انواع اقسام کے وسائل سے خرچ کر دیا اور ناخنوں تک زور لگایا اور جائز ناجائز طریق سب اختیار کئے اور سبّ وشتم اور تحقیر اور توہین سے پورا کام لیا۔حکّام تک مقدمات پہنچائے خون کے الزام لگائے۔لیکن آخر نتیجہ یہ ہوا کہ جو جماعت **پہلے دنوں میں چالیس آدمیوں سے بھی کم تھی آج ستر ہزار کے قریب پہنچ گئی**۔"

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18صفحہ 408)

(19) پھر مزید فرماتے ہیں۔

"پھر عبدالحق غزنوی اُٹھا اور بالمقابل مباہلہ کر کے دعائیں کیں کہ جو جھوٹا ہے خدا کی اس پر لعنت ہو، برکتوں سے محروم ہو، دنیا میں اس کی قبولیت کا نام ونشان نہ رہے۔سو تم خود دیکھ لو کہ ان دعاؤں کا کیا انجام ہوا اور اب وہ کس حالت میں اور ہم کس حالت میں ہیں۔دیکھو! اس مباہلہ کے بعد ہر ایک بات میں خدا نے ہماری ترقی کی اور بڑے بڑے نشان ظاہر کئے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی۔اور ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا۔اور جب مباہلہ ہوا تو شاید چالیس آدمی میرے دوست تھے اور آج ستر ہزار کے قریب ان کی تعداد ہے۔اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ اور ایک دنیا کو غلام کی طرح ارادتمند کر دیا اور زمین کے کناروں تک مجھے شہرت دے دی۔لطف تب ہو کہ اوّل قادیان میں آؤ اور دیکھو کہ ارادتمندوں کا لشکر کس قدر اس جگہ خیمہ زن ہے۔اور پھر امرتسر میں عبدالحق غزنوی کو کسی دکان پر یا بازار میں چلتا ہوا دیکھو کہ کس حالت میں چل رہا ہے۔بڑا افسوس ہے کہ خدا کی طاقت کھلے کھلے طور پر میری تائید میں آسمان سے نازل ہو رہی ہے۔مگر یہ لوگ شناخت نہیں کرتے۔"

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد نمبر18صفحہ 410)

(20) براہین احمدیہ میں مندرجہ اپنی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب نزول المسیح میں مزید فرماتے ہیں کہ:

"......چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اور یکّوں کی کثرت سے قادیان کی سڑک کئی دفعہ ٹوٹ گئی۔اس میں گڑھے پڑ گئے اور کئی دفعہ سرکار انگریزی کو وہ سڑک مٹی ڈال کر درست کرانی پڑی اور پہلے اس سے قادیان کی سڑک کا یہ حال تھا کہ یکّہ بھی اس پر چلنا شاذونادر کے حکم میں تھا۔اب ہر

یک سال راہ یکّوں کے باعث عمیق ہوجاتا ہے اور نیز خدا نے اسی سال میں قریب ستّر ہزار کے اس جماعت کو پہنچا دیا۔کون مخالف ہے جواس بات کوثابت کرسکتا ہے کہ جب ابتدا میں یہ وحی الٰہی نازل ہوئی تواس وقت سات آدمی بھی میرے ساتھ تھے مگر اس کے بعد ان دنوں میں ہزار ہا انسانوں نے بیعت کی ۔خاص کر طاعون کے دنوں میں جس قدر جوق در جوق بیعت میں داخل ہوئے اس کا تصور خدا کی قدرت کا ایک نظارہ ہے ۔ گویا طاعون دوسروں کوکھانے کیلئے اور ہمارے بڑھانے کے لئے آئی ......اگرکوئی شخص براہین احمدیہ کو ہاتھ میں پکڑے اور میری پہلی حالت غربت اور تنہائی کو جو براہین احمدیہ کے زمانہ میں تھی قادیان میں آکر تمام ہندو مسلمانوں سے دریافت کرے یا گورنمنٹ انگریزی کے کاغذات میں دیکھے کہ کب سے گورنمنٹ نے میرے سلسلہ کو ایک جماعت عظیم قرار دیا ہے تو بلاشبہ وہ یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لے گا کہ اس قدر خدا کی طرف سے حسب منشاء پیشگوئی کے نصرت ہونا اور ستّر ہزار سے بھی زیادہ لوگوں کا بیعت میں داخل ہونا باوجود تمام مولویوں کے شور اور فریاد کرنے کے بیشک ایک معجزہ ہے۔‘‘

(نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد 18صفحہ 498تا500۔ بقیہ پیشگوئی نمبر 2)

(21) پھر مزید اسی کتاب نزول المسیح میں اپنی پیشگوئی نمبر 20 کے پورا ہونے کے ضمن میں فرماتے ہیں:

’’ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔دوگروہ یعنی دو جماعتیں تمہیں عطاء کی جاویں گی۔ایک وہ جماعت ہے جونزول آفات سے پہلے قبول کرلے گی اور دوسری وہ جماعت ہے جونشانوں کو دیکھ کر بکثرت جوق در جوق سلسلہ بیعت میں داخل ہوگی۔اب بتلاؤ کہ کیا حسب اس پیشگوئی کے وقوع میں آگیا یانہیں؟ ایسی آنکھیں تو بند نہیں کرنی چاہئیں جیسا کہ اندھوں کی آنکھیں ہوتی ہیں ۔ ذرہ دریافت کروخواہ سرکاری کاغذات دیکھ لوکہ کیا براہین احمدیہ کے وقت سات آدمی بھی تھے اور کیا اب ستّر ہزار آدمی میرے ساتھ داخل بیعت ہیں یانہیں ۔ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ تائید اور رحمت سے ملی ہوئی پیشگوئی ہے۔‘‘

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد نمبر18 صفحہ 518-519)

(22) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اسی کتاب ’’نزول المسیح‘‘ میں مزید یوں رقمطراز ہیں۔فرمایا:

’’......دوسری یہ کہ خدا اس پیشگوئی میں وعدہ کرتا ہے کہ میں زور آور حملوں سے اس مرسل کی سچائی ظاہر کروں گا۔سووہی زور آور حملے ہیں کہ کھلے کھلے نشان ظاہر ہورہے ہیں اور دشمن خود بخود مر رہے ہیں۔قوم کے دشمنوں نے اس نور کو بجھانے کے لئے ناخنوں تک زور لگائے مگر یہ جماعت جو اول صرف دو تین آدمی تھے اب ستّر ہزار تک پہنچ گئی ۔اور خدا کے قہر کے ہاتھ نے سرغنہ مخالفوں کے پانچ حصوں میں سے تین حصّے دنیا پر سے اُٹھا لئے۔‘‘

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد نمبر18صفحہ 523)

(23) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اسی کتاب نزول المسیح میں اپنی وحی الٰہی کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ:

’’یعنی میں نے اپنی طرف سے تیری محبت مستعد دلوں میں ڈال دی تا کہ میری آنکھوں کے سامنے تو پرورش پاوے۔عنقریب تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کی طرف میں وحی بھیجوں گا۔ وہ ہر ایک دُور کی راہ سے تیرے پاس آئیں گے۔سواس کے بعد یہ پیشگوئی ایک تخم کی طرح بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان دنوں میں جو 1320 ہجری ہے ۔ بمقابل اُس زمانہ کے کہ جب دو تین آدمی مجھ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ بھی بعد میں ایک لاکھ سے کچھ زیادہ اس جماعت کا عدد پہنچ گیا ہے۔اور ہر ایک طرف سے جب کوئی انسان آتا ہے یا کسی نئے شخص کی طرف سے کوئی تحفہ آتا ہے تو وہ ایک نشان ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ اس جگہ آکر بیعت کرنے والے پچاس ہزار سے کم نہیں ہوں گے اور جو روپیہ اور تحائف متفرق وقتوں میں آئے وہ دس لاکھ سے کم نہیں ہوں گے۔‘‘

(نزول المسیح ۔روحانی خزئن جلد نمبر18 صفحہ 539-540)

(باقی آئندہ)

اُس کی تبلیغ پہنچی کناروں تلک

اک نئے دور کا پاسباں ہو گیا
وہ کڑی دھوپ میں سائباں ہو گیا
اُس کی خاطر زمیں نے دکھائے نشاں
اُس کی خاطر گواہ آسماں ہو گیا
اُس کا شہرہ ہوا دیکھتے دیکھتے
ہر طرف قادیاں قادیاں ہو گیا
ہر قدم پہ تھے پہرے ، صلیبیں مگر
لوگ آتے گئے کارواں ہو گیا
اُسکی تبلیغ پہنچی کناروں تلک
جو کہا اُسنے پورا نشاں ہوگیا
گو خزاؤں کے جور و ستم کم نہ تھے
اُس چمن کا خدا باغباں ہو گیا
جس زمیں پہ ہوا اک کلی کا لہو
اُس جگہ اک نیا گلستاں ہو گیا
اُسکے دشمن کا دشمن ہوا یوں خدا
نامور تھا کوئی بے نشاں ہوگیا
معتبر تھا کوئی ہو گیا در بدر
حکمراں تھا کوئی بے اماں ہوگیا
الغرض بات کہنی ہے اتنی فقط
ایک نکتہ یہ مجھ پہ عیاں ہو گیا
غم نہیں ہے اُسے کچھ کڑی دھوپ کا
جس پہ سایہ فگن آسماں ہو گیا
دوستی ہو خدا سے تو سب خیر ہے
چاہے دشمن ہو سارا جہاں ہو گیا

(مبارک صدیقی)

بقیہ:اداریہ از صفحہ نمبر 2

فرماتے ہیں جس سے ایمانوں میں تازگی اور تقویت نصیب ہوتی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (الانفال:3) کہ جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو یہ چیز انہیں ایمان میں بڑھاتی ہے اور وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی بعثت کی ایک غرض یہ ہے کہ آپ تلاوت آیات کریں اور اس کے ذریعہ سے مومنوں کا تزکیہ فرمائیں۔یہی مقصد آپ کے عظیم روحانی فرزند اور غلام مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا بھی ہے اور یہی وہ کام ہے جسے آپ کے بعد آپ کے خلفاء عظام جاری رکھے ہوئے ہیں۔چنانچہ جلسہ کے خاص روحانی ماحول میں، جس میں شامل ہونے والا ہر شخص خدا کے ایک نشان کا مظہر ہوتا ہے، خلیفۂ وقت کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کے زندہ اور تازہ نشانات کا تذکرہ ایک عجیب سماں پیدا کرتا ہے۔آپ کے بابرکت کلمات سے، آپ کی دعاؤں اور روحانی توجہات کے فیض سے دلوں کے زنگ دُور ہوتے ہیں، ہر قسم کی میل اور کثافت دھلنے لگتی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے خدا کی رحمت و مغفرت آسمان سے اتر کر سینوں کو نور سے بھر رہی ہے۔تطہیر قلوب اور تزکیہ نفوس کا ایک خاص نظارہ ہے جو جلسہ کے موقع پر دیکھنے میں آتا ہے۔خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ مومنین کے دلوں میں نیکیاں بجالانے اور نیکیوں میں مزید آگے بڑھنے کے لئے خاص تحریکات پیدا ہوتی ہیں۔دلوں میں نئے ولولے، نئے جوش اور مزید قربانیوں کے نئے ارادے جنم لیتے ہیں اور جلسہ کے بعد وہ نئے وجود بن کر نکلتے ہیں۔جلسہ کے موقع پر للّٰہی محبت و اخوت اور پُرسوز دعاؤں کے روح پرور نظارے ایمان و یقین اور معرفت میں ترقی کا موجب ہوتے ہیں۔خدا کرے کہ جلسہ میں شامل ہونے والے ان تمام اغراض و مقاصد کو جو جلسہ سالانہ سے وابستہ ہیں احسن رنگ میں اور کما حقہ پورا کرنے والے ہوں اور یہ جلسہ بھی ہمیشہ کی طرح ہر لحاظ سے بہت کامیاب اور بابرکت ہو اور مستقبل کی عظیم الشان کامیابیوں اور کامرانیوں کا پیش خیمہ ہو۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

(نصیر احمد قمر)

خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی شکرانہ فنڈ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ 2008ء میں جماعت خلافت احمدیہ کی صدسالہ جوبلی کو عالمگیر سطح پر منانے کی تیاریاں کر رہی ہے ۔ مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی نے اس مبارک موقع پر شکرانہ کے طور پر دس لاکھ پاؤنڈ سٹرلنگ کی رقم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کرنے کی تجویز دی تھی جسے حضور ایدہ اللہ نے منظور فرمایا تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت کی عظیم الشان نعمت کا بھرپور احساس ہے ۔احباب کی یاددہانی کے لئے تحریر ہے کہ وہ انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی اس شکرانہ فنڈ میں دلی محبت اور خلوص کے ساتھ حصہ لیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کی برکات سے دائمی حصہ عطا فرمائے اور ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کی کتب

صدسالہ جوبلی منصوبہ کے تحت کم از کم پچاس فیصد گھرانوں تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کی کتب پہنچانا بھی شامل ہے۔امراء کرام و مبلغین انچارج اور صدر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں جائزہ لے کر ٹارگٹ کو جلد از جلد حاصل کرنے کی سعی فرمائیں اور اپنی مساعی سے وکالت اشاعت لندن کو بھی مطلع فرمائیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ایڈیشنل وکیل الاشاعت ۔لندن)

صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت 1882ء بیعت 1897ء وفات 28 نومبر 1965ء نیروبی

حضرت سید ولایت شاہ صاحب ولد پیر حسین شاہ صاحب قوم سید فاروقی اصل میں میراں پنڈی ڈاک خانہ سمبڑیال ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے بتقریباً 1882ء میں پیدا ہوئے۔1897ء میں آپ امریکن مشن ہائی سکول میں پڑھتے تھے جہاں آپ کو جماعت احمدیہ سے آگاہی ہوئی اور احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ابتدا میں آپ سکول ماسٹر تھے بعد میں ذاتی محنت اور جدوجہد سے ڈاکٹری کی طرف توجہ کی اور لاہور میڈیکل سکول سے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا۔1913ء میں آپ کینیا (مشرقی افریقہ) چلے گئے اور باقی ساری عمر وہیں گزاری درمیان میں چند سال قادیان میں بھی قیام کیا۔

آپ اپنی قبول احمدیت کی ایمان افروز داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَیں 1897ء میں شہر سیالکوٹ کے امریکن مشن ہائی سکول کی پانچویں جماعت میں تعلیم حاصل کرتا تھا پہلے بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا پھر اپنے انگریزی کے استاد کی سفارش پر آغا محمد باقر خان صاحب قزلباش رئیس کے ہاں ان کے دو برادران خورد کا ٹیوٹر مقرر ہوا اور ایک الگ چوبارہ رہائش کے واسطے دیا گیا۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی نسبت سنا ہوا تھا لیکن چونکہ یہ اپنے پرانے رسمی عقائد کے مطابق نہ تھے اس لئے تحقیق کی طرف بھی توجہ نہ دی علاوہ ازیں عوام کچھ ایسے غلط پیرایے میں حضرت اقدس کی تعلیم پیش کرتے تھے کہ دل میں نفرت پیدا ہوگئی تھی۔کچھ دنوں کے بعد شہر میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور کثرت سے لوگ مرنے لگے۔ایک دن نیچے بازار میں دیکھا تو کئی جنازے اور ارتھیاں گزر رہی تھیں اور ان کے لواحقین ماتم کرتے جا رہے تھے اس عبرت ناک نظارے سے مجھے خیال آیا کہ یہ ایک متعدی بیماری ہے ممکن ہے کہ مجھ پر بھی حملہ کردے اور اگر خدانخواستہ موت آجائے تو مجھ جیسا نالائق انسان خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سے نیک اعمال پیش کرے گا پھر اعمال حسنہ تو ایک طرف رہے چھوٹی سی عمر میں اپنے گاؤں کی مسجد میں پڑھا ہوا قرآن کریم بسبب تلاوت نہ جاری رکھنے کے بھول چکا ہے، یہ درست ہے کہ میں اپنی کلاس میں اوّل ہوں لیکن عقبیٰ میں یہ تو نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے انگریزی وحساب وغیرہ میں کتنے نمبر حاصل کیے؟ اس خیال سے اتنی ندامت محسوس ہوئی کہ دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ قرآن شریف کو ازسرنو کسی نہ کسی سے ضرور صحیح طور پر پڑھوں گا۔پہلے خود قرآن کریم کو کھول کر پڑھا لیکن یقین نہ آیا کہ میں بالکل صحیح پڑھ رہا ہوں۔اس کے بعد سوچا کہ کسی مسجد کے مُلّاں سے پڑھوں لیکن ساتھ ہی یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ کہے گا کہ تم اتنے بڑے ہوگئے ہو قرآن شریف بھی پڑھنا نہیں جانتے! آخر کار یہ ترکیب سوجھی کہ اگر کہیں کلام اللہ کا درس دیا جاتا ہو تو وہاں جا کر میں بھی بیٹھ کر قراءت سنتا رہوں اور صحیح قراءت کے علاوہ ترجمہ بھی سیکھ جاؤں۔

اِدھر اُدھر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سوائے احمدیہ مسجد کے اور کہیں درس نہیں ہوتا۔مَیں نے دل میں کہا کہ خیر قرآن کریم سن لیا کروں گا ان کے عقائد اور تعلیم کے بارہ میں بالکل توجہ نہیں دوں گا۔جب میں جانے لگا تو آغا صاحب نے روکا اور کہنے لگے کہ اگر تم وہاں گئے تو ضرور مرزائی ہوجاؤ گے۔مَیں نے اُن کو یقین دلایا کہ میں مرزائی بننے نہیں جا رہا صرف قرآن شریف سننے جا رہا ہوں وہ نہ مانے۔لیکن اگلے دن موقعہ پا کر میں مسجد احمدیہ میں پہنچ گیا۔حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم ان دنوں درس دیا کرتے تھے۔مَیں بلا ناغہ ہر روز درس میں حاضر ہوجاتا تھا اور حقائق و معارف سنتا رہتا تھا۔جب کبھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم قادیان سے آکر درس دیتے تھے تو ان کے رعب کی وجہ سے ہمارے غیر احمدی استاد بھی درس میں حاضر ہوجاتے تھے۔گو مجھے خاص طور پر تبلیغ نہیں کی گئی لیکن قرآن کریم کے درس کے دوران میں ہی میرے سب شکوک رفع ہوگئے اور معلوم ہوگیا کہ سلسلہ احمدیہ پر سب الزامات بے بنیاد ہیں ان میں ذرا بھی صداقت نہیں۔آخر میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔چند دنوں کے (بعد) منظوری کا جواب آگیا اور میں خوش قسمتی سے احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے شریف خاندان میں پیدا کیا، ڈاکٹری ایسا شریف پیشہ سیکھنے کی توفیق دی، میری اکثر دعائیں قبول فرمائیں، سب مرادیں پوری کیں، رزق دیا، اولاد دی اور سب سے بڑھ کر جو نعمت عطا فرمائی وہ نبی آخرالزماں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شناخت تھی جس سے احمدی بننے کا فخر حاصل ہوا، آغا صاحب کی بات سچی نکلی لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں سیدھے رستے پڑ گیا۔

اب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات جو حضرت کی زبان مبارک سے سنے، کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔1906ء میں جب میں بلوچستان سے سکول ماسٹری چھوڑ کر لاہور میڈیکل سکول میں داخل ہونے کے لئے آیا تو داخلہ ہوچکا تھا لیکن ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی سفارش سے ڈاکٹر پیری نے ملٹری کلاس میں داخل کرنا منظور کر لیا، پڑھائی شروع ہوئی ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ سیکنڈ، تھرڈ اور فورتھ ایئر والوں نے بعض شکایات کی وجہ سے ہڑتال کردی اور سکول جانا چھوڑ دیا۔جب میں نے کہا کہ ہم فرسٹ ایئر والوں کو کوئی شکایت نہیں تو ہم کس طرح ہڑتال میں شامل ہوں تو وہ قہر کی نظروں سے دیکھنے اور دھمکانے لگے۔اس پر ہمیں بھی شمولیت کے لئے مجبور ہونا پڑا کیونکہ نہ شامل ہونے والوں کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا جاتا تھا، پرنسپل صاحب نے جب بورڈنگ ہوس سے نکال دیا تو رائے میلا رام نے ہم کو اپنی ایک کوٹھی رہنے کے واسطے دے دی۔جب ہڑتال طول پکڑ گئی تو میں نے اور شیخ عبدالحکیم صاحب بسمل نے جو میرے ہم جماعت تھے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سے پوچھا کہ داخل ہوجائیں یا نہ؟ وہ کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کہتے بڑے گھر جاؤ اور پوچھ آؤ۔ہم رات کے دو بجے چوری چوری کوٹھی سے بھاگے اور اگلی صبح قادیان روانہ ہوگئے مسجد مبارک میں پہنچے تو اپنا ماجرا بیان کیا۔حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی گئی تو حضور تشریف لائے اور ہمیں مخاطب کرکے فرمایا کہ میں ہڑتال کو بغاوت خیال کرتا ہوں اگر تم لوگوں کو کچھ شکایات ہیں تو لکھ کر باادب پیش کرو، اگر تم میرے مرید ہو تو واپس جاؤ اور سکول میں داخل ہوجاؤ۔ہم دونوں واپس آگئے اور اگلے دن کالج کے احاطہ کی پچھلی دیوار پر چڑھ کر اندر داخل ہوئے اور اپنے نام پھر درج رجسٹر کرائے۔سامنے پھاٹک سے اندر جانا ناممکن تھا اگر کوئی بند گاڑی میں بھی بیٹھ کر جاتا تھا تو پکٹنگ والے ڈنڈوں سے گھوڑے، کوچوان اور سواروں کا منہ توڑ دیتے تھے۔چند دنوں کے بعد سارے طلباء داخل ہوگئے، سرغنے اور مانیٹر سکول سے نکال دیئے گئے اور پڑھائی پھر شروع ہوگئی۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 177-173)

1913ء میں آپ کینیا مشرقی افریقہ تشریف لے گئے وہاں پر ہی گورنمنٹ ملازمت سے بطور اسسٹنٹ سرجن ریٹائر ہوئے اور پھر وہیں رہے۔آپ نے قادیان میں بھی معقول جائیداد بنائی تھی جس کے عوض تقسیم ملک کے بعد کوئی claim نہیں کیا۔آپ نے خدا کے فضل سے بھرپور زندگی گزاری۔سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔1930ء میں نیروبی میں مسجد احمدیہ کی تعمیر ہوئی جس کے اخراجات میں مقامی احباب نے بڑی فراخدلی سے حصہ لیا حضرت ڈاکٹر صاحب نے بھی اس سلسلے میں 400 شلنگ ادا کئے۔

(الفضل 28 فروری 1930ء صفحہ 10 کالم 3)

حضرت ڈاکٹر صاحب نے 28 نومبر 1965ء کو تقریباً 83 سالوں کی عمر میں نیروبی (کینیا) میں وفات پائی اور نیروبی کے احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔آپ خدا کے فضل سے موصی تھے۔آپ کا وصیت نمبر 6035 تھا۔آپ کی وفات پر مولانا شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے اخبار الفضل میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا:

......حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم بھی کینیا کے مختلف شہروں کسموں، نیری، مچاکوس، ممباسہ، نیروبی اور نکورو وغیرہ میں مقیم رہے اور اس عرصہ میں سلسلہ کے لٹریچر جہاں بھی رہے تقسیم کرتے رہے اور اپنے ملنے جلنے والوں میں اسلام کی تبلیغ اور احمدیت کا تذکرہ کرتے رہے۔ہر جگہ اپنے نیک نمونہ سے خیر سگالی کی فضا پیدا کرنے میں کوشاں رہے۔سلسلہ کے جس کام اور جس ضرورت کے لیے جب بھی اور جس وقت بھی تحریک کی گئی برابر حصہ لیتے اور بڑے شوق سے حصہ لیتے۔چندوں کی ادائیگی کا عرصہ دراز تک یہ طریق رہا کہ جنوری یعنی سال کے شروع میں سال کا پیشگی چندہ ادا کردیتے وصیت کا، تحریک جدید کا اور اسی طرح بعض دوسرے چندے بھی۔مقامی ضروریات، تبلیغ، تعمیر مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر میں دل کھول کر مالی امداد دیتے رہے۔گورنمنٹ کینیا کے محکمہ میڈیکل سے اسسٹنٹ سرجن ہوکر ریٹائر ہوئے اور ریٹائر ہونے کے بعد نیروبی میں پرائیویٹ پریکٹس شروع کردی، اپنے بیماروں کو معمول کے مطابق جا کر دیکھتے اور پھر ایک خاص وقت میں گھر پریکٹس کے لئے بیٹھتے۔بیماروں کو دیکھنے جب جاتے تو پیدل سارا سفر کرتے۔اپنے گھر میں پودوں کی دیکھ بھال خاص شغف سے کرتے اس سے ان کی ورزش بھی ہوجاتی اور صحت کے قائم رکھنے میں مدد رہی۔اپنے عرصہ ملازمت میں جہاں جہاں بھی رہے ڈاکٹر صاحب موصوف شجرکاری کا خاص خیال رکھتے ان کا یہ محبوب مشغلہ تھا بلکہ بعض ایسے درخت جو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ہسپتالوں اور ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کے مکانوں کے آس پاس لگوائے ان کے لڑکوں نے ان کے پھل بھی کھائے۔

ایک دفعہ نیروبی سے سو میل کے فاصلہ پر ایک نہایت ہی پُرفضا جگہ نیری (Nyeri) میں ان کے لڑکے مرحوم ڈاکٹر سید انور شاہ صاحب کو ملنے گیا وہ اس جگہ کے ہسپتال کے انچارج لگے ہوئے تھے۔انہوں نے بتایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے یہ لوکاٹ کے درخت لگائے تھے اور اب میں اس کے پھل کھاتا ہوں۔

سلسلہ کے لٹریچر میں جو مشرقی افریقہ میں تبلیغی لحاظ سے اور اسلام کی برتری وعظمت کو قائم کرنے میں بہت ہی مفید ثابت ہوا، ان کی اشاعت میں مالی امداد آپ دیتے رہے۔قرآن مجید کے سواحیلی ترجمہ، کشتی نوح کے سواحیلی ترجمہ میں آپ نے اور آپ کے بیٹوں نے بلکہ بعض بیٹیوں نے بھی حصہ لیا۔

پرانے بزرگوں کی بالخصوص ان کے دل میں بہت قدر وعظمت تھی ان کا اکثر ذکر خیر کرتے۔سلسلہ کے خدام سے اختلاف ہوتا تو خاموشی سے اصلاح حال کی کوشش فرماتے۔پابند شریعت تھے، بچوں کی دینی تعلیم وتربیت ذاتی توجہ اور کوشش سے کی ہے اور اپنے لڑکوں کو بچپن میں ہی قادیان بھجوادیا چنانچہ قادیان کی تعلیم وتربیت کی برکت سے سب بچے سلسلہ کے خادم اور سلسلہ سے اخلاص رکھنے والے ہیں............''۔

(الفضل 5 دسمبر 1965ء صفحہ 4)

آپ خدا کے فضل سے تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔آپ کا نام اسماء مجاہدین نیروبی (مشرقی افریقہ) کے تحت 5485 نمبر پر درج ہے آپ کے اُنیس سالہ چندے کی کل رقم -/8340 روپے ہے۔آپ کے ساتھ ہی 5486 نمبر پر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے -/1895 روپے چندے کا ذکر ہے۔آپ کی اہلیہ کا نام محترمہ امیر بیگم صاحبہ تھا جنہوں نے 27 مئی 1979ء کو انگلستان میں وفات پائی، آپ کی اولاد میں:

1۔ سید محمد اقبال شاہ صاحب 2۔ ڈاکٹر سید محمد انور شاہ صاحب 3۔سید محمد سرور شاہ صاحب 4۔سید بشیر احمد شاہ صاحب 5۔سید نصیر احمد شاہ صاحب 6۔ محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ 7۔محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید ناصر احمد شاہ صاحب ابن حضرت سید ناصر شاہ صاحب یکے از 313 اصحاب احمد۔

❀❀❀❀❀❀❀

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیرتبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینجر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ

مجلس سوال وجواب

(9/جون 1995ء)

کیا عوامی تحریک سے خلافت کا قیام ہوسکتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ مجلس سوال وجواب 9/جون 1995ء میں حاضرین نے مختلف سوالات کئے۔ ذیل میں خلافت سے متعلق ایک سوال اوراس کا جواب ہدیہ قارئین ہے۔

یہ سوال وجواب ادارہ الفضل انٹرنیشنل اپنی ذمہ داری پر مرتب کر کے شائع کر رہا ہے۔ (مدیر)

سوال۔ مسلمانوں میں خلافت کے قیام کے لئے تحریکیں چل رہی ہیں۔ کیا عوامی تحریک سے خلافت کا قیام ہوسکتا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

سوال تو یہ ہے کہ کس کی خلافت؟ اگر عوام کی خلافت ہے تو اس کو جمہوریت کہتے ہیں۔ اسی کا نام بادشاہت ہے۔ تو وہ تو چل رہا ہے۔ پھر اَور کیا زور دے رہے ہیں خواہ مخواہ۔ اگر اللہ کی خلافت ہے تو جب تک وہ نہ بنائے گا خلافت بن ہی نہیں سکتی۔ اور اللہ اپنا خلیفہ خود بناتا ہے۔

حضور رحمہ اللہ نے غیر احمدی مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ وہ خلافت بند کر بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اختیار ہی چھین لیا ہے کہ وہ کسی کو خلیفہ بنا سکے۔ تیسری قسم بیچ کی خلافت کی ہے وہ خلیفہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور اگر خلیفۃ اللہ ہی نہیں بنے گا تو اس کا خلیفہ کیسے بن جائے گا جس کو ہم خلیفۃ الرسول کہتے ہیں یا خلیفۃ المسیح کہتے ہیں۔

اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں اوّل خلافت کا قیام خدا تعالیٰ کی طرف سے خود ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء کی خلافت کا انتظام خود اللہ نے کیا۔ ان کو کہتے ہیں خلیفۃ اللہ۔ اور خلیفۃ الرسول وہ جسے رسول خلیفہ بنائے یا اس کے بعد خدا خلافت کا نظام جاری کردے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی (خلافت کو) اپنی طرف ہی منسوب کردیا ہے۔

حضور رحمہ اللہ نے اس موقع پر سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تلاوت کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡامِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔ (سورۃ النور:56)

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ نبی کے وصال کے بعد خلافت کا قیام اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ اور خلافت کا قیام ان لوگوں میں سے ہوگا جو نبی پر ایمان لاتے ہوں اور نیک عمل بجا لاتے ہوں۔ لفظی ترجمہ ہے کہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ مَیں قائم کروں گا۔ وَعَدَاللّٰہُ اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے۔ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡامِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے محمد رسول اللہ پر اور نیک اعمال بجالائے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا تفصیلی ترجمہ کیا ہوا ہے کہ جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے نیچے زمین پر خلافت کا کہ خدا کی خلافت قائم ہوگی اور اس خلافت سے باہر نکلنا بددیانتی ہے، بے ایمانی ہے ان لوگوں سے وعدہ فرما سکتا ہے۔ یعنی جو خلافت پر ایمان نہیں رکھتے ان کو اس مضمون سے باہر نکال دیا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے شور بھی ڈالا مگر حضرت مصلح موعودؓ نے کہا کہ سیاق سباق بتا رہا ہے کہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کے بعد یہ ایمان خلافت کے ساتھ تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا مگر یہ تو الگ بحث ہے۔ غیر احمدیوں کے لئے تو صرف اتنا ہی مسلّمہ ترجمہ کافی ہے کہ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے محمد رسول اللہ ﷺ پر اور نیک اعمال بجالائے اللہ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وہ ضرور زمین میں ان کو اپنا خلیفہ بنائے گا۔ یعنی ساری قوم کو جو لوگ ایمان لانے والے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کیسے بنائے گا ان کو خلیفہ؟ کیا ہر کوئی خلیفہ ہونے کا دعویٰ کردے گا کہ آؤ مَیں بھی خلیفہ ہوں، فلاں بھی خلیفہ ہے، فلاں بھی خلیفہ ہے۔ حضورؒ نے آیت استخلاف کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا: ’’کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ‘‘ پہلے بھی تو لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا ان کی مثال دیکھو۔ جب موسیٰ کو خلیفہ بنایا اس کے بعد جو خلیفہ بنا پھر اس کے بعد خلیفہ بنے۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد خلفاء بنے، ساری قوم نے تو دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ہم خلیفہ ہیں۔ ساری قوم خدا کی نمائندہ ہو تو ان کا خلیفہ خدا کا خلیفہ کہلا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ بہت ہی خوبصورت مضمون اٹھایا ہے کہ تم سب کو نیک بننا پڑے گا۔ خدا سے خلافت کا انعام پانے کی خاطر تم سب کو ایمان پر قائم رہنا ہوگا تم سب کو نیک اعمال بجالانے ہوں گے ورنہ فاسقوں کو اللہ خلافت عطا نہیں کیا کرتا۔ اس لئے یہ شرط ہے کہ تم اس پر قائم رہو تو خدا وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمہیں خلیفہ بنائے گا یعنی تمہیں اس دنیا میں اپنا نمائندہ بنا دے گا۔ وہ نمائندگی کس طرح عطا ہوگی؟ تمہارے اندر ایک خلافت کا نظام قائم کرے گا۔ یہ مضمون ہے۔ اس میں کہاں جمہوریت کا ذکر آیا ہے کہیں۔ اور پھر وہ خلافت اللہ نے عطا فرمادی تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت جاری ہوئی۔ اس کے بعد جب خلافت کی بے حرمتی ہوئی، اس سے مونہہ موڑا گیا تو خلافت کا رنگ بدل دیا۔ وعدہ تو خدا نے پورا کیا مگر ایک اور رنگ میں۔ قومی وحدت قائم نہ رہی۔ کیونکہ اسی آیت میں خلافت کے ساتھ کچھ شرطیں وابستہ تھیں۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا وہ خلافت جو خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ دین کو تمکنت ملتی چلی جاتی ہے اور ترقی پر ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور ہر خوف امن میں بدلتا ہے۔ نہ کہ ہر امن خوف میں بدلتا ہے۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب خلافت راشدہ کے بعد ہر امن خوف میں بدلنے لگا تو بعد میں جو خلافتیں آئی ہیں ان کو خلافت راشدہ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر اگر صرف حکومت کو خلافت کہہ دو تو اللہ تعالیٰ نے ملوکیت کے بارہ میں الگ ذکر فرمایا ہوا ہے، ملوکیت کی بات ہی الگ کی ہوئی ہے۔ وہ ملوکیت تھی اور اس کو خلافت اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہوسکتے۔ اور حضرت علیؓ اگر خلیفہ تھے تو روحانی طور پر معاویہ خلیفہ نہیں تھے۔ بادشاہ تو کہلا سکتے ہیں، ایک مسلمان ملک کے مسلمان بادشاہ۔ لیکن خلیفۃ الرسول ان معنوں میں نہیں کہا جاسکتا کیونکہ خلافت منقطع نہیں ہوتی۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی خلافت کے اندر توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ اگر تم خلافت سے وابستہ ہوگے، یہ لوگ جن کا ذکر ہے خلافت سے وابستہ ہوجائیں گے تو اس کی نشانی یہ ہے یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا میری عبادت کریں گے اور میرا کوئی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ وہ قوم جو خدا کی توحید پر قائم ہو اور شریک نہ ٹھہرائے وہ قوم اکٹھی ہوا کرتی ہے۔ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک قوم تھی، ایک ہاتھ پر جمع تھی۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ نے جس حال میں اسلام کو چھوڑا ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا ہوا، ایک مٹھی کی طرح وہی ہے دنیا میں توحید کا اظہار۔ یعنی دنیا میں توحید کا منظر جو ظاہر ہوتا ہے وہ روحانی توحید کے نتیجے میں اس کی برکت سے عطا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خلیفۃ اللہ ہونے کا حق ادا کر کے ایک مثال قائم کردی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ محمد رسول اللہ پر ایمان لائیں گے اور نیک اعمال بجالائیں گے ان کو بھی مَیں خلافت عطا کروں گا تو ان کی یہ نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ تین نشانیاں بیان فرمائیں۔

اوّل۔ دین کو تمکنت ملے گی اور دین دن بدن ترقی کرے گا۔

نمبر 2۔ خوف آئیں گے اور ہر خوف کو خدا امن میں تبدیل کرتا چلا جائے گا۔

نمبر 3۔ وہ اکٹھے رہیں گے، ایک ہاتھ پر جمع رہیں گے میری عبادت کریں گے اور ان میں کوئی شرک کا شائبہ نہیں ہوگا۔ پھر دنیا کے لحاظ سے بھی وہ ایک متحدہ ملت واحدہ کے طور پر ابھریں گے۔ اگر ایسا نہ ہو وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ جو اس کے باوجود پھر کفر کرے گا فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ پس یہ لوگ ہیں جو فاسق ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ترجمہ میں اس لئے یہ بات تقویت دیتی ہے کہ اٰمَنُوۡا کا آغاز تو بہرحال رسول اللہ ﷺ پر ہے مگر اس آیت کے آغاز میں ایمان بالخلافت ضرور پیش نظر ہے کیونکہ جو کفر کرتا ہے اس کے بعد وہاں مومنوں کے اندر اندرونی کفر آگیا۔ کس چیز کا کفر کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا کفر کرے تو اسلام سے ہی نکل جاتا ہے۔ یہاں کفر سے مراد خلافت کا کفر ہے۔ یہاں کفر سے مراد خلافت کی ناشکری ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ان کا درجہ اسلام کے اندر فاسقین کا درجہ ہوگا۔ بظاہر مسلمان رہیں گے لیکن فاسق کہلائیں گے۔ تو یہ سارا مضمون مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، خدا کی طرف خلافت کے مضمون کو منتقل کر رہا ہے کہ اللہ ہی خلافت قائم کرتا ہے۔ اور جب وہ قائم کرتا ہے تو یہ علامتیں ظاہر کرتا ہے جن کا بنانا بندوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب بتائیں اس آیت کے مضمون کو سمجھنے کے بعد یہ کیسے خلافت قائم کریں گے؟۔ کوئی طریقہ ہے؟

ایک ہی راستہ تھا کہ خلیفۃ اللہ دوبارہ قائم ہو اور اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا، ہے ہی نہیں، ممکن ہی نہیں۔ جب خلیفۃ اللہ کا انکار کر بیٹھے ہیں تو خلیفۃ الرسول یا خلیفۃ المسیح یا خلیفۃ المہدی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور قرآن کے بعد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف رجوع کریں تو وہاں سے معاملہ خوب کھل جاتا ہے۔ حدیث میں واضح طور پر آتا ہے کہ آپؐ نے قرآن کریم کی آیت کی رو سے یہ بتایا کہ خلافت ہوگی، پھر ملوکیت ہو جائے گی، پھر ملوکیت ظالم بادشاہوں میں تبدیل ہو جائے گی اور دن بدن معاملہ بگڑے گا۔ اس دوران خدا کا یہ وعدہ کیسے پورا ہوگا کہ جو تم میں سے مومن اور نیک اعمال بجالانے والے ہیں ان کو

ROSS SOLMON & CO
SOLICITORS

We are a team of Solicitors and Advocates, experienced in Criminal, Civil & Family litigation in all higher courts of England & Wales.
Our Solicitors deal in following areas:

Family: Divorce, Children and Financial settlement;
Property: Commercial & Residential Conveyancing, Leases;
Injunctions: Permanent & Interim injunctions;
Employment: Advice on all aspects of employment matters including litigation in Employment Tribunal and all higher courts;
Criminal: 24 hours Police Station, Magistrate Court and Crown Court representations. All sorts of appeals.
Civil: Possession Orders and miscellaneous litigation matters before County Courts and High Court.
Immigration: Work Permits, HSMP, all sorts of visas and appeals.

Tel: **07725813979; 07804817920; 02031861067**
17 High Street, Sutton, SM1 1DF.
We are situated at less than a minute walk from Sutton British Rail station.

توبہر حال اللہ کی طرف سے کچھ حفاظت ملنی چاہئے۔ اس کی پیشگوئی فرمادی کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوگا تو مجدد خلیفۃ اللہ کا قائم مقام ہے اور خلافت بدرجہ اَولیٰ۔ کیونکہ خلافت تمام امت کو امت واحدہ میں تبدیل کرتی ہے جبکہ مجدد وقتی اصلاح کر کے مرنے سے بچالیتا ہے، مزید Deterioration سے بچالیتا ہے۔

پس خلافت کلیۃً ختم نہیں ہوئی۔ مگر خلافت کی ایک ثانوی شکل جس کو مجددیت فرمایا گیا اور کہیں رسول اللہ ﷺ نے اس مجددیت کو براہ راست خلافت نہیں کہا ۔ اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ مجددیت کی مثال ایسی ہے جیسے پانی نہ ہو تو تیمّم کیا جاتا ہے۔ وضو کے قائم مقام تو ہے مگر تیمّم وضو نہیں کہلاتا۔ تبھی رسول اللہ ﷺ نے آیت استخلاف کے تابع، کیونکہ آپؐ قرآن کریم سے باہر تو مضمون سوچا بھی نہیں کرتے تھے، اسی آیت کے تابع خدا سے اذن پا کر مجددیت کا وعدہ فرمایا لیکن اسے خلافت نہیں کہا کیونکہ وہ خلافت کے سایہ میں پلنے والا ایک متبادل نظام تھا۔ اس کے عدم وجود کی صورت میں اس کا ایک متبادل نظام کہنا چاہئے۔

اب یہ سوال ہے کہ پھر خلافت کا ذکر کب فرمایا ہے؟ اگر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد خلافت کی پیشگوئی نہیں کی پھر تو سارے مولوی مل کر اور سارے جہان کے مسلمان بھی مل کر خلیفہ نہیں بنا سکتے۔ اگر کی ہے تو اسی طرح پوری ہوگی جس طرح آپؐ نے فرمایا ہے اور اس کو بدل نہیں سکتے۔ آپؐ نے پیشگوئی کی ہے اور خلافت کو مسیح کے نزول کے ساتھ باندھا ہے۔ فرمایا جب مسیح ظاہر ہوگا، نبی اللہ۔ کیسی حکمت ہے اور کس طرح اندرونی نظام ہے کوئی تضاد نہیں۔ ثُمَّ تَکُوْنُ الْخِلَافَةُ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ۔ پھر منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوگی کیونکہ نبوت کے بغیر منہاج النبوت کی خلافت بن ہی نہیں سکتی۔ جب تمہاری ناشکری کی وجہ سے ایک دفعہ منہاج النبوۃ کی خلافت میں انقطاع آ گیا تو پھر خلافت اپنی پوری شان کے ساتھ منہاج النبوۃ کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی اس لئے اللہ تعالیٰ مسیح کو نازل فرمائے گا، مسیح موعود کو بھیجے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں ثُمَّ تَکُوْنُ الْخِلَافَةُ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ پھر خلافت ازسرنو شروع ہوگی منہاج النبوۃ پر۔

حضورؒ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اب بتائیں کہاں ہے مسیح ان کا؟ یہ سنا آپ نے کہ مسیح آ گیا ان کے اندر؟ جو آیا اس کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ تو خلافت کے دوہی راستے تھے دونوں کا انکار کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد ظلی نبوت کا انکار، چھٹی ہوگئی خلافت آ ہی نہیں سکتی اور مسیح موعود کا نام لے کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ مسیح آئے گا تو خلافت آئے گی۔ مسیح آ گیا اور اس کا انکار کردیا۔ اب خیالوں میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ آئے گا۔ جب آئے گا تو پھر دیکھی جائے گی اس کے بغیر کس طرح خلافت لا سکتے ہیں۔ تو ان کو اسی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مَیں نے ان کو چیلنج کیا تھا خاص طور پر ہندوستان کے علماء کو کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں (جو مناظرہ ہوا تھا ہندوستان میں اس کے جواب میں مَیں نے ان کو پیغام دیا تھا)۔ اگر تم واقعی سچے ہو، دھوکہ نہیں دے رہے تو آسان طریقہ یہ ہے کہ مسیح کو دعائیں کر کے اتار لو تو جماعت احمدیہ سے ایک ارب روپے انعام لے لو۔ انعام بھی لے لیں اور خلافت بھی قائم کرلیں، دونوں کام مفت میں۔ مسیح بھی اتریں گے سارے مسائل کا حل ہوگا۔ یہ جھگڑا ہمارا ختم ہوجائے گا اور جماعت احمدیہ کو چاہے جائیدادیں بیچنی پڑیں ہم ضامن ہیں اس بات کے کہ ہم آپ کو کم از کم ایک ارب دیں گے۔ جتنے مولوی آتے ہیں کروڑ کروڑ روپیہ دیتے چلے جائیں گے۔ لیکن اربوں بھی ہوں تو دیں گے۔

حضور رحمہ اللہ نے اس سوال کا مزید تجزیہ کرتے ہوئے اور ایک اَور پہلو سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ویسے ان سے پوچھا جائے کہ خلافت کس طرح قائم کروگے؟ خلافت، اللہ کے رسول سے قائم ہوتی ہے، خلیفۃ اللہ سے قائم ہوتی ہے اس کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ پھر تم کس طرح قائم کرلوگے۔ پھر آگے خلیفہ سنّیوں کا بنائیں گے یا شیعوں کا یا دونوں کا مشترکہ۔ اگر سنّیوں کا بنائیں گے تو وہ خلافت کیسی جس سے اسلام کا ایک تہائی نکل کر ایک طرف بیٹھ جائے گا۔ ایک دوسرے کا سسٹم نہیں مانتے۔ ان کے خلیفہ کا شیعہ اُمّت انکار کررہی ہوگی اور اس کے انکار کو ایمان کا لازمہ قرار دے گی کہ جو اس بدبخت خلیفہ کو مانے گا جو شیعہ ائمہ سے الگ بنایا گیا ہے وہ بھی جہنمی، ان کا خلیفہ بھی جہنمی اور یہ سب امیر المنافقین۔ یہ لازماً کہیں گے اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ورنہ اپنا ایمان کھوئیں گے۔ کیونکہ یہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی کہتے ہیں کیونکہ اس کا مسلک قائم رہ ہی نہیں سکتا اگر اس کے خلاف کوئی مسلک اختیار کریں۔ تو اگر کوئی خلیفہ بنایا گیا تو معاً اسی وقت شیعہ امت کی طرف سے یہ اعلان ہوجائے گا کہ یہ خلیفہ بھی منافق، تم سارے جو ماننے والے ہو وہ منافق ہو اور جو امیر المنافقین ایک دفعہ پہلے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِک) گزرے تھے اسی کا تم نے اعادہ کیا ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور شیعہ ائمہ کو اگر انہوں نے مل کر خلیفہ بنادیا تو ان کو کہیں گے کہ یہ تو خارجی لوگ ہیں، اول درجہ کے منافق ہیں، یہ شیطانی موومنٹ ہے اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ تو خلافتیں دو ہوگئیں۔ تو آگے جا کے بڑی مصیبت پڑنی ہے۔ سنّی خلافت اگر قائم ہو بھی جائے تو فوراً بٹنا شروع ہوجائے گی۔ کیونکہ یہ جو قبروں کو سجدہ کرنے والے ہیں ان سے وہ خلیفہ کیا سلوک کرے گا۔ یہ پہلے فیصلہ کرلیں کہ وہ خلیفہ وہابی ہوگا یا بریلوی ہوگا۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ ہر ایک اپنا اپنا خلیفہ بنالیں گے۔

حضورؒ نے فرمایا: نہیں نہیں وہ تو ایک بھی نہیں بننا ان سے۔ اکٹھے نہیں ہوں گے، ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کی ساری مسجدیں الگ الگ ہیں۔ سارے فرقے بھی الگ الگ نہیں بنائیں گے۔ مَیں یہ عرض کر رہا ہوں۔ کیونکہ فرقوں میں اندرونی اتحاد بھی نہیں ہے۔ اس وقت تک تو مَیں بیرونی بات کر رہا ہوں، بین الفرقہ صورتحال۔ اگر یہ بریلوی، وہابی کو خلیفہ مان جائیں گے تو وہابی ان کے سارے مزار بند کردیں گے۔ داتا دربار رہے گا نہ کوئی اور دربار رہے گا۔ اگر کسی مزار کے پاس دعا کے لئے جائیں گے تو کوڑے پڑیں گے ان کو۔ ساری جھنڈیاں اور لِیریں جو لٹکائی ہوئی ہوتی ہیں سب درخت صاف کر دئے جائیں گے اور کوئی پیر نہیں ہوگا جو ان کو بچہ دے یا کوئی اور برکتیں عطا کرے۔ اور پھر حضرت عبدالقادر جیلانی کا سارا سلسلہ بند کردیا جائے گا کہ فضول فرضی کہانیاں تم بنا رہے ہو شریک ٹھہرا رہے ہو خدا کا۔ تو یہ سب سوچ کر ان کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہابی خلیفہ ماننا ہے یا نہیں۔

اور اگر بریلویوں کا خلیفہ بن گیا تو اس نے خانہ کعبہ کے گرد پھر وہی بت شروع کر دینے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی قبر کو سجدے ہوں گے، وہاں درویش ناچیں گے، چمٹے بجائیں گے۔ یہ حال وہاں کردیں گے۔ تو یہ حال ہونا ہے تمہارا، یہاں ہوگا یا وہاں ہوگا۔ اب بتائیں یہ خلیفہ کس مسلک کے آدمی کو بنائیں گے۔ نورانی صاحب کو بنائیں گے یا ان میں کوئی مولوی چنیں گے۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے پہلے ایک دفعہ ہندوستان میں خلافت موومنٹ چلی تھی اور اس کے لئے بڑا جوش پایا جاتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو کہا کہ خدا کا خوف کرو، عقل کرو۔ تمہاری خلافت موومنٹ بالکل بے معنی ہے۔ کبھی اس طرح خلیفہ نہیں بنا کرتے۔ اور ٹرکی کے جس امیر کو تم اپنا خلیفہ بنایا کرتے تھے اس کو کوئی دلچسپی نہیں تمہاری خلافت سے۔ اور خلافت کی تحریک کرنے والے پتہ کون تھے؟ مہاتما گاندھی۔ یہ خلافت موومنٹ چلا رہے تھے اور لاہور میں خلافت موومنٹ کا بہت بڑا جلسہ ہوا۔ مولانا شوکت علی اور محمد علی جوہر نے تقریریں کیں اور پھر مہاتما گاندھی نے وہاں تقریر کی اور سارا مجمع Excite ہوگیا۔ بلّے بلّے مہاتما گاندھی کے۔ دیکھو یہ کہاں سے خلافت موومنٹ کی تائید میں آیا ہے۔ اور موومنٹ یہ تھی وہ ان کو پاگل بنا رہا تھا، کہتا تھا کہ خلافت اگر کرنی ہے تو اس ذلیل ملک کو چھوڑو اور مسلمان ممالک کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ یہ خلافت موومنٹ تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کو روکا۔ انہیں کہا کہ خدا کے لئے ہوش کرو یہ تمہیں کنگال کردے گا، پاگل بنا رہا ہے۔ خدا کے واسطے ہوش کرو اس طرح خلافتیں نہیں بنا کرتیں۔ کئی مسلمانوں نے اونے پونے اپنی جائیدادیں بیچ دیں اور ہندوؤں نے ان کی ساری جائیدادیں خرید لیں۔ بڑی قربانیاں کیں انہوں نے ان کے لئے۔ جو ایک کروڑ کی جائیداد تھی ہندوؤں نے ایک لاکھ میں خرید لی اور ان کو کہا کہ نکلو اب ہمارے ملک سے اور یہ سارے افغانستان پہنچ گئے۔ وہاں ان سے وہ سلوک کیا گیا کہ تم پاگل ہوگئے ہو۔ مار مار کے انہیں وہاں سے بھگا دیا۔ بھوکے ننگے کچھ کھانے کو نہیں تھا سب کچھ بک چکا تھا تو ان کے یہ قافلے پھر واپس آئے اور پھر اس وقت ان کو ہوش آئی کہ یہ کیا ہو رہا تھا ہمارے ساتھ۔

اور جب ترکی پہنچے تو اتاترک تو زندہ نہیں تھا یہ 1922-23 کی بات ہے۔ ترکی میں جو بھی حکومت تھی انہوں نے سب مولویوں کو نکال دیا کہ ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ عربوں نے حجاز کے علاقہ کے جو بدو تھے انہوں نے تو ان کی حکومت توڑی تھی اس لئے یہ کس پر خلافت قائم کرتے۔ ادھر ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ تو خلافت کسی معنی میں بھی قائم ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ چنانچہ وہ وہاں سے مایوس ہو کر واپس آئے اور پھر ٹرکی کے خلاف لکھنا شروع کردیا کہ ہم تو اتنے اخلاص کے ساتھ گئے تھے خلافت کی آفر کی لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں کوڑی کی بھی پرواہ نہیں جاؤ بھاگو یہاں سے اور اپنی خلافت لے کر چلتے بنو۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب یہ دوبارہ خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو یاد دلانا چاہئے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے جو اُس وقت کے انتباہات ہیں وہ تاریخی نوعیت کے ہیں۔ وہ دوبارہ شائع کروانے چاہئیں۔ انہیں بتائیں کہ یہ دیکھو یہ خلافت موومنٹ تھی تمہاری اور یہ تنبیہ کی گئی تھی۔ کس طرح مخالفت میں بولے تھے۔ اس موضوع پر احمدیہ جماعت کے خلاف فساد ہوگیا۔ جگہ جگہ احمدیوں کو مارا گیا، گلیوں میں گھسیٹا گیا، بہت تکلیفیں دی گئیں کہ خلافت کے قائل نہیں۔ حالانکہ خلافت کے تو احمدی ہی قائل تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یوکے

تعلیم الاسلام کالج کے طلبائے قدیم کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے برطانیہ میں ''ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یوکے'' کے قیام کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل عہدیداران کی منظوری عطا فرمائی ہے:

صدر	عطاء المجیب راشد	نائب صدر	چوہدری وسیم احمد
سیکرٹری	رفیق اختر روزی	نائب سیکرٹری	نعمان محمود
سیکرٹری مال	عامر انیس	سیکرٹری اشاعت	مبارک صدیقی

برطانیہ میں مقیم جملہ طلباء قدیم سے درخواست ہے کہ جلد از جلد سیکرٹری سے رابطہ اپنے نام رجسٹر کروالیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء (صدر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یوکے)

SHAHEEN REISEN

Authorised Travel Agent in Germany

یورپ سے انگلستان کے لیئے سفر کرنے والے کرم فرماؤں کے لیئے خوشخبری

جلسہ سالانہ UK کے مبارک موقع پر FERRY کی ٹکٹ انتہائی مناسب قیمت پر بکنگ جاری ہے۔

اس سنہری موقع پر E-MAIL کے ذریعہ فیری بک کروانے پر مزید 10% خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

نیز اس کے علاوہ جلسہ سالانہ برطانیہ کے لیئے اسپیشل آرام دہ BUS کی سروس محدود سیٹیں

DARMSTADT سے روانگی۔ 25 جولائی 2007ء - LONDON سے واپسی۔ 30 جولائی 2007ء

مزید معلومات کے لیئے ٹیلی فون نمبر نوٹ فرمالیں۔ شکریہ

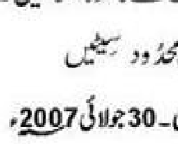

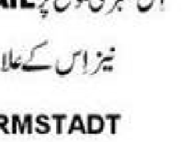

Tel.: 06151 – 36 88 525

E-Mail: shaheen-reisen@gmx.de

جماعت احمدیہ بینن کے
19ویں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

پانچ ممالک سے نمائندگان کی شرکت ۔حضور ایدہ اللہ کی منظوری سے مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب کی بطور نمائندہ شرکت ۔اخبارات اور ریڈیو پر جلسہ کی کوریج

(رپورٹ: ناصر احمد محمود طاہر ۔ مبلغ سلسلہ بینن)

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جماعت احمدیہ بینن کو امسال اپنا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔اگرچہ یہ بینن کا 19واں جلسہ تھا مگر بستان مہدی (جو کہ 30 ہیکٹر جگہ ایک مخلص احمدی دوست نے جماعت کی خدمت میں پیش کی ہے اور حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت اس کا نام بستان مہدی رکھا ہے) میں یہ پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔اور کسی بھی جگہ پر پہلی بار کسی چیز کا انعقاد اپنی ہی اہمیت اور خاصیت کا حامل ہوتا ہے۔اسی طرح یہ جلسہ بھی ایک الگ نوعیت کا رہا۔

دسمبر 2006ء میں پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے مکرم رافیو اوگندارے کا تقرر افسر جلسہ سالانہ کے طور پر ہوا تو اس کے ساتھ ہی جلسہ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ایک طرف مبلغین و معلمین کرام نے جماعتوں کے دورے کر کے جلسہ کی اہمیت اور چندہ جلسہ سالانہ کی ضرورت اور برکات لوگوں کو بتانا شروع کیں تو دوسری طرف محترم افسر جلسہ سالانہ اور افسر جلسہ گاہ امیر صاحب کے ساتھ مل کر پروگرام اور جلسہ گاہ کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔

جلسہ کے لئے تیاری

جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کی تشکیل پاتے ہی مکرم افسر صاحب جلسہ گاہ مکرم مظفر احمد صاحب مبلغ سلسلہ نے بستان مہدی میں وقار عمل کا سلسلہ شروع کر دیا اور یہ خطہ زمین جو درختوں، جڑی بوٹیوں اور جھاڑیوں سے جنگل بنا ہوا تھا۔خدام کی ٹیم کے ساتھ بڑی محنت کے ساتھ صاف کیا اور اس زمین کو ہموار بنایا۔اور دوسری طرف جلسہ گاہ میں تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا۔چنانچہ معمول سے محدود بجٹ ہونے کی وجہ سے جلسہ گاہ میں پچاس پچاس میٹر لمبی اور ساڑھے تین میٹر چوڑی کچی مٹی کی دو بیرکیں بنائی گئیں۔اسی طرح 15 میٹر لمبا اور پانچ میٹر چوڑا اور ڈیڑھ میٹر اونچا سٹیج تیار کیا گیا۔جس کو ہمارے ایک نومبائع جماعت کے خدام نے مٹی سے بھرتی ڈال کر نہایت خوبصورت سٹیج کے طور پر تیار کر دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

بستان مہدی کا مین گیٹ

بستان مہدی جانے والے رستہ پر مین شاہراہ کے کنارے چھ میٹر اونچا اور دس میٹر چوڑا گیٹ بنایا گیا جس پر آٹھ خوبصورت مینار تعمیر کئے گئے ۔ اس خوبصورت دروازے کی پیشانی پر ’’بستان مہدی‘‘ کے الفاظ سبز رنگ کے ساتھ لکھے گئے اور تمام چیزیں دیکھنے والوں کے لئے بڑا ہی دلکش منظر پیش کرتی رہیں۔ خصوصاً بستان مہدی اور مینار۔

چونکہ اس مرتبہ پہلی بار لوگ بستان مہدی آرہے تھے اس لئے بستان مہدی تک پہنچنے کے لئے دو راستوں پر مین روڈ پر سائن بورڈ لگائے گئے ۔ یہ بورڈ کے نیچے واضح تحریر میں بستان مہدی کی سمت اور فاصلہ بھی تحریر۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے کل 17 بورڈز نصب کئے گئے۔

جلسہ گاہ کی تیاریاں

بستان مہدی کے ریجن کی جماعتوں کے خدام جلسہ سے دس دن پہلے جلسہ گاہ پہنچ گئے اور مسلسل وقار عمل کر کے بستان مہدی کی صفائی وغیرہ کی۔اس سلسلہ میں پانچ جماعتوں کے خدام و انصار مسلسل وقار عمل میں مصروف رہے۔اس موقع پر نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ بھی اپنی ٹیم کے ساتھ آگئیں اور دس دن قبل سے ہی لنگر شروع کر دیا۔

اسی طرح ڈیکوریشن کی ٹیم نے بھی تین دن قبل ہی پہنچ کر کام شروع کر دیا۔مکرم ڈاکٹر قمر احمد علی صاحب نائب ناظم ڈیکوریشن و ناظم خدمت خلق کے ساتھ خاکسار اور بعض دیگر خدام نے کام کیا اور بستان مہدی کو رنگ برنگی جھنڈیوں وغیرہ سے سجا دیا۔

اسی طرح جلسہ گاہ کی سٹیج کے پیچھے ایک ڈیجیٹل سکرین لگائی گئی جس پر بستان مہدی کی وقار عمل سے قبل کی زمین ۔ منارۃ المسیح ،خانہ کعبہ وغیرہ اور دیگر عبارتوں سے سجایا گیا۔علاوہ ازیں مردانہ و زنانہ جلسہ گاہ کو قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور تحریرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بیسیوں رنگ برنگے بینرز سے سجایا گیا۔

بستان مہدی میں سب سے بڑا مسئلہ پانی کا تھا یہاں دور دور تک پانی میسر نہیں اور قریبی شہر پانچ سے ساٹھ کلومیٹر دور ہے۔چنانچہ اس مسئلہ کے حل کے لئے Portonovo شہر میں گورنمنٹ فائر بریگیڈ سے رابطہ کیا گیا جس نے ہمیں تین ٹینکر پانی دینا منظور کر لیا۔ یوں پانی کا مسئلہ حل ہوا۔ اسی طرح افسر جلسہ اور ڈاکٹر حضرات کے لئے میڈیکل پوسٹ اور دوسرے شعبوں کے لئے گھاس پھوس اور سرکنڈوں سے چھوٹے چھوٹے دفاتر تیار کئے گئے۔

لنگر خانہ

عموماً اچھے موسم میں تو کھانا پکانے کے لئے کھلا میدان ہی ٹھیک رہتا ہے مگر اس مرتبہ بینن کے الیکشنز کی وجہ سے جلسہ کی تاریخیں ملتوی ہوتے ہوتے اپریل کے مہینہ میں پہنچ چکی تھیں جو کہ بارشوں کا موسم ہے۔ اس لئے کچن کے لئے ٹول اور لکڑی سے ایک سائبان بنایا گیا اور زمین کھود کر اینٹیں رکھ کر چولہے تیار ہوئے تا کہ بارش کی صورت میں کچن کا کام جاری رہ سکے۔

پنڈال

امسال مہمانوں کی ایک متوقع تعداد کے پیش نظر سٹیج کے سامنے ٹینٹوں کا ایک پنڈال تیار کیا گیا جس کو درمیان سے پکھیوں کے ساتھ لجنہ کے لئے تقسیم کیا گیا۔

جلسہ گاہ کا معائنہ

امسال ہمارے جلسہ کے مہمان خصوصی حضرت اقدس ایدہ اللہ کے نمائندہ مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب تھے جو ماریشس سے حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں چند دن قبل بنین تشریف لائے تھے۔آپ جلسہ سے ایک دن قبل جلسہ گاہ کے معائنہ کے لئے محترم امیر صاحب کے ساتھ تشریف لائے تو جلس گاہ نعرہ ہائے تکبیر اور کلمات تمجید سے گونج اٹھی ۔محترم سوکیہ صاحب بفضلہ تعالیٰ بینن کے امیر بھی رہ چکے ہیں اور آج بیس سال کے بعد جلسہ میں شامل ہونے کے لئے حضور انور کی طرف سے بطور نمائندہ بھجوائے گئے تھے۔آپ کا جلسہ گاہ میں والہانہ استقبال کیا گیا۔آپ نے جلسہ گاہ کے تمام حصوں کا جائزہ لیا اور احباب وخدام سے خطاب فرمایا۔

جلسہ سالانہ کا پہلا دن

6/اپریل کا دن جمعۃ المبارک کا دن تھا ۔اس روز صبح ہی جلسہ گاہ میں خاصی گہما گہمی ہو رہی تھی ۔تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی بس یا کبھی ویگن اور کبھی کوئی ٹرک لوگوں سے بھرا ہوا پہنچ رہا تھا۔لوگوں کے پرجوش نعروں کی گونج اور پھر پہنچ کر ایک دوسرے سے گلے ملنے کا منظر بڑا ہی خوشکن محسوس ہوتا تھا۔

ساڑھے بارہ بجے چند گاڑیوں پر محیط ایک قافلہ جس میں مہمان خصوصی اور قریبی ممالک نائیجر، نائیجیریا اور ٹوگو سے آئے ہوئے مہمان شامل تھے پہنچ گئے۔ ٹھیک دو بجے مکرم اصغر علی بھٹی صاحب امیر جماعت بینن نے خطبہ جمعہ دیا جس میں جلسہ سالانہ کے اغراض ومقاصد اور آنے والوں کو نصائح کیں۔ جمعہ وعصر کی نمازوں اور کھانے وغیرہ کے بعد جلسہ کا آغاز ہوا۔اور ٹھیک پانچ بجے محترم احمد شمشیر سوکیہ صاحب، ممبران مجلس عاملہ کے ساتھ پرچم کشائی کے لئے تشریف لائے اور پرچم کشائی کے بعد دعا ہوئی۔

اس کے بعد جلسہ سالانہ کا پہلا سیشن مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب، نمائندہ حضور انور کی صدارت میں شروع ہوا۔تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ ایک طفل نے پڑھا اور پھر افسر جلسہ سالانہ نے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا جس کے بعد محترم احمد شمشیر سوکیہ صاحب نے افتتاح خطاب فرمایا جس میں آپ نے اسلام کے پرامن مذہب ہونا بیان فرمایا جس میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور تاریخ اسلام کے واقعات سے وضاحت فرمائی۔ افتتاحی دعا کے ساتھ اس سیشن کا اختتام ہوا۔جس کے بعد نماز مغرب وعشاء ادا کی گئیں۔

رات کے کھانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کی وساطت سے سنا اور دیکھا گیا۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ کے دورہ بینن وغیرہ دکھائے گئے ۔یہ سلسلہ رات ساڑھے گیارہ بجے تک چلا۔

دوسرا دن

دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔نماز فجر کے بعد مکرم عبدالعزیز صاحب لوکل مشنری نے انفاق فی سبیل اللہ کی حکمت اور برکات پر درس دیا۔

ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد یکدم موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور ہر طرف جلد تھل ہوگیا۔سارا پنڈال بھی پانی سے بھر گیا اور رہائشی ٹینٹ بھی اس سے نہ بچ سکے ۔لیکن خدام و انصار نے مل کر سب کی مرمت شروع کی ۔شمع احمدیت کے پروانے اس بات سے نہ گھبرائے اور بارش کے تھمنے کا انتظار کرتے رہے ۔لیکن موسلا دھار بارش کی وجہ سے حالات اس قسم کے تھے کہ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں بیٹھ کر کوئی میٹنگ کی جاسکے ۔ اس صورتحال میں فیصلہ کیا گیا کہ اب رہائش وغیرہ یہاں ممکن نہیں اس لئے اختتامی تقریب عمل میں لا کر جلسہ کا اختتام کر دیا جائے۔

چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق لوگوں کو پنڈال کے مرمت شدہ حصہ کے نیچے سٹیج کے قریب جمع کیا گیا۔گو یہاں بھی لوگوں کے پاؤں کے نیچے پانی جمع تھا۔سٹیج پر صرف ایک کرسی رکھ دی گئی جس میں مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب نمائندہ حضرت خلیفۃ المسیح تشریف فرما ہوئے باقی سب دوست کھڑے رہے اور دو گھنٹے اس تقریب میں گزارے۔

اس موقع پر باوجود حالات کے سب لوگوں نے خلیفۃ المسیح کے نمائندہ کی طرف توجہ کی۔تلاوت قرآن کریم اور ایک پنجابی نظم کے بعد مکرم امیر صاحب بینن نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف برداشت کرنے کی برکات اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا امتیاز کہ ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اعلیٰ معیار قائم ہے اس پر ایک پرجوش تقریر کی۔ آخر پر پانچ نکاحوں کا اعلان کیا گیا اور دوران سال مختلف جہتوں سے سبقت لے جانے والی جماعتوں کے اعلانات ہوئے۔ اور دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ دعا ہوتے ہیں تمام احباب ایک دوسرے سے گلے ملتے ہوئے جدا ہوئے۔

جلسہ سالانہ بینن 2007ء کے بعض اہم پہلو

❁...... امسال جلسہ سالانہ میں پانچ ممالک کے نمائندگان شریک ہوئے۔

❁......اس جلسہ میں بینن کی 125 جماعتوں کے 2990 نمائندگان نے شرکت کی۔

❁......اس جلسہ میں شرکت کی غرض سے چار ریجنز کے 23 افراد سائیکلوں پر آئے جن میں سے بعض نے 117 کلومیٹر کا دشوار گزار سفر طے کیا۔

❁......بعض احباب نے 630 کلومیٹر کا فاصلہ مسلسل دو دن ٹرکوں میں کھڑے رہ کر بڑے صبر اور حوصلہ سے طے کیا۔

❁......امسال جلسہ کی تمام کارروائی تین قومی اخباروں اور دو ریڈیوز نے کوریج دی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام شاملین اور کارکنان جلسہ کو اجر عظیم سے نوازے، ہمارے ایمان واخلاص میں برکت دے اور ہمارا ہر قدم ہر لحاظ سے آگے کی طرف بڑھتا رہے اور ہمارے کاموں پر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظریں پڑتی رہیں۔آمین ثم آمین۔

اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے منعقدہ تقریب میں

مسجد بیت الحمید۔ لاس اینجلیس (امریکہ) میں

کیتھولک مسیحیوں کی آمد

(مہمانوں کو قرآن مجید اور کتب سلسلہ کا تحفہ دیا گیا)

(رپورٹ: عبدالرب انور محمود۔ امریکہ)

اگر ایک طرف پاپائے روم اسلام اور بانیٔ اسلام پر شرمناک اعتراضات میں مصروف ہیں تو دوسری طرف جماعت احمدیہ لاس اینجلیس میں مقیم احمدی اپنے پیارے امام کی ہدایت کے مطابق ان مسیحیوں سے رابطہ کرکے ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مصروف العمل ہیں۔

18؍جون کی شام مسجد بیت الحمید یہ مسحور کن نظارہ پیش کر رہی تھی کہ پچاس افراد پر مشتمل Newport Beach کے ایک کیتھولک چرچ کا قافلہ ساڑھے چھ بجے شام مسجد پہنچا۔ تمام مہمانوں کا پرتپاک خیرمقدم کیا گیا۔ ان کے لئے عشائیہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ ہر مہمان کے ہمراہ جماعت کے چند ممبروں نے کھانا تناول کیا اور ابتدائی تعارف حاصل کیا۔

بعدازاں تمام مہمانان اور ممبران مسجد میں جمع ہوئے۔ سٹیج پر ان مہمانوں کے سربراہ ریورنڈ بلیو کو مدعو کیا گیا اور ان کے ہمراہ ہمارے مشنری امام شمشاد احمد ناصر صاحب تشریف فرما ہوئے۔ سیکرٹری صاحب تبلیغ نے ابتدائی تعارف کروایا اور تلاوت قرآن کریم سے اس محفل کا آغاز کیا گیا۔ تلاوت وترجمہ کے بعد مہمان مقرر ریورنڈ بلیو صاحب نے حاضرین سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں سب سے پہلے شکریہ ادا کیا اور اس بات پر خوشنودی کا اظہار کیا کہ مسجد بیت الحمید نے پیشرفت کی اور ہمیں مدعو کیا۔ انہوں نے مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مماثلت رکھنے والے امور کی نشاندہی کی اور یہ بیان کیا کہ ہم دونوں اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ خدا کو مانتے ہیں، نماز روزہ کے پابند ہیں۔ مسلمان عورتیں حجاب پہنتی ہیں اور ہماری واقفہ زندگی Nuns بھی حجاب پہنتی ہیں۔ مقرر موصوف نے 1960ء میں منعقدہ ویٹیکن کونسل کی ایک نشست پر روشنی ڈالی جس کا مقصد اسلام سے آگاہی حاصل کرنا تھا اور یہ کہ مسلمانوں سے کس طرح سلوک کیا جائے۔ اسی طرح انہوں نے پاپائے روم کا یہ پیغام کہ ہم سب کو مل کر امن عالم کے قیام میں جدوجہد کرنی چاہئے وغیرہ امور پر حاضرین سے خطاب کیا۔

اس کے بعد محترم امام شمشاد احمد ناصر صاحب نے نہایت خوبصورت الفاظ اور عام فہم زبان میں اسلام اور بانیٔ اسلام کا تعارف کروایا۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کی مسیحیوں سے ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ آج ہم بھی اسی سنت نبوی کے تحت یہاں جمع ہیں۔ سورۃ اخلاص کے حوالہ سے توحید کا پرچار کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو قادر سمجھنا اصول اسلام کی جان ہے۔ امن عالم کا قیام صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم تمام بانیان مذاہب کا احترام کریں اور اس لحاظ سے مسلمان تمام انبیاء کو برحق سمجھتے ہیں۔ قیام امن کی ایک عظیم سیڑھی اور دین اسلام کی تعلیم کہ ہم سب آدم کی اولاد ہیں سارے نسلی اور رنگت کے امتیاز کی نفرتیں یکلخت مٹا دیتی ہے۔ آخر میں امام صاحب نے حضرت مسیح کی آمد ثانی اور جماعت احمدیہ کا تعارف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس مختصر خطاب کے بعد امام صاحب نے پادری صاحب کو تین کتب بطور تحفہ پیش کیں جن میں قرآن کریم مع مختصر تفسیر، اسلامی اصول کی فلاسفی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات پر مشتمل کتابچہ درباره سیرت رسول اکرمؐ پیش کیا۔

اس کے جواب میں پادری صاحب نے ایک Yellow Rose کا پودا جسے امن کا نشان سمجھتے ہیں امام صاحب کو پیش کیا۔

اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ تک دلچسپ سوال وجواب ہوئے۔ کوشش کی گئی کہ مہمانوں کو زیادہ سے زیادہ سوالات کا موقع دیا جائے۔ مکرم امام صاحب نے تمام سوالوں کے جواب احسن رنگ میں دئے اور متانت کے ساتھ ہر سائل سے مخاطب ہوئے۔ سوالات کی نوعیت خواتین کے جنسی تعلقات سے لے کر اسلامی تصور جنت ودوزخ اور بالخصوص مسیح کی آمد ثانی اور حضرت مسیحؑ کی ذات کے تعارف پر مشتمل تھے۔ جنت ودوزخ کی قرآنی پُرحکمت تعلیم کی تفصیل سن کر ایک سائل نے بے اختیار کہہ دیا کہ مجھے بھی اپنے میں شامل سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کے بہتر نتائج پیدا کرے اور تعصب کے پردے، محبت میں بدل جائیں۔ اور سب آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہو جائیں۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

MOT

Cars: £38 Vans: £40

Servicing, Tyres & Exhausts.

Mechanical Repairs

All Makes & Models

Rutlish Auto Care Centre

Rutlish Road

Wimbledon - London

Tel: 020 8542 3269

بیت النور (اوسلو) میں

جلسہ یوم خلافت کا انعقاد

(رپورٹ۔ چوہدری افتخار حسین اظہر۔ ناروے)

27؍مئی کا دن جماعت احمدیہ عالمگیر میں ایک تاریخی دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس کی وجہ تسمیّہ بیان کرتے ہوئے نیشنل امیر صاحب ناروے مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کا وصال بھی 26؍مئی کو ہوا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات بھی 26؍مئی کو وقوع پذیر ہوئی۔ آپ نے سامعین کو بتایا کہ 27؍مئی کا دن ہم اس لئے مناتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر جس طرح قدرت ثانیہ کی خبر دی تھی بڑی شان سے اس تاریخ کو اس کا ظہور ہوا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولوی نورالدینؓ خلافت کی کہکشاں میں چمکدار ستارے کی مانند نمودار ہوئے۔

تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم چوہدری محمد احمد منیر صاحب نے اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام درباره ''دوقدرتیں'' رسالہ الوصیت سے پیش کیا۔

مکرم سیّد کمال یوسف صاحب سابق امیر ومشنری انچارج سکینڈے نیویا نے خلافت اور اس کا پس منظر کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ تاریخ مذاہب عالم میں آغاز میں ہی خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کو خلیفہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خاتم الخلفاء کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کا اجراء ضروری تھا۔ آپ نے سامعین کو بتایا کہ خلفائے راشدین کا زمانہ ایک ماڈل کے طور پر سامنے آتا ہے۔ آپ نے بتایا کہ غیر از جماعت بالخصوص معاندین احمدیت اِس بات کو دانستہ طور پر پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خلافت 30 سال بعد ختم ہوگئی جبکہ مسیح موعودؑ کی خلافت تاقیامت رہے گی۔ آپ نے بتایا کہ یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اور آپؐ ہی کے فیض سے ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قول بھی پیش فرمایا ''جس نے میرے اور مصطفیٰؐ کے درمیان فرق کیا اُس نے نہ مجھے پہچانا اور نہ آنحضرتؐ کو''۔ لہٰذا جو بھی خلیفہ خدا بنائے گا وہ خاتم المرسلین کے فیض سے ہی بنے گا۔

اس کے بعد ایک نظم پڑھی گئی جس کے بعد سلائیڈز دکھائی گئیں اور ہر خلافت کے دور کے کارہائے نمایاں کے بارے میں رنگ کومنٹری پیش کی گئی۔ جماعت پر آزمائشوں کے وقت پر بھی تبصرہ پیش کیا گیا۔ محنت سے تیار کی گئیں سلائیڈز نے جلسہ کی عظمت کو مزید اُجاگر کیا۔ یہ سعادت عزیزہ بشریٰ زرتشت صاحبہ کے حصّہ میں آئی اور اس طرح لجنہ اماء اللہ ناروے نے جلسہ یوم خلافت میں عملی طور پر حصہ لیا۔

مکرم چوہدری شاہد محمود کاہلوں صاحب مربی سلسلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا مومنین سے وعدہ ہے کہ جب تک وہ مومن رہیں گے اُن میں خلافت کی نعمت رہے گی اور اُن کے انفرادی اور اجتماعی ایمان میں تمکنت پیدا ہوگی۔ مکرم مربی صاحب نے خلافتِ راشدہ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا اور خارجیوں کے فتنہ کے متعلق تفصیل بیان کی اور بتایا کہ آنحضرتؐ نے پہلے ہی آپؓ کو یہ بتا دیا تھا کہ ایسے حالات پیدا ہونگے لیکن تم یہ قمیض یعنی قبائے خلافت ہرگز نہ اُتارنا خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں۔

مربی صاحب نے فرمایا کہ ہمیشہ اس امر پر کمربستہ رہیں کہ خلافت پر جب اور جہاں انگلی اُٹھے اُس کا محاسبہ کریں اور خلافت کی محبت کا تقاضا ہے کہ ایسے اثر کو زائل اور بے اثر کریں۔ آپ نے خلافتِ راشدہ کے بعد ظالمانہ بادشاہت اور پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت کا ذکر بھی فرمایا۔ آپ نے جماعت کو مٹانے کی کوشش کرنے والوں کے متعلق مختلف زاویوں سے ذکر کیا اور یہ کہ ان لوگوں کا بھی حال دیکھیں جن میں یہ نعمت خلافت نہیں ہے کہ وہ کس طرح آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔

اس جلسہ کی آخری تقریر نیشنل امیر مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب نے کی۔ آپ نے سامعین کو بتایا کہ دُنیا میں خلافت وہی کامیاب ہوتی ہے جو علیٰ منہاج نبوت ہوتی ہے۔ مال وزر کے بل بوتے پر چلائی گئی تحریکیں ناکام ہوتی ہیں۔ گزشتہ سو سالوں میں خلافت قائم کرنے کی بیشتر کوششیں کی گئیں لیکن جب تک یہ ایمان نہ ہو کہ خلافت خدا تعالیٰ کا انعام ہے اور خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اُس وقت تک دنیاوی کاوشیں ناکام ونامراد رہتی ہیں۔ آپ نے مہدی سوڈانی اور اس کے خلیفہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ آپ نے لارڈ کچنر کا حوالہ پیش کیا کہ اُس نے خلافتِ عثمانیہ اور اہل عرب کا خلافت پر استحقاق کے حوالے پیش کئے۔ آپ نے مختلف تحریکوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ شاہ فیصل، ضیاء الحق اور ذوالفقار علی بھٹو اِن سب نے امیرالمؤمنین بننے کا خواب دیکھا لیکن یہ سب لوگ عبرت کا نشان بنے۔ ان متکبرین نے خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کے نظام پر ہاتھ ڈالنے کی سرتوڑ کوششیں کیں لیکن ناکام ہوئے اور خلافت کے پیروکاروں کے دلوں میں سکینت اور تمکنت پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خلافت خدا تعالیٰ کا انعام ہے، خلیفہ خدا بناتا ہے کوئی شخص نہیں بنا سکتا۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے۔

یہ جلسہ خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ حاضری 350 سے زائد تھی۔

اجلاس دعا کے ساتھ ختم ہوا۔ بعد ازاں احباب جماعت کو ضیافت پیش کی۔

❁❁❁❁❁❁❁

تلاشِ مسیحا پر ابراہیمی مذاہب کی کانفرنس

یہودی، عیسائی اور اسلامی راہنماؤں کی شمولیت

(رپورٹ مرتبہ: مبارک احمد خان۔ سیکرٹری تبلیغ نیوزی لینڈ)

مسیحا کی تلاش ہزاروں سال سے مذہبی علماء کے لئے خصوصاً اور عوام کے لئے عموماً لمحۂ فکریہ بنی ہوئی ہے۔ علماء عوام کے بڑھتے ہوئے سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہیں اور دن بدن انتظار کی شدت ایک طرف عوام کو مذہب سے بددل کرتی جا رہی ہے اور اس شدت انتظار سے تنگ مسیح کے متلاشی مذہبی دنیا سے بیزار ہوتے نظر آتے ہیں۔ اور علماء نئی سے نئی تاویلیں گھڑ گھڑ کر تھک چکے ہیں۔ یہودی مذہب میں پروگریسیو فرقہ کی طرف سے مسیحا کی تلاش کے عنوان پر ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں جماعت احمدیہ کو مذہب اسلام کی طرف سے نمائندگی کی دعوت دی گئی۔ یہودی راہنما (جو لندن سے مدعو کئے گئے تھے) نے اپنی تقریر میں کہا کہ مسیح کوئی اہم شخصیت نہیں ہے اور جہاں تک مذہبی کتب کا تعلق ہے ان میں درج شدہ پیشگوئیوں کے بہت سے مطالب نکالے جاتے رہے ہیں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ مسیحا کوئی حقیقی انسان ہیں اور کبھی بھی تشریف لائیں گے۔ عیسائی راہنما نے کہا کہ مسیح جب پہلی دفعہ تشریف لائے تو ان کو امن قائم کرنے کا موقعہ اور وقت نہیں ملا اس لئے اب جب وہ دوبارہ تشریف لائیں گے تو دنیا میں امن قائم کریں گے۔

آخر میں خاکسار نے اسلام کی نمائندگی میں کہا کہ بہت سے عظیم انبیاء نے جس ہستی کے آنے کی پیشگوئیاں کی تھیں اور ایک لمبے عرصہ سے مذاہب عالم جس کی انتظار کرتے رہے ہیں وہ یقینی طور پر افسانوی شخصیت نہیں ہے۔ وہ مہربان اور محبت کرنے والا مسیح دنیا میں اپنے وقت پر آیا تھا۔ جو لوگ ایک خونی مسیح کے منتظر تھے انہوں نے انکار کر دیا لیکن جو حق پرست اس فرستادہ کے متلاشی تھے انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو دنیا میں بادشاہ بنا دیا۔ آج برطانیہ اور امریکہ جیسی عیسائی طاقتیں دنیا پر حکومت کر رہی ہیں۔ اسرائیل کا دوبارہ قیام انہی عیسائی طاقتوں کی کاوشوں اور مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔ دور حاضر میں انسانوں کے لئے تاریخی شواہد کو دیکھنے کے بعد یہ سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے کہ مسیح سے متعلقہ وعدے پورے ہو چکے ہیں۔

خاکسار نے کہا کہ افسوس ہے کہ جس طرح پہلے مسیح عیسیٰ ابن مریم کے بارہ میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں اور یہ مانا جاتا تھا کہ مسیح علیہ السلام آتے ہی بنی اسرائیل کی بادشاہت قائم کر دیں گے بالکل اسی طرح دور حاضر کے مسلم اور عیسائی یہ چاہتے ہیں کہ جیسے ہی مسیح آسمان سے اترے وہ باقی سب طاقتوں کو ختم کر کے انہیں کل عالم کا بادشاہ بنا دے۔ لیکن مشکل یہ لاحق ہے کہ مسیح کس مذہب سے ہوں گے۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان سب اپنی ہی بادشاہت کے نشے میں حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔

مَیں نے سامعین کو بتایا کہ جس طرح پہلی بار سچے مسیح کو دنیا نے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ غلطی اس بار نہ دوہرائیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جو آج سے ایک سو سال قبل ہندوستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں تشریف لائے تھے خدا تعالیٰ نے انہیں بتایا تھا کہ وہ المسیح الموعود ہیں اور ان کو الہاماً خبر دی تھی کہ مسیح ابن مریم طبعی موت فوت ہو چکے ہیں اور کشمیر میں مدفون ہیں۔ یہ بات بائبل اور قرآن سے بھی ثابت ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے بتایا تھا کہ ”مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔ یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ ان کے ماننے والے 185 سے زائد ممالک میں خدا تعالیٰ کے سچے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہم احمدی مسلمان یہاں نیوزی لینڈ میں ان کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ہم امن اور محبت کے دلدادہ ہیں۔ ہمارا ماٹو ہے ”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“۔ مَیں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ سچے دل اور کھلے ذہن کے ساتھ ان کے دعویٰ کی تحقیق کریں۔ آپ انشاء اللہ انہیں سچا مسیح موعود پائیں گے۔

چائے کے وقفہ میں بہت سے لوگوں نے کہا کہ میری تقریر سے انہیں بہت سی باتوں کا علم ہوا ہے۔ وقفہ سوالات کے دوران حاضرین کا زیادہ تر دلچسپی کا موضوع اسلام رہا۔ ایک سوال ہوا کہ کیا موجودہ ماڈرن دور میں ممکن ہے کہ مسیح موعود ایک عورت ہو گی۔ اس کے جواب میں یہودی اور عیسائی علماء نے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو انہیں ماننے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ خاکسار نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آج تک جتنے انبیاء بھیجے ہیں وہ سب کے سب مرد تھے اس لئے آنے والا مسیح بھی مرد ہی تھا جسے ہم نے پہچانا اور مانا جس کا نام مرزا غلام احمد ہے۔ سوالات کے بعد کافی لوگوں نے مزید معلومات کے لیے احمدیہ ویب پیج اور ذاتی کارڈ مانگے۔ خدتعالیٰ نے ہمارے لئے تبلیغ کا یہ بہت اچھا موقعہ پیدا کیا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے نیشنل صدر مکرم ڈاکٹر محمد سہراب صاحب کے علاوہ مرکزی عاملہ کے سات افراد شامل ہوئے۔ اس کانفرنس میں اہل علم اور اعلیٰ شہری مدعو کئے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان لوگوں کو ہدایت دے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں شامل کر دے۔ آمین۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

جماعت احمدیہ گلاسگو (سکاٹ لینڈ) کے زیر اہتمام

مجلس سوال و جواب کا انعقاد

(رپورٹ: محمد اکرم ملک۔ مبلغ سکاٹ لینڈ یوکے)

جماعت احمدیہ گلاسگو نے امسال 6 مئی کو ایک مجلسِ سوال و جواب کے انعقاد کی توفیق پائی۔ اس کے دعوت نامے قریباً ایک ماہ قبل لوگوں میں تقسیم کئے گئے تھے۔ دعوت ناموں میں اسلام احمدیت کا تعارف، جماعت کا ماٹو ”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“ اور ایم ٹی اے کی نشریات کی معلومات بھی درج تھیں۔

پروگرام کے مطابق 6 مئی کو مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو کے کانفرنس ہال کو مناسبِ حال سجایا گیا۔ مختلف بینرز اور پوسٹر آویزاں کئے گئے نیز کتب اور فری لٹریچر کی ایک نمائش بھی لگائی گئی۔ مہمانانِ کرام وقتِ مقررہ سے قبل آنے شروع ہو گئے اور پروگرام کے باقاعدہ آغاز سے قبل ٹھیک پانچ بجے ”ہیومینٹی فرسٹ“ کے تحت جماعتِ احمدیہ کے رفاہی کاموں کی سلائیڈز کے ذریعہ ایک بڑی سکرین کے ذریعہ نمائش دکھائی گئی اور مکرم جلیل احمد بھٹی صاحب جو کہ گلاسگو یونیورسٹی کے میڈیکل سٹوڈنٹ ہیں، نے کمنٹری دی۔ لوگ جماعت کے رفاہی کاموں سے بہت متاثر ہوئے اور سوال و جواب کے پینل پر موجود عیسائی سکالر نے اس فلم کی DVD کی درخواست کی تا کہ وہ اسے اپنے چرچ میں دکھا سکیں۔

مجلسِ سوال و جواب کا باقاعدہ آغاز کرنے سے قبل مکرم پاشا دانیال صاحب سیکرٹری تبلیغ گلاسگو نے پینل پر موجود احباب کا مختصر تعارف کروایا اور انہیں سٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ پینل میں مکرم عبدالغفار عابد صاحب ریجنل امیر اور صدرِ مجلس، مکرم پاشا دانیال صاحب، ایک عیسائی سکالر مسٹر لیوس ڈورین (Mr. Lewis Dorrian) اور خاکسار محمد اکرم ملک شامل تھے۔ جس کے بعد حسب روایات اجلاس کی کارروائی تلاوتِ قرآن کریم سے شروع ہوئی جو کہ مکرم سید نعیم احمد شاہ صاحب نے کی۔ اِن تلاوت شدہ آیاتِ کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم وقاص احمد مانگٹ صاحب نے پڑھا جس کے بعد صدرِ مجلس مکرم عبدالغفار عابد صاحب نے اسلام احمدیت کا تعارف کروایا اور اس مجلسِ سوال و جواب کے انعقاد کی غرض و غایت بیان کی۔ نیز پینل پر موجودہ احباب کا تعارف ذرا تفصیل سے کروایا۔ جس کے بعد حاضرین کو دعوتِ سوال دی گئی۔

سب سے پہلا سوال گلاسگو یونیورسٹی کے ایک میڈیکل سٹوڈنٹ کا تھا جو خود کسی بھی مذہب کا قائل نہیں اور نہ ہی خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہے اور ان کا سوال تھا کہ ”کیسے پتہ چلتا ہے کہ خدا موجود ہے“ اس سوال کا جواب عیسائی سکالر نے صرف یہ دیا کہ یسوع نے ہمیں بتایا ہے کہ خدا موجود ہے۔ جس کے بعد خاکسار نے قدرے تفصیل سے اس کا جواب دیا کہ ایک بدو اگر اونٹ کے پاؤں کے نشانات اور گوبر دیکھ کر یقین کر لیتا ہے کہ اس صحراء میں کوئی اونٹ موجود رہا ہے تو یہ تخلیق کائنات بھی کسی خالق ہستی کے بغیر کیسے معرضِ وجود میں آ گئی اور کائنات کے نظام میں فتور نہیں۔

پھر عیسائی سکالر کی بات ہی کو آگے بڑھاتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے وجود اور خدائی تائیدات کو خدا تعالیٰ کی ہستی کے طور پر پیش کیا۔ اسی طرح محترم پاشا دانیل صاحب نے قبولیتِ دعا کو خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔

اس کے بعد سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات، احمدی اور غیر احمدی میں فرق، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صلیب سے زندہ اترنا اور اسلام امن کا مذہب ہے وغیرہ سوالات دریافت کئے گئے اور ابھی مزید سوالات کی احباب کو خواہش تھی مگر وقت چونکہ زیادہ ہو چکا تھا اس لئے معذرت کرنا پڑی اور دعوت دی گئی کہ ریفریشمنٹ کے دوران اراکین پینل سے آپ سوالات دریافت کر سکتے ہیں۔ اس مجلس کا وقت 6:30 بجے شام ختم ہو گیا مگر بعض احباب 8:30 بجے تک جماعت احمدیہ کے پینل کے اراکین سے معلومات حاصل کرتے رہے اور بعض احباب نے دوبارہ آنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

بہت سے احباب نے کتب، بینرز اور پوسٹرز کی نمائش سے استفادہ کیا اور لٹریچر بھی حاصل کیا۔ اس موقع پر تمام مہمانان کی خدمت میں ایک DVD پیش کی گئی جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس سوال و جواب کی ریکارڈنگ تھی جو کہ انگریزی دان طبقہ کے ساتھ مجالس پر مشتمل تھیں۔ اس کو احباب نے ممنونیت کے جذبات کے ساتھ قبول کیا۔

تمام مہمانوں کو ایک ”فیڈ بیک“ فارم دیا گیا تھا کہ آپ پسند فرمائیں تو اس میٹنگ کے بارہ میں اپنے تاثرات اور آئندہ دعوت کے لئے اپنا پتہ وغیرہ لکھ دیں۔ اکثر مہمانوں نے بہت عمدہ تاثرات تحریر فرمائے۔

ایک دوست نے لکھا:

”آج شام جو مجھے معلومات حاصل ہوئیں ان کے حصول کے بعد میں اپنے آپ کو قدرے بہتر انسان سمجھتا ہوں“۔

ایک اور صاحب رقمطراز ہیں:

”بہترین خیال ہے (مجالس سوال و جواب) اسلام کے حقیقی معانی کو جان کر میری آنکھیں کھل گئیں“۔

ایک صاحب نے تجویز دی کہ:

”ایسی مجالس کا بار بار انعقاد ہونا چاہئے اور زیادہ پبلسٹی ہونی چاہئے“۔

انتخابات کی گہما گہمی، سکولوں اور یونیورسٹیز میں طلباء کے امتحانات میں مصروفیات کے باوجود الحمدللہ کہ 19 طالبانِ حق نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج برآمد فرمائے۔ آمین

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ یہ ہے:
AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

’’الفضل ڈائجسٹ‘‘ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:۔
http://www.alislam.org/alfazal/d/

دعا کی تاثیر اور قبولیت کے طریق

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 19؍مئی 2006ء میں دعا کی تاثیر اور قبولیت کے طریق سے متعلق مکرم اشرف کاہلوں صاحب کا مضمون شامل اشاعت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔
’’دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں اور تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدءِ فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمۂ لازوال سے روشنی پاکر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں‘‘۔
(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد14 ص231)

فرماتے ہیں ’’ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امرِ مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں‘‘۔
(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد14 ص230)

دونوں امور میں فرق یہ ہے کہ ایک میں دعا کا رنگ عارفانہ ہوتا ہے کیونکہ وہ آداب معرفت سے تعلق رکھتی ہے جبکہ دوسری قسم کی دعا محجوبانہ انداز میں ہوتی ہے جو بصیرت اور معرفت سے تہی دست ہوتی ہے۔ آداب معرفت دعا کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اپنی عقدہ کشائی کے لئے خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں کی جانب رجوع کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ متقیوں کا دوست ہوتا ہے۔ چند واقعات پیش ہیں:

☆ دعا کی برکات کے حصول کا ایک بہت بڑا اور بنیادی وسیلہ خلافت کی شکل میں ہمارے پاس ہے۔ احمدی خوش نصیب ہیں جو اس شجرہ طیبہ سے پیوستہ ہیں اور شیریں ثمرات سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

مکرم محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک رشتہ دار مولوی عبدالرحمٰن صاحب سکول ماسٹر کو ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ریٹائرمنٹ کا نوٹس ملا اور ایک مدرس چارج لینے کے واسطے پہنچ گئے۔ اس پر مولوی صاحب کو بڑا فکر ہوا کہ اب گھر کا گزارہ کیسے چلے گا کیونکہ اُن کا لڑکا بھی بیروزگار تھا۔ اسی فکر میں وہ قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں دعا کے لئے گئے اور وہاں تین روز تک ٹھہرے مگر حضورؓ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ اس سے وہ اور بھی گھبرائے مگر اچانک انہیں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہی ہے کہ میں کس مقصد کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے چٹھی لکھ دی اور واپس گھر آگئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور پُرنور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک کرسی پر رونق افروز ہیں۔ سامنے ایک میز پر کتاب ہے۔ حضور اس کتاب کے ورق کبھی ایک طرف کو الٹتے ہیں کبھی دوسری طرف کو اور مولوی صاحب سے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! میں نوکری سے علیحدہ کیا جارہا ہوں۔ ان دنوں میرا لڑکا بھی بیروزگار ہے، گھر کا گزارہ کیسے چلے گا۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا: جبکہ حکام فیصلہ کرچکے ہیں، اب کیا ہوسکتا ہے۔ عرض کیا حضور میں آپ کے پاس اسی لئے آیا ہوں، آپ کوئی تجویز بتائیں اور دعا بھی کریں۔ حضورؓ نے فرمایا اچھا جاؤ، لاہور ایک درخواست بھیج دو۔ آپ بحال رہیں گے۔

صبح اٹھ کر مولوی صاحب نے اس مدرس سے جو چارج لینے کے واسطے آیا ہوا تھا کہا کہ میں بحال رہوں گا اور دفتر میں بھی جاکر اسی طرح کہا۔ اس پر ان سب نے حیرت کا اظہار کیا اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ مولوی صاحب کے دماغ میں خلل ہوگیا ہے۔ خیر مولوی صاحب نے ایک درخواست حسب الحکم حضورؓ لاہور بھیجی۔ تو وہاں سے حکم آگیا کہ 55 سال کی عمر سے کم کے مدرس ریٹائر نہ کئے جائیں۔ اس طرح مولوی صاحب کے 6 یا 7 سال اَور بڑھ گئے۔ مولوی صاحب اس کے بعد ریٹائر ہوئے اور خدا کے فضل سے ان کا لڑکا بھی برسرروزگار ہوگیا۔

☆ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ (مہر سنگھ) کی قبولیت دعا کا واقعہ یوں ہے کہ حکیم مولوی محمد اسماعیل صاحب واقف زندگی نے حضرت ماسٹر صاحبؓ سے کہا کہ میں مولوی فاضل کی تیاری پوری طرح نہیں کرسکا اور جامعہ احمدیہ کے پرنسپل نے میرا داخلہ اس لئے نہیں بھیجا تا کہ فیل ہوجانے سے جامعہ کا نتیجہ خراب نہ ہو۔ آپؓ استخارہ کریں تا خواہ نخواہ داخلہ ضائع نہ ہو۔ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی۔ ایک رات میں نے تکیہ پر ابھی سر نہیں رکھا تھا کہ مجھے الہام ہوا کہ اَور کوئی پاس ہو یا نہ ہو مگر محمد اسماعیل ضرور پاس ہوجائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے داخلہ بھیج دیا۔ لیکن ان کے پرچے اچھے نہیں ہوئے اور وہ بددل ہوکر کام کاج کے سلسلہ میں قادیان سے باہر چلے گئے۔ نتیجہ یونیورسٹی سے آیا جو کئی مقامات سے چکر کھاتا ہوا انہیں ملا اور وہ اپنی کامیابی پر حیران ہوئے۔

☆ ملک عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1929ء میں میرے ہیڈ کلرک ہونے پر سپیشل رپورٹ ہونی تھی۔ میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ اس کے بعد جب میں قادیان جلسے پر پہنچا تو حضرت مولوی صاحب نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے آپ کے لئے بہت دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت کامیاب کرے گا۔ چنانچہ ہر قسم کے ناموافق حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے کامیابی عطا فرمائی۔

حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 14؍جون 2006ء میں مکرم عبدالحلیم سحر صاحب کے قلم سے حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب کے بارہ میں ایک مضمون شامل اشاعت ہے جو دراصل ایسے ایمان افروز واقعات پر مشتمل ہے جو مضمون نگار نے حضرت مولوی صاحب سے سنے ہوئے ہیں۔ قبل ازیں اسی کالم کے متعدد مضامین میں آپ کا مختصر ذکر خیر کیا جاچکا ہے۔

مولوی نذیر احمد مبشر صاحب کو وقف کرنے کی نیت آپ کے والد محترم نے آپ کی پیدائش سے قبل ہی کی ہوئی تھی۔ چنانچہ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کروادیا گیا۔ 1930ء میں جامعہ احمدیہ سے مولوی فاضل کا امتحان دینے کے بعد آپ کو سیالکوٹ کے دورہ پر بھجوایا گیا جہاں ایک روز ظہر کی نماز کے آخری سجدہ میں آپ کو آواز آئی: ’’نذیر احمد پاس‘‘۔ اسی قسم کا کشف آپ کے والد صاحب نے بھی دیکھا اور اُنہیں ایک تختی پر یہی الفاظ لکھے ہوئے دکھائے گئے۔

1935ء میں حضرت مولوی صاحب اپنے والد محترم کی آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں ڈسکہ ہسپتال میں تھے جب اخبار الفضل میں حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کی طرف سے یہ اعلان شائع ہوا کہ گولڈکوسٹ (غانا) میں ایک مولوی فاضل کی ضرورت ہے جو افریقن مربیان کی تربیت کرے، اُسے معمولی گزارہ دیا جائے گا۔ آپ نے یہ اعلان پڑھا تو حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کو لکھ دیا کہ مَیں بلاشرط جانے کے لئے تیار ہوں۔ جب حضرت مصلح موعودؓ کے سامنے آپ کی چٹھی پیش ہوئی تو حضورؓ نے حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ سے فرمایا کہ انہیں لے جائیں کیونکہ شرط لگانے والے کام نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ آپ نے پاسپورٹ بنوایا اور 2؍فروری 1936ء کو حضرت مولوی صاحبؓ کے ہمراہ قادیان سے روانہ ہوئے۔

سفر کے دوران قاہرہ میں بھی قیام کیا۔ آپ وہاں جامعہ ازہر بھی تشریف لے گئے اور ایک طالبعلم سے عربی میں گفتگو کی۔ اُس کے پوچھنے پر بتایا کہ آپ نے عربی ہندوستان کے ایک گاؤں قادیان سے سیکھی ہے۔ اس پر اُس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ تو علمی عربی بولتے ہیں۔

افریقہ پہنچے تو چونکہ آپ کو اپنے گزراوقات کا سامان خود کرنا تھا چنانچہ آپ نے اپنے والد صاحب سے کچھ کھیلوں کا سامان منگوایا اور کچھ دوائیں بھی منگوائیں جنہیں فروخت کرکے اپنا گزارہ کرتے اور سارا دن دعوت الی اللہ بھی کرتے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ آپ کی روانگی کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے اشارۃً آپ کو تجارت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں اتنی برکت ڈالی کہ 1937ء میں جب حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ کا تبادلہ سیرالیون میں ہوا تو اُن کے کرایہ جہاز اور دیگر اخراجات کی ساٹھ پاؤنڈ کی رقم اسی تجارت کی آمدنی سے ادا کی۔ حضرت مولوی صاحب کی روانگی کے وقت آپ کو فکر ہوئی کیونکہ آپ کی انگریزی کمزور تھی اور غانا میں سکولوں کے انتظام کے سلسلہ میں حکومت سے انگریزی میں خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔ جب آپ نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا سونٹا تو بے جان تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس سے کام لے لیا۔ آپ تو خدا کے فضل سے عالم ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے ضرور کام لے گا۔

اسی دوران ایک پیراماؤنٹ چیف نے بیس احمدیوں کو دعوت الی اللہ کے الزام میں قید کردیا تو مولوی صاحب نے آپ کو پیراماؤنٹ چیف کے پاس دو مترجمین کے ہمراہ بھجوادیا۔ چیف پڑھا لکھا تھا۔ اُس نے آپ سے کہا کہ تبلیغ کرنے والے اَن پڑھ لوگ ہیں اس لئے انہیں دعوت الی اللہ کا کوئی حق نہیں۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا زمینداروں کے دماغ اچھے ہوتے ہیں یا مچھیروں کے؟ چیف نے جواب دیا کہ زمینداروں کے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک نبی کے شاگرد اَن پڑھ مچھیرے تھے اگر اُنہیں تبلیغ کا حق تھا تو آپ کی چیفڈم کے زمینداروں کو کیوں نہیں۔ اس پر چیف خاموش ہوگیا اور احمدیوں کی رہائی کا حکم دیا۔

حضرت مولوی نذیر احمد مبشر صاحب نے 270 صفحات پر مشتمل اختلافی مسائل سے متعلق عربی میں ایک کتاب ’’**القول الصریح فی ظہور المہدی والمسیح**‘‘ تصنیف فرمائی جو افریقہ اور عرب ممالک میں بہت پسند کی گئی۔

ایک بار آپ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک سانپ نکلا ہے اور دوسری جگہ غائب ہوگیا ہے۔ اگلی دوپہر دوبارہ خواب میں سانپ دیکھا جسے آپ نے بھون دیا۔ چند روز بعد اس خواب کی تعبیر سامنے آئی کہ ایک مخالف احمدیت جماعت نے احمدیہ سکول کے ایک استاد کو اپنے ساتھ ملا کر ایک خطرناک سکیم بنائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے بروقت ناکام کردی۔

ایک بار آپ نیکر بنیان پہنے مشن ہاؤس کی کیاریاں درست کررہے تھے کہ سوٹ میں ملبوس ایک پادری وہاں آیا اور آپ کو مالی وغیرہ سمجھتے ہوئے آپ سے کہا کہ وہ مولوی نذیر احمد مبشر سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے جواباً کہا کہ مَیں ہی ہوں۔ وہ بے ساختہ بولا: Very Great۔ لیکن پھر آپ کے روکنے کے باوجود وہ واپس چل دیا اور کہا کہ اگر اتنا عالم فاضل ہوکر بھی یہ مبلغ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے تو مَیں اس سے بحث نہیں کرسکتا۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 15 مارچ 2006ء میں ’’حصار عافیت‘‘ کے زیرعنوان مکرم عبدالکریم خالد صاحب کی ایک طویل نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم سے انتخاب ذیل میں پیش ہے:

کون اترا ہے زمیں پر خوش خبر سب سے الگ
کون جس کا نام نامی معتبر سب سے الگ
کون جو گمنام تھا لیکن جہاں پر چھا گیا
کون جس کو مل گئے اہل نظر سب سے الگ
کون عشق احمدؐ مرسل میں ہے ہر دم نہاں
کون اپنے یار کی ہے راہ پر سب سے الگ
کون دنیا کا مسیحا ہاتھ میں جس کے شفا
کون جس کی ہر دوا ہے کارگر سب سے الگ
کون جس کا دل تڑپتا ہے زوال قوم پر
کون جس کے پاس ہے اک چشم تر سب سے الگ
اے زمانے کے مسیحا تجھ سوا کوئی نہیں
تیری دنیا ہے جدا تیرا نگر سب سے الگ

غانا میں علاقہ اشانٹی میں کچھ فتنہ انگیزوں نے جماعتی نظام کوخراب کرنا چاہا تو حضرت مولوی نذیر احمد مبشر صاحب نے اُن کو جا کر سمجھایا لیکن حالات تبدیل نہ ہوئے۔ ایک رات آپ نے خواب میں کچھ سانپ دیکھے اور پھر اُن سانپوں کو انسانوں میں تبدیل کر کے دکھایا گیا جس سے آپ فتنہ پردازوں کو پہچان گئے اور فتنہ کا ازالہ کرنے کی توفیق بھی مل گئی۔

جنگ عظیم دوم کے دوران عام تجارت ختم ہوگئی۔ آپ کی جمع شدہ رقم مجلس عاملہ نے آپ سے ادھار لے لی۔ لوکل مربیان کی تنخواہیں کم کردی گئیں۔ آپ ہر سہ ماہی ایک سرکلر جاری کرتے کہ ہر مرد ایک شلنگ اور ہر عورت چھ پینس چندہ ادا کرے۔ اس چندہ سے جماعت کے معمولی اخراجات ادا کئے جاتے۔ آپ کی تجارت بھی بند ہوچکی تھی۔ آپ اُس دَور میں ناشتہ نہ کرتے۔ دوپہر کو ایک پودا کساوا اُبال کر نمک مرچ ڈال کر کھالیتے۔ آپ کو علم نہیں تھا کہ اس پودے کے ساتھ مچھلی کا گوشت ضرور کھانا چاہئے۔ یہ بھی تھا کہ آپ کو مچھلی خریدنے کی استطاعت ہی نہیں تھی۔ چنانچہ کساوا کے مسلسل استعمال سے آپ کے جسم پر خارش اور پھنسیاں نکل آئیں۔ حالت اتنی خراب ہوگئی کہ ہسپتال میں داخل کروادیا گیا۔

1939ء میں آگونا سرکٹ کے چیف رئیس نے آپ کو بتایا کہ ملّہ سے ہوکر آنے والا ایک نوجوان احمدیت کی بہت مخالفت کر رہا ہے۔ اُس کے اصرار پر آپ اُس کے علاقہ میں گئے اور ظہور مہدی پر لیکچر دے کر واپس آگئے۔ لیکن مخالفین نے وہاں بہت شور ڈالا کہ مہدی اگر آ گیا ہے تو زلزلہ کیوں نہیں آیا جو کہ مہدی کے آنے کی نشانی ہے۔ جب شور بہت بڑھا تو آپ نے وہاں مختلف مقامات پر جلسے کرنے کا ارشاد فرمایا اور مخالفین کو کہا کہ اگر تم زلزلوں کے خواہشمند ہو تو اللہ تعالیٰ وہ بھی بھیج دے گا۔ آپ نے خاص طور پر دعا بھی شروع کی۔ ابھی دو جلسے ہی ہوئے تھے کہ تیسرے مقام پر جلسہ سے قبل عشاء کے بعد شدید زلزلہ آیا کہ ساری رات لوگ کھلے میدانوں میں بیٹھے رہے اور گھروں میں واپس نہ گئے۔ اس سے اگلے ہی روز مخالفین نے گانا شروع کردیا کہ مسیح آ گیا ہے کیونکہ زلزلہ آ گیا ہے۔ آپ کو دیکھ کر لوگ کہتے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے اعلان کیا تھا کہ اس ملک میں زلزلہ آئے گا۔

1941ء میں آپ دریا کے پار گھنے جنگل میں واقع ایک گاؤں میں تربیتی پروگرام کے لئے گئے۔ ایک نوجوان بطور گائیڈ آپ کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر وہ راستہ بھول گیا اور ایک جگہ آپ کو بٹھا کر راستہ ڈھونڈنے نکلا۔ اسی اثناء میں خنجر لئے ایک نائیجیرین وہاں پہنچا جس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ اُس نے آپ سے پوچھا کہ لوگ کہاں ہیں۔ آپ نے اونچی آواز میں جواب دیا کہ یہیں ہیں۔ اُسی وقت احمدی گائیڈ ایک طرف سے نمودار ہوا تو حملہ آور واپس جنگل میں بھاگ گیا۔ بعد میں یہ حملہ آور احمدی ہوگیا اور آپ نے اُس سے احمدیہ مسجد میں بھی ملاقات کی۔

25/ستمبر 1942ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: ''مولوی نذیر احمد مبشر سیالکوٹی آجکل گولڈکوسٹ میں کام کر رہے ہیں۔ یہاں گو جماعتیں پہلے سے قائم ہیں مگر وہ اکیلے کئی ہزار کی جماعت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ پھر ان کی قربانی اس لحاظ سے بھی خصوصیت رکھتی ہے کہ وہ آنریری طور پر کام کر رہے ہیں، جماعت ان کی کوئی مدد نہیں کرتی۔ وہ بھی سات آٹھ سال سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہیں بلکہ دعوت الی اللہ پر جانے کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کا رخصتانہ بھی نہ کر سکے۔''

ایک بار احمدیہ اساتذہ نے آپ سے تعلیم یافتہ افراد کو ایک لیکچر دینے کے لئے کہا۔ آپ نے کہا کہ میری انگریزی اچھی نہیں ہے، گاؤں کے لوگوں کے سامنے تو لیکچر دے سکتا ہوں لیکن تعلیم یافتہ افراد کے سامنے بہت مشکل ہے۔ جب دوسروں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک ہفتہ دعا کرنے کے بعد آمادگی ظاہر کردی۔ اس لیکچر کے لئے دعوت نامے جاری کئے گئے۔ آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ انگریزی میں لیکچر دیا۔ پھر ایک گھنٹہ سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ بہت کامیاب پروگرام تھا جس کا اظہار مقامی چرچ میں اتوار کی عبادتگاہ کے وقت کیا گیا۔ یہ لیکچر ریویو آف ریلیجنز نومبر 1943ء میں Which is the universal Religion کے عنوان سے شائع ہوا۔

1943ء میں ٹاکوراڈی بندرگاہ کے نزدیک ایک گاؤں میں ہاؤسا قوم سے تعلق رکھنے والے ایک غیر احمدی معلم داؤد کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کا مناظرہ ہوا۔ وہ صرف فتنہ برپا کرنا چاہتا تھا۔ اسی جوش میں اُس نے احمدیوں کے جنرل سیکرٹری کو تھپڑ بھی مار دیا۔ لیکن مناظرہ میں شکست کھا کر جب وہ واپس اپنے گاؤں پہنچا تو اُس پر فالج کا حملہ ہوا اور چندروز میں وہ ہلاک ہوگیا۔

حضرت مولوی صاحب 14/ستمبر 1946ء کو غانا سے واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ شدید مالی تنگی تھی۔ احمدیوں نے کثیر تعداد میں جمع ہوکر آپ کو الوداع کہا اور راستہ کے اخراجات کے لئے پچاس پاؤنڈ پیش کئے لیکن آپ نے لینے سے انکار کردیا۔ جماعت کے بار بار اصرار پر پھر یہ رقم لے لی۔ واپسی کا سفر بہت دشوار گزار تھا۔ راستہ میں کئی کئی دن پانی نہیں ملتا تھا۔ لوگ اپنے ساتھ مشکیزہ رکھتے تھے۔ بدقسمتی سے آپ کا مشکیزہ چوری ہوگیا تو آپ پیاس سے نڈھال ہوگئے۔ سامان میں دودھ کی ایک بوتل پڑی تھی، اُس کی موجودگی غنیمت ثابت ہوئی۔ خشکی کا سفر شام چار بجے شروع ہوتا اور اگلے روز دس بجے تک جاری رہتا۔ پھر گرمی کی وجہ سے سفر کرنا ممکن نہ رہتا۔ آپ ٹوگولینڈ، ڈھومی، نائیجیریا، کیمرون، چاڈ سے ہوتے ہوئے سوڈان پہنچے۔ وہاں سے بذریعہ بحری جہاز 31/اکتوبر کو جدہ پہنچے۔ پہلے مکہ جا کر فریضۂ حج ادا کیا۔ پھر واپس جدہ آکر جہاز کا انتظار کرنے لگے۔ چونکہ رقم کافی نہ تھی اس لئے صرف ایک وقت کھانا کھاتے۔ 26/دسمبر کو جہاز ملا۔ سفر شروع ہوا تو سمندر میں بہت طوفان تھا۔ کئی مسافروں کے ساتھ آپ بھی بیمار ہوگئے۔ اس جہاز کے طوفان میں غرق ہونے کی افواہ بھی پھیلی۔ لیکن آخر مقررہ وقت سے کچھ دیر بعد یہ جہاز کراچی پہنچ گیا۔ وہاں سے آپ بذریعہ ٹرین بٹالہ پہنچے اور 7/جنوری 1947ء کو قادیان پہنچ گئے۔ احمدیوں کی کثیر تعداد استقبال کے لئے موجود تھی۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ نے آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی کار میں بٹھایا اور دارالضیافت لے گئے۔ اگلے روز آپ نے حضورؓ سے ملاقات کی تو پچاس پاؤنڈ کی وہ رقم جو جماعت غانا نے آپ کو دی تھی، وہ حضورؓ کی خدمت میں پیش کردی جو حضورؓ نے جماعتی اخراجات کے لئے وکیل التبشیر صاحب کو دیدی۔ 13/جنوری کو مدرسہ احمدیہ کی طرف سے مولوی صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: وہ قومیں جن کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے اُنہیں یہ سعادت حاصل نہیں اور مولوی نذیر احمد مبشر صاحب کو اس عمارت کی ایک بنیادی اینٹ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت مولوی صاحب کا نکاح جنوری 1928ء میں محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ سے ہوا تھا۔ جب گیارہ سال کی دعوت الی اللہ کے بعد آپ واپس آئے تو آپ کے بال سفید ہوچکے تھے۔ 1947ء میں آپ کی شادی ہوئی۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ نے مضمون نگار کو بتایا کہ آپ اپنے کمرہ میں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے باتیں شرع کردیں کہ اے اللہ! مولوی نذیر احمد مبشر جب بارہ سال کا تھا تو اُس وقت سے نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھ رہا ہے اور آج تک کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ تیری توفیق اور فضل سے فرض نمازیں بھی باجماعت اور باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ تیرے پیارے دین کی خدمت کی بھی توفیق ملی اور قدم قدم پر تیرے فضلوں کے نظارے بھی دیکھے۔ تیری عزت کے نظارے بھی دیکھے۔ جو دعا بھی مانگی تُو نے قبول کی، جو مانگا، تُو نے دیا۔ میری زندگی تو ساری کی ساری تیرے اور تیرے دین کیلئے ہے۔ یہ سب کچھ ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی اپنا دیدار تو کروا۔ یہ الفاظ مکمل ہوئے ہی تھے کہ سامنے کی کھڑکی سے روشنی کا ایک ہیولہ سا آیا جو اتنا طاقتور اور روشن تھا کہ آپ پلنگ سے اچھل کر زمین پر گر گئے اور آدھ گھنٹہ تک بے ہوش رہے۔ جب تھوڑا ہوش آیا تو زور زور سے کہنے لگے: بس اللہ میاں! بس۔

مضمون نگار کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک روز حضرت مولوی صاحب کے پاؤں میں پرانی سی چپلی دیکھی تو کہا کہ اب تو اس کو نئی چپلی سے بدل لیں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اسے پہن کر سامنے میدان سے چکر لگا کر آئیں۔ میرے واپس آنے پر پوچھا کہ کوئی تکلیف یا دقّت تو نہیں ہوئی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ اس جوتی میں کیا نقص ہے، مَیں تو یہی پہنوں گا۔

اگرچہ آپ کو جماعتی نظام کے تحت کار استعمال کرنے کی سہولت حاصل تھی لیکن آپ یہی کوشش کیا کرتے تھے کہ پیدل ہی دفتر آیا جایا کریں۔ گویا ہر ممکن سادگی سے زندگی بسر کی۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ

روزنامہ ''الفضل'' 23 جون 2006ء میں مکرم محمد داؤد صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی سیرۃ کا بیان ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ابتدائی زمانہ کا عربی الہام ہے کہ یعنی شکر گزار رہو اپنے خدا کا جس نے سسرال اور باپ دادا دونوں کی طرف سے تیرا رشتہ اچھی نسل کے ساتھ جوڑا ہے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود کے اسی صہری رشتے کی ایک مقدس کڑی تھے اور ہندوستان کے مشہور صوفی منش بزرگ حضرت خواجہ میر درد کی نسل میں سے تھے۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی عقل نہایت درجہ تیز اور دل و دماغ کی طاقتیں انتہائی طور پر روشن تھیں۔ مناظرہ میں یہ کمال حاصل تھا کہ جہاں دیدہ اور کہنہ مشق مخالفوں کو چند منٹ میں خاموش کرا کے رکھ دیتے۔ 1918ء میں جبکہ وہ بالکل نوجوان تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انہیں بمبئی میں تبلیغ کے لئے بھیجا۔ وہاں ایک بوڑھے پادری نے غیر از جماعت کا ناطقہ بند کر رکھا تھا لیکن جب حضرت میر صاحبؓ کا اس کے ساتھ مناظرہ ہوا تو آپؓ کے سامنے خرانٹ پادری ایک طفل مکتب نظر آتا تھا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ جب بظاہر ایک کمزور بات پر بھی بولنے لگتے تھے تو مضبوط بات کے حاملین ان کے سامنے لاجواب ہوکر رہ جاتے تھے۔ مجلس مشاورت میں آپؓ جب بولنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گھنے بادلوں سے گھرا ہوا آسمان دیکھتے ہی دیکھتے بالکل صاف ہوگیا ہے۔ افسوس کہ حضرت میر صاحب کی عمر نے زیادہ وفا نہیں کی اور وہ 54 سال کی عمر میں ہی داغ مفارقت دے گئے۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر لکھتے ہیں کہ حضرت میر صاحب کے اخلاق و اوصاف اور آپ کا علم و فضل ہماری تعریف سے مستغنی ہے۔ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھتا یا آپ کی بات سنتا، وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔ ہندوؤں کے مایہ ناز فلسفہ اور منطق کے جواب میں آپ کی کتاب ''حدوث روح و مادہ'' اسلامی فلسفہ اور علم کلام کی آئینہ دار ہے اور لاجواب کتاب ہے۔ علم مناظرہ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ایسے دوٹوک، مختصر، مسکت اور جامع و مانع دلائل پیش فرماتے کہ مخالف نرغے میں آجاتا اور بات کو طول نہ دے سکتا۔ ورنہ مناظرے عام طور پر ادھر ادھر کی باتوں سے طویل ہوجایا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب تحریر فرماتے ہیں: میں نے ان کے بعض مناظرات بھی سنے ہیں اور اکثر دفعہ ان کی صدارت میں خود بھی مناظرات اور تقاریر کی ہیں وہ ہر موقعہ پر لاجواب بات کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک سناتنی پنڈت سے مناظرہ تھا۔ اس پنڈت نے پہلی تقریر سنسکرت اور ملی جلی ہندی میں کی۔ ہم حیران تھے کہ اب کیا ہوگا۔ حضرت میر صاحب سارا وقت خاموشی سے تقریر سنتے رہے اور جب آپ کا وقت شروع ہوا تو کھڑے ہوکر نہایت متانت سے عربی میں تقریر شروع فرما دی۔ سارے ہندو اور آریہ منہ تک رہے تھے۔ ان کے صدر نے کہا کہ حضرت آپ کی تقریر کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ آپ نے فرمایا ونحن کذالک۔ آخر قرار پایا کہ اردو میں تقاریر ہوں۔ چنانچہ آرام سے نہایت کامیاب مناظرہ ہوا۔

آپ کو اپنی دلیل پر بڑا اعتماد ہوتا تھا۔ دشمنوں سے اس بارے میں آپ نے بارہا خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ پادریوں، پنڈتوں اور مخالف مولویوں سب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 6 مارچ 2006ء میں ''راضی بہ رضا'' کے عنوان سے شائع ہونے والی مکرم عبدالکریم قدسی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ قادیان کے موقع پر کہی گئی۔

مٹ پایا نہ قسمت کا لکھا اب کے برس بھی
ان ہاتھوں کو بوسا نہ دیا اب کے برس بھی
سو میل پہ بیٹھے تھے کوئی دُور نہیں تھے
پر اِذنِ حضوری نہ ملا اب کے برس بھی
ہم ہجر کے ماروں پہ رہا حبس کا موسم
چلتی رہی گو باد صبا اب کے برس بھی

سے آپ کے کامیاب مناظرات ہوئے۔

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب محقق لکھتے ہیں:

آپؓ تقریر وتحریر میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ دینی کاموں کی زیادتی کی وجہ سے آپ کی صحت عموماً اچھی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے آپ کی تصانیف زیادہ نہیں ہیں۔ تاہم جس قدر بھی ہیں وہ ایسے اچھوتے اور دلنشین پیرایہ میں لکھی ہیں کہ مضامین انسان کے ذہن کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ آریوں کے مقابلہ میں آپ کی ایک مشہور کتاب ''حدوث روح و مادہ'' ہے۔ میں نے بڑے بڑے قابل اور مانے ہوئے آریہ مناظروں اور مصنفوں کو اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان پایا ہے۔

آپ مقرر ایسے تھے کہ چوٹی کے آریہ اور عیسائی مناظر آپ کے زبردست دلائل کی تاب نہ لاکر بدحواس ہوجاتے تھے۔ مثال کے طور پر مشہور عیسائی مناظر پادری جوالاسنگھ کے ساتھ جو آپ کا مناظرہ ہوا اس کی مختصر سی روداد ''کسر صلیب'' کے ٹریکٹوں میں دیکھ کر ناظرین آپ کی ذہنی قابلیت، قوت استدلال اور مضبوط گرفت کا اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن اپنی عمر کے آخری سالوں میں خرابی صحت کی وجہ سے آپ بالعموم مناظرہ نہیں کرتے تھے البتہ مناظرہ کی صدارت منظور فرمالیا کرتے تھے۔ میں نے دینانگر میں مکرم ومحترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کا مشہور آریہ مناظر پنڈت رامچند دہلوی کے ساتھ مناظرہ دیکھا ہے۔ اس میں جماعت احمدیہ کی طرف سے صدر حضرت میر صاحب تھے۔ آپ آریہ مناظر کو اس کی بے ضابطگی کی طرف جچے تلے اور معقول اور مدلل انداز میں توجہ دلاتے تو وہ حیران وششدر رہ جاتا اور اسے آپ کی بات کو تسلیم کرلینے کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف نے تحریر فرمایا: مکرم مولوی تاج الدین صاحب ناظم قضاء نے فرمایا۔ مرافعہ اولیٰ میں حضرت میر صاحب کے ساتھ میں کئی دفعہ شریک ہوا۔ سماعت کے وقت فرماتے دعویٰ پڑھ دیں۔ جواب دعویٰ پڑھ دیں، فیصلہ قاضی صاحب اول پڑھ دیں اور اس کے بعد آپ کی ذہانت کی وجہ سے یوں ہوتا جیسے مسل کے تمام مندرجات اور مقدمہ کی تمام باریکیوں پر آپ کی نظر حاوی ہے۔

آپ کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ کے ایک ممبر نے تعزیتی جلسہ میں یہ الفاظ کہے کہ جب میر صاحب اجلاس میں تشریف فرما ہوتے ہمیں پورا اطمینان ہوتا تھا کہ اب کوئی فیصلہ غلط نہیں ہوگا۔ کتنا شاندار تبصرہ تھا آپ کی قوت فیصلہ کے متعلق۔ پھر اس سے اچھی سند آپ کی ذہانت کی کیا ہوگی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جیسے عالم وعاشق قرآن فرماتے ہیں کہ میں معترض کو دو منٹ میں خاموش کرسکتا ہوں لیکن جب میر صاحب مجلس میں ہوں تو میں بہت محتاط ہوجاتا ہوں۔

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے فرمایا: میر صاحب مرحوم نہایت ذکی، فہیم اور صائب الرائے انسان تھے۔ مجھے ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس مجلس میں وہ موجود ہوتے میں اس میں بے فکر رہتا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آج ہم جو فیصلہ کریں گے وہ درست ہوگا۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 18 مارچ 2006ء میں شائع ہونے والی مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ قادیان کے موقع پر کہی گئی۔

عجب دلکش سماں دارالاماں میں
گھرا ہو چاند جیسے کہکشاں میں
زمیں والو! نہ سمجھے جس صدا کو
سنو! اب گونجتی ہے آسماں میں
دلوں کو کھینچتی آواز اس کی
عجب تاثیر ہے اس کے بیاں میں
کتابِ عشق کا ہر باب دیکھا
اسی کا نام ہے ہر داستاں میں

سنگاپور میں قیام کی یادیں

روزنامہ ''الفضل'' 15 جون 2006ء میں ہومیوڈاکٹر محترم سلطان احمد صاحب مجاہد کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں آپ نے سنگاپور میں اپنے قیام کی 61 سال پرانی یادیں بیان کی ہیں۔

1945ء میں خاکسار برطانیہ کی فوج میں بحیثیت سپاہی فٹر موٹر مکینک سنگاپور میں تعینات تھا جبکہ میری عمر قریباً انیس سال تھی۔ سنگاپور کو برطانیہ نے جاپانیوں سے لے لیا تھا۔ ایک دن اچانک ایک احمدی بھائی سے کھیل کے میدان میں ملاقات ہوگئی۔ اُن کے ساتھ ہی مَیں پہلی بار احمدیہ مرکز تبلیغ میں حضرت مولانا غلام حسین صاحب کے پاس ملنے گیا۔ تقریباً 10 تا 15 میل کا سفر تھا۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہر اتوار کو (جبکہ تمام فوجیوں کو رخصت ہوتی ہے) یہاں آیا کریں۔ چنانچہ ہر اتوار کو ہم پندرہ بیس احمدی فوجی مرکز میں حاضر ہوتے۔ مجھے دعوت الی اللہ میں بذریعہ تقسیم اشتہار حصہ لینے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہی۔

اُس وقت حضرت مولانا صاحب کو گیارہ بارہ سال کا عرصہ وہاں گزر چکا تھا۔ 15 تا 20 خاندان اس وقت احمدی ہوچکے تھے۔ ایک دومنزلہ جگہ آپ نے کرایہ پر لی ہوئی تھی نچلی منزل میں ایک چھوٹا سا ہینڈ پریس اشتہار چھاپنے کے لئے تھا اور اوپر والا حصہ برائے مسجد تھا جس میں قریباً بیس تیس آدمی نماز ادا کرسکتے تھے۔ ایک چھوٹی سی ملائی (Malay) احباب کی جماعت تھی۔ ہم آپس میں تعارف تو حاصل کرچکے تھے لیکن نہ ہم ملائی بول سکتے تھے اور نہ وہ اردو۔ حضرت مولانا صاحب کی دعاؤں شفقت اور محبت کا مجھ پر اس قدر اثر تھا کہ میں اپنی کمپنی سے رات کے کھانے کے بعد بعض دفعہ عازم سفر ہوتا۔ تقریباً 10 میل ٹرام کا سفر کرکے آپ کے ساتھ نماز عشاء ادا کرکے رات دس بجے واپس پہنچتا۔

ایک میٹنگ میں کسی نے حضرت مولانا صاحب سے سنگاپور میں احمدیت کے آغاز کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا کہ آج مجھے یہاں 12 سال آئے ہوگئے ہیں۔ پہلے چھ سال میں میں ایک احمدی بھی نہ بنا سکا بلکہ یہاں مخالفت کے پہاڑ کھڑے ہوگئے۔ جب میں الفضل میں دوسرے مربیان کی کارروائی پڑھتا تو شرم سے ڈوب جاتا کہ اے اللہ تعالیٰ یہاں کوئی میری بات سننے کو بھی تیار نہیں ایک دوست کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہ پہلا دوست ہے جس نے چھ سال بعد بیعت کی تھی اور اب چھ سال مزید بعد 12 سال میں ایک چھوٹی سی جماعت بنی ہے۔

حضرت مولوی صاحب بہت بلند حوصلہ تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ حضور سے رخصت لے کر اپنی بیوی اور بچی کو مل آئیں جو بارہ سال سے آپ کے بغیر ہندوستان میں مقیم ہیں۔ آپ نے فوراً فرمایا کہ میں واقف زندگی ہوں، میرے آقا حضور کو پتہ ہے کہ غلام حسین وہاں بارہ سال سے ہے، اس کی جوان بی بی وہاں بیٹھی ہے۔ جبکہ میں نے اپنی جان دیدی ہے۔ اپنا حق ختم کردیا ہے تو کیوں اجازت مانگوں۔ جب ارشاد ہوگا چلا جاؤں گا۔

حضرت مولوی صاحب بہت ہی دعاگو تھے۔ ایک اتوار کو جب میں مشن ہاؤس میں جارہا تھا ٹرام سے اتر کر غلطی سے ممنوعہ راستہ پر چل پڑا۔ فوجیوں نے مجھے وردی سے پہچان کر چالان کردیا اور میری کمپنی میں بھجوادیا کہ اسے سزا دی جائے۔ میں نے حضرت مولانا صاحب سے دعا کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاملہ رفع دفع ہوگیا۔

ایک اتوار کے دن ڈاکٹر عمرالدین صاحب سدھو نے واپسی پر مجھے اپنی جیپ میں بٹھالیا کہ راستہ میں اتار دیں گے۔ لیکن راستہ میں جیپ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ ہم دونوں سخت زخمی ہوئے اور ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب تو دوتین دن میں فارغ ہوگئے جبکہ خاکسار کو ایک ہفتہ تک ہسپتال میں رہنا پڑا۔ ایک دن اچانک چھ سات معزز ملائی احمدی، حضرت مولوی صاحب اور ڈاکٹر سدھو صاحب میری تیمارداری کے لئے کئی تحائف لے کر ہسپتال آئے۔ اُن کے جانے کے بعد ایک فوجی مریض نے حیرت سے پوچھا کہ ان غیرملکیوں سے میرا کیا رشتہ ہے۔ میں نے بتایا کہ میں تو ایک غریب سپاہی ہوں۔ یہ معززین احمدی ہونے کی بناء پر میرے حقیقی بھائیوں کی طرح ہیں۔

1946ء کی ابتداء میں بذریعہ بحری جہاز میں کلکتہ پہنچا۔ کچھ دن بعد فوج سے ڈسچارج کردیا گیا۔ ایک میٹنگ میں حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ یہاں احمدیت ضرور پھیلے گی۔ آج 61 سال بعد جب MTA پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا سنگاپور کا دورہ دیکھا اور سنگاپور کی اتنی بڑی مسجد دیکھی تو یاد آیا کہ ایک وہ وقت تھا جب حضرت مولانا مرحوم کو مار مار کر بے ہوش کرکے سڑک کے کنارے پھینک دیا گیا تھا۔ اور آج اس قدر جماعتی ترقی!۔

شیریں پھل
اخلاص وخدمت کے ایمان افروز واقعات

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 8/جون 2006ء میں ابن کریم کے قلم سے چند ایمان افروز واقعات پیش کئے گئے ہیں جو بعض احمدیوں نے آپ سے بیان کئے اور آپ نے اُن کے پاکیزہ اثرات شدت کے ساتھ محسوس کئے۔

ضلع شیخوپورہ کے ایک بزرگ نے بتایا کہ اُن کے بڑے بھائی نے اگرچہ احمدیت تو میرے بعد قبول کی لیکن اخلاص اور فدائیت میں غیرمعمولی ترقی کی۔ ایک دن اپنی اہلیہ سے آپ نے سنا کہ آپ کے پیوند لگے کپڑوں کی جگہ وہ نئے کپڑے بازار سے خریدنا چاہ رہی ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اُن کے پاس کتنی رقم ہے۔ آپ نے وہ رقم لے لی اور کہا کہ میرا چندہ بروقت چلا جائے تو کپڑے بعد میں بھی بن سکتے ہیں۔ پھر کھاد کے دو تھیلے دیئے کہ اُن کو سی کر تہبند بنادی جائے۔ اس مخلص احمدی کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں ہر پہلو سے بے حد نوازا۔ حتیٰ کہ آج اُن کے ایک بیٹے کا جرمنی میں اپنا ذاتی مکان بھی ہے۔

داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ کے ایک دوست نے اپنے والد محترم کا واقعہ سنایا کہ پہلے وہ احمدیت کے مخالف تھے لیکن جب حق کو شناخت کرلیا تو ماننے کے بعد اخلاص میں بے انتہا ترقی کی۔ وہ ہر سال جلسہ سالانہ پر قادیان جایا کرتے۔ چونکہ غربت شدید تھی اس لئے سارا سفر پیدل طے ہوتا۔ صبح کی اذان کے وقت گھر سے نکلتے اور عشاء کے بعد قادیان پہنچ جاتے۔ گھر کی روٹی سے دوپہر کا گزارا ہوجاتا۔ سال بھر بڑی مشکل سے بچت کرکر کے ایک روپیہ جمع ہوتا جو خلیفۂ وقت کے حضور بطور نذرانہ پیش کردیتے۔ واپسی پر لنگر کی روٹی ساتھ باندھ لیتے۔ راستہ میں خوراک کا بھی انتظام ہوجاتا اور گاؤں میں باقی احمدیوں کو تبرک بھی مل جاتا۔

ایک دوست کے ہاں اُس کی والدہ کی وفات پر تعزیت کے لئے جانا ہوا۔ اُس کے والد پہلے ہی وفات پاچکے تھے۔ اُس نے بتایا کہ صدمہ سے اُس کی حالت انتہائی بُری تھی اور گہرے غم کی کیفیت طاری تھی کہ کسی نے اپنا آزمودہ نسخہ بتایا اور درود شریف پڑھنے کی تلقین کی۔ جوں جوں درود شریف پڑھتا گیا گویا سکون کا نزول ہونے لگا۔ پھر کچھ عرصہ قبل جب ہمارے ایک عزیز کی وفات جوانی میں ہی ہوگئی تو اُن کے بچوں کو مَیں نے یہی نسخہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتہائی غم کی حالت سے بچے سکون کی حالت میں منتقل ہونے لگے۔ تب مجھے حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کا واقعہ یاد آیا جب آپ اپنے کام میں مصروف تھے کہ ایک چڑیا بہت بے چینی سے وہاں آکر چیخنے چلانے لگی۔ فرماتے ہیں کہ اُس کی پریشانی صاف عیاں تھی لیکن مَیں باوجود اُس سے ہمدردی کا جذبہ رکھنے کے کچھ کر نہیں پارہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ حضور اکرم ﷺ تو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں پس کیوں نہ آپؐ کے واسطہ سے اس پرندہ پر رحم کے لئے دعا کروں۔ سو مَیں نے بڑے درد سے درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔ مَیں جوں جوں درود شریف پڑھتا گیا، اس پرندے کی بے چینی جاتی رہی اور وہ پُرسکون ہوگیا۔ اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد جب بھی مَیں کسی شخص کو تکلیف میں دیکھتا ہوں، کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو درود شریف پڑھ کر اُس کے درد کا مداوا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بتایا گیا کہ بکثرت درود شریف پڑھنے کے نتیجہ میں ملائکہ آب زلال کی مشکوں سے آپؑ کے گھر پر نُور برسا رہے ہیں۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ یکم مارچ 2006ء میں ''انتظار'' کے عنوان سے شائع ہونے والی مکرم عبدالمنان ناہید صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ قادیان کے موقع پر کہی گئی۔

جاکر کہے کوئی در و دیوارِ یار سے
دن ہم بھی گن رہے تھے غمِ انتظار کے
آئے گا ایک شخص کسی دُور دیس سے
رکھی تھیں اس کی راہ میں پلکیں سنوار کے
اتنا قریب ہو کے بھی دُوری نہ مٹ سکی
یہ حوصلے نہ تھے مرے لیل ونہار کے
شب ہائے انتظار لے جائیں حضورِ یار
آنسو پرو کے دیدۂ اختر شمار کے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
10th August 2007 – 16th August 2007

Please Note that programmes and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 10th August 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
00:55	Al Maa'idah
01:05	Discussion: a discussion on the topic of rights of women in Islam.
01:40	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 89, Recorded on 17/10/1995.
02:40	Huzoor's Tours: Programme documenting Huzoor's tour of East Africa.
03:40	Tarjamatul Qur'an Class: An in-depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 190, Recorded on 8th April 1997.
05:00	Spotlight
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00	Bustan-e-Waqfe Nau with Huzoor. Recorded on 2nd December 2006.
08:05	Le Francais C'est Facile
08:30	Siraiki Service
09:15	Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 44 recorded on 14th July 1995.
10:15	Indonesian Service
11:10	Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00	Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, from Baitul Futuh.
13:20	Tilaawat & MTA News review
14:05	Dars-e-Hadith
14:20	Bengali Service: a discussion in Bengali replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
15:25	Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
15:55	Friday Sermon [R]
17:05	Spotlight
18:05	Le Francais C'est Facile [R]
18:30	Arabic Service: Discussion programme about the true concepts of Islam.
20:30	MTA International News Review Special
21:10	Friday Sermon [R]
22:25	Attributes of Allah
23:00	Urdu Mulaqa'at: Session 44 [R]

Saturday 11th August 2007

00:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:10	Le Francais C'est Facile
01:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session no. 90. Recorded on 18/10/1995.
02:40	Spotlight
03:40	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 10th August 2007.
04:20	Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 44 recorded on 14th July 1995.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor. Recorded on 11th November 2006.
08:00	Seerat Sahabi Rasool (saw)
08:50	Friday Sermon [R]
10:00	Indonesian Service
10:55	French Service
12:05	Tilaawat & MTA International Jama'at News
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Intikhab-e-Sukhan: Poem request programme
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor. Recorded on 11th November 2006.
16:00	Spotlight
16:45	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 25/02/1996.
17:55	Australian Documentary: a visit to a zoo in Brisbane.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam.
20:30	MTA International Jama'at News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
22:05	Seerat Sahaba Rasool [R]
22:55	Friday Sermon [R]

Sunday 12th August 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:05	Qur'an Quiz
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 91, recorded on 19/10/1995.
02:35	Kidz Matter
03:10	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 10th August 2007.
04:20	Spotlight
05:10	Attractions of Australia: a visit to a zoo in Brisbane.
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor recorded on 5th February 2006.
08:20	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Tanzania, East Africa.
09:00	Learning Arabic: Lesson no. 12.
09:30	Kidz Matter
10:10	Indonesian Service
11:10	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 22nd June 2007.
12:15	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:10	Bangla Shomprochar
14:10	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V. Recorded on 10th August 2007.
15:15	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
16:15	Huzoor's Tours [R]
17:00	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 17th May 1984.
17:45	Learning Arabic: lesson no. 12 [R]
18:30	Arabic Service
19:30	Kidz matter [R]
20:30	MTA International News Review
21:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:10	Huzoor's tours [R]
22:55	Ilmi Khitabaat

Monday 13th August 2007

00:15	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:10	Learning Arabic: no. 12
01:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 92, Recorded on 24/10/1995.
02:40	Friday Sermon: recorded on 10th August 2007
03:55	Question and Answer Session
04:30	Ilmi Khitabaat
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:00	Children's class with Huzoor, recorded on 13th August 2007.
08:05	Le Francais C'est Facile
08:30	Medical Matters
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 10th August 1998.
10:00	Indonesian Service
11:10	Ghazwat-e-Nabi (saw): a discussion about Holy wars.
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
13:00	Bangla Schomprochar
14:00	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 8th September 2006.
15:10	Children's Class [R]
16:15	Spotlight
17:00	Rencontre Avec Les Francophones [R]
18:00	Medical Matters [R]
18:30	Arabic Service
19:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 93, Recorded on 25/10/1995.
20:40	MTA International Jama'at News
21:15	Children's Class [R]
22:20	Friday Sermon [R]
23:25	Medical Matters [R]

Tuesday 14th August 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
00:55	Le Francais C'est Facile
01:20	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 93, Recorded on 25/10/1995.
02:25	Friday Sermon: recorded on 08/09/2006.
03:30	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 10th August 1998.
04:30	Spotlight
05:15	Seminar
06:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
07:00	Bustan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. Recorded on 10th February 2007.
08:00	Learning Arabic
08:30	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st May 1984.
09:30	Discussion: Climate Change
10:00	Indonesian Service
11:10	Sindhi Service
12:10	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
13:05	Bangla Shomprochar
14:05	Address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V: opening session of Jalsa Salana Qadian, recorded on 26th December 2005.
15:15	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:20	Learning Arabic [R]
16:45	MTA Travel [R]
17:15	Question and Answer session [R]
18:00	Discussion
18:30	Arabic Service
20:45	MTA International News Review Special
21:20	Bustan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
22:10	Discussion [R]
22:40	Address by Hadhrat Khalifatul Masih V [R]
23:45	MTA Travel: a visit to Tunis

Wednesday 15th August 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
01:20	Learning Arabic: lesson no. 13
01:40	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 94, recorded on: 26/10/1995.
03:05	Discussion
03:35	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st May 1984.
04:50	Address by Hadhrat Khalifatul Masih V
05:30	MTA travel: a visit to Tunis
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor, recorded on 25th November 2006.
08:05	Discussion
08:50	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd May 1984.
09:35	Indonesian Service
10:45	Lajna Magazine
11:10	Swahili Service
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
13:05	Bangla Shomprochar
14:05	Lajna Magazine
14:25	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 13th April 1984.
15:20	Jalsa Salana Qadian: speech delivered by Munir Ahmed Khadim. Rec. 27/12/2005.
15:55	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
16:50	Australian documentary
17:45	Question and Answer Session [R]
18:30	Arabic Service
19:20	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 95, recorded on 31/10/1995.
20:25	MTA International News Review
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
22:00	Jalsa Speeches [R]
22:35	Attractions of Australia [R]
23:05	From the Archives [R]

Thursday 16th August 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 95, recorded on 31/10/1995.
02:30	The Philosophy of the Teachings of Islam
03:00	Hamari Kaa'enaat
03:25	Attractions of Australia
04:00	From the Archives
04:55	Lajna Magazine
05:25	Jalsa Speeches
06:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor. Recorded on 19th February 2006.
08:05	English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Recorded on 27/08/1995.
09:10	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Tanzania, West Africa.
09:55	Indonesian Service
10:55	Al Maa'idah: a cookery programme
11:40	Dars-e-Hadith
12:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
12:55	Bengali Service
14:00	Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 190, recorded on 8th April 1997.
15:00	Huzoor's Tours [R]
15:45	English Mulaqa'at [R]
16:45	Seminar [R]
17:35	Mosha'airah
18:30	Arabic Service
20:30	MTA News Review
21:00	Tarjamatul Qur'an Class, session 190 [R]
22:05	Seminar [R]
22:50	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 GMT & 17:00 GMT**

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 14 | Friday July 27 - 03 August, 2007 | Issue No. 30-31

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

نظام خلافت کے لئے چیخ وپکار

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ترجمان میگزین ''المرشد'' لاہور مورخہ اکتوبر 2006ء کا فکر انگیز اداریہ:

''پوپ بینی ڈکٹ کے بارے میں ساری دنیا یہ جان گئی ہے کہ وہ ہٹلر کی فوج اور نازی پارٹی کے ایک سرگرم رکن رہے ہیں۔ وہ جرمنی اور یورپ میں یہودیوں کی قتل وغارت میں بھی پوری طرح ملوث رہے ہیں اور اس وقت امریکی حکومت اور یہودی لابی نے اس مقصد کے لئے انہیں خرید لیا ہے کہ وہ دنیا میں تہذیبوں کے درمیان جاری جنگ کو تیز کریں اور امریکہ کی طرف سے مسلم ممالک کی تباہی میں امریکہ کا ساتھ دیں۔ پوپ کی حالیہ ہرزہ سرائی پر تمام مذاہب اور مسالک کے حامیوں نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے پوپ کے بیان کو غیر ذمہ دارانہ، دلآزار اور متعصّبانہ قرار دیا ہے۔ کیتھولک چرچ کے نمائندہ بینی ڈکٹ کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج جاری ہے اور مسلمان اس گستاخی پر شدید ردّعمل ظاہر کر رہے ہیں۔

تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے پوپ کے بیان پر اظہار افسوس کیا ہے اور کہا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے اس وقت قابل غور بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں اس وقت جتنے بھی مذاہب موجود ہیں ان کے پاس مذہبی حوالے سے ایک مرکزیت موجود ہے لیکن ملّت اسلامیہ اس وقت یکسر محروم ہے حالانکہ دین اسلام میں اس مرکزیت کو کلیدی اہمیت حاصل ہے جسے عرف عام میں ''خلافت'' کہا جاتا ہے۔

عہد رسالت ﷺ سے لے کر ترک سلطنت عثمانیہ تک یہ خلافت کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی لیکن سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد مسلمان اس مرکزیت سے محروم ہوئے اور یہ محرومی بے شمار مسائل کا بنیادی سبب بن گئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ روئے زمین پر صرف مسلمان ہی وہ واحد قوم ہیں جو ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اللہ کی آخری کتاب آج بھی اصل حالت میں موجود ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات وبرکات بھی پوری طرح جگمگا رہی ہیں لیکن مسلمان مرکزیت کی ناگزیر ضرورت سے ناآشنا ہیں۔

اس وقت 56 سے زائد مسلم ریاستیں ہیں اور ہر طرح کے وسائل ان کے پاس ہیں لیکن یہ تمام ممالک اپنے اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اگر آج خلافت اسلامیہ قائم ہو جائے بالفاظ دیگر ایک ایسا پلیٹ فارم بن جائے جس کا ہر فیصلہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہو تو کسی کو ملّت اسلامیہ کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو''۔ (صفحہ1)

حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ جماعت احمدیہ اور غیروں کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

ان کا امروز ماتم دیروز
آج سے خوب تر مرا کل ہے
تھا خلافت کا جو عجیب نظام
ان کے نزدیک وہ بھی مہمل ہے
ہم مرید حضور احمد ہیں
جو نبی ہے، جری ہے، مرسل ہے

(بخار دل)

❁❁❁❁❁❁

فیشن ایبل ''مسلمان'' بنی اسرائیل

ماہنامہ ''المرشد'' اکتوبر 2006ء میں شائع شدہ ایک اہم مضمون:

''جس طرح بنی اسرائیل کا حال ہوا، کم وبیش آج ہم مسلمان بھی اُسی میں مبتلا ہیں۔ انسان جب اللہ کو بھولنے لگتا ہے تو اس کا سب سے بڑا سبب اُس کی خواہش نفس بنتی ہے وہ دنیاداروں کو دیکھ کر اُن کے پیچھے بھاگنے اور دنیوی مفادات اور لذات میں مبتلا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک میں خسارہ اٹھانا پڑتا ہے، یا دین میں یا دنیا میں۔ اگر اللہ توفیق دے اور آدمی دین پر کاربند رہے تو بہت سے دنیوی امور میں اسے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور اگر دنیا کی طرف یکسو ہو جائے تو پھر دین میں نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ بنی اسرائیل اہل مصر کو، اُن کی آسائشوں کو اور اُن کے مال ودولت کو دیکھ کر اُن جیسا بننے کی کوشش میں لگے تو دین بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور ذلیل ورسوا ہو گئے۔ اہل مصر کے دوسرے قبیلوں کے غلام ہو گئے اور ان کی کوئی حیثیت نہ رہی بلکہ اس حد تک ذلیل ہوئے کہ وہ سارا دن اُن سے مزدوری لیتے۔ مردوں سے، عورتوں سے اور بچوں سے کام کراتے لیکن اس پر کوئی اجرت نہیں دیتے تھے۔ روکھا سوکھا دے دیا تو دے دیا، نہ دیا تو بھی کوئی بات نہیں ہے اُن کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔

آج ہماری مصیبت بھی یہ ہے کہ من حیث القوم مسلمان، پوری اُمّت، تمام اسلامی حکومتیں سوائے اللہ کے بندوں کے، جو کہیں کہیں اللہ اللہ کر رہے ہیں، اقتدار اور اہل مال وثروت مغرب کے پیچھے بھاگنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ہم اہل مغرب کے غلام ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم سے اسلام، تہذیب، اعمال، کردار، عقیدہ، نیتیں تک چھوٹتی جا رہی ہیں۔ ایک دوڑ لگ گئی ہے کہ ہم مغرب جیسے ہو جائیں جس کا نتیجہ وہی ہے جو بنی اسرائیل نے بھگتا۔ آج ہم حیران ہوتے ہیں کہ ہمارا یہ حال کیوں ہے۔ لیکن قرآن حکیم کوئی تاریخ یا قصوں کی کتاب نہیں ہے۔ قصے کہانیاں قرآن کا موضوع نہیں، یہ کتاب ہدایت ہے۔ قوموں کے احوال بیان فرماتا ہے تو بطور مثال، کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا''۔

اس حقیقت کی روشنی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے یہ شعر پڑھئے اور سر دھنئے ؎

مردم نااہل گو یندم کہ چوں عیسیٰ شدی
بشنو از من ایں جواب شاں کہ اے قوم حسود
چوں شما را شد یہود اندر کتاب پاک نام
پس خدا مرا کرد است از بہر یہود

(1908ء)

کیوں مصطفوی فیض کو بند آپ ہیں کرتے
اب تک نہیں دنیا میں اگر بولہبی بند
مغضوب کی ضَـــالِّیْــن کی آمد ہے مسلسل
اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی ہوئی کب سے لڑی بند

(حضرت حسن رہتاسی)

❁❁❁❁❁❁

صحابہ رسول کا پہلا اجماع نظام خلافت پر

رسالہ ''مکالمہ بین المذاہب'' کے شمارہ نومبر 2006ء صفحہ 16-17 میں شائع شدہ ایک عالم دین کا مقالہ جس نے نظام خلافت کے وجوب پر گویا دن چڑھا دیا ہے۔ اے کاش اُمّت مسلمہ کا قافلہ اپنی گم گشتہ فردوس تک رسائی پانے میں کامیاب ہو جائے اور اسلام کی عہد رفتہ کی شان وشوکت دوبارہ جلوہ گر ہو ایک ہی خدا ہو اور ایک ہی پیشوا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقالہ میں لکھا ہے:

''خلافت ہمارے دینی فرائض میں سے ہے اور شریعت اسلامیہ کے ناگزیر تقاضوں میں سے ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''خلافت کا قیام دینی واجبات میں سے ہے اور یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر دنیا کے کسی حصے میں خلافت موجود ہے تو دنیا بھر کے مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر خلافت کہیں بھی قائم نہیں ہے تو دنیا کے سارے مسلمان اس فریضہ کے تارک اور گناہگار کہلائیں گے''۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کے بہت سے احکام پر عمل خلافت کے نظام پر موقوف ہے مثلاً حدود کا نفاذ، جہاد، نماز وزکوٰۃ کے باقاعدہ نظام کا قیام اور بیت المال کا معاشرتی کردار، یہ سب امور حکومت کے فرائض میں سے ہیں اور ان پر عمل کے لئے حکومت کا وجود ضروری ہے جبکہ شرعی اصول یہ ہے کہ جس کام پر کسی شرعی فرض کی ادائیگی موقوف ہو وہ خود بخود فرض ہو جاتا ہے اس لئے خلافت کا قیام بھی شرعی فریضہ ہے اور دینی تقاضوں میں سے ہے۔

دوسری دلیل حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ دی کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم نے سب سے پہلے جس کام پر اتفاق کیا وہ خلافت کا قیام اور خلیفہ کا انتخاب تھا حتی کہ اسے نبی اکرم ﷺ کی تدفین سے بھی پہلے سرانجام دیا گیا۔ یہ صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے اور امت مسلمہ کا سب سے پہلا اجماع بھی ہے۔ اس لئے خلافت کا قیام ایک شرعی فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس حوالے سے دیکھا جائے تو آج دنیا میں کسی جگہ بھی خلافت کا ادارہ موجود نہیں ہے اس لئے پوری اُمّت اور ہم سب لوگ ایک شرعی فریضہ کے تارک اور گناہگار ہیں اور ہمیں اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے اجتماعی گناہ کے اس دائرہ سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آج کے عالمی حالات کے تناظر میں دو پہلوؤں سے اس مسئلے کا تذکرہ کرنا چاہوں گا۔ ایک یہ کہ پون صدی کے تجربہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ عالم اسلام کے مسائل اور مشکلات پر عالمی سطح پر آواز اٹھانے کے لئے خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد کوئی فورم باقی نہیں رہا۔ مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں، مسائل کی سنگینی میں اضافہ ہو رہا ہے اور بحرانوں کا دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے۔ مگر بین الاقوامی سطح پر ان مسائل پر بات کرنے والا اور مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والا کوئی فورم نہیں ہے۔ اور اب خلافت کی قدر وقیمت کا احساس ہو رہا ہے کہ اپنے آخری دور میں خلافت عثمانیہ جیسی کیسی بھی تھی مسلمانوں کے مسائل پر عالمی ماحول میں آواز اٹھانے والا کوئی فورم تو موجود تھا۔ ان کی نمائندگی تو ہو جاتی تھی''۔

❁❁❁❁❁❁

فرقہ اہل حدیث کا عبرتناک خلفشار

فرقہ اہلحدیث کے ترجمان ہفت روزہ ''الاعتصام'' 19-25 جنوری 2000ء صفحہ 21 سے ایک اقتباس:

''اس دور کا تقاضا ہے کہ اہل حق (اہلحدیث) ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں۔ ان کی ایسی جمعیت ہو جو دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر دے، وہ اتنے بہادر ہو جائیں کہ اپنی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیں۔ لیکن صد افسوس کہ جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہوتی جا رہی ہے اپنے اقتدار کی خاطر، جماعتی ومسلکی مفاد کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ آپس میں نفرتوں اور کدورتوں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ان لوگوں نے شیطان کو خوش کر کے رحمٰن کی مغفرت کو بھلا دیا ہے۔ حالانکہ ان کے سامنے وہ تاریخی ادوار موجود ہیں کہ مدتوں سے چلتی لڑائیوں وکدورتوں اور نفرتوں کا خاتمہ آن واحد میں ایک کلمہ حق نے کر دیا تھا۔

لیکن آج ان سب باتوں کو سمجھنے کے باوجود ایک دوسرے کو ملنے سے گریزاں ہیں''۔ ؎

کوئی رہبر ہے، نہ رستہ ہے، نہ منزل توصیفؔ
ہم کہ گرد رہ صرصر ہیں ہمارا کیا ہے

❁❁❁❁❁❁